حسبنا کتاب اللہ

نصیحۃ الشیعۃ

از محمد احتشام الدین

شیعہ سنی کا دلچسپ مناظرہ

قرآنی شہادتوں سے حق کا فیصلہ

التماس

اس مناظرہ کے ۲ حصہ ماہوار اس مطبع سے شایع ہونگے اور اس سلسلہ مین تمام مسائل نزاعی کی بحث مفصل آجائیگی - مدار بحث قرآن پر اور روایات کافی وغیرہ کتب معتبرۂ شیعہ پر ہوگا - جب مین اپنی بحث سے فارغ ہونگا تو انشاء اللہ اسی سلسلہ مین اون کتب شیعہ کا جواب لکھونگا جو اہل سنت کی مقابلہ مین لکھی گئی ہین - میری آرزو ہی کہ استقصا وغیرہ مصنفات مولوی حامد حسین کا جواب بھی اس سلسلہ مین عام فہم بیان سے بحذف مسائل غیر ضروری بالکل لکھدیا جائے اگر اور علمای اہل سنت بھی مناظرہ شیعہ مین کچھہ تحریر فرمائینگے تو بشرائط ذیل اوس تحریر کو اونکے نام سے اسی سلسلہ مین چھاپ دونگا - مین شرائط کی پابندی لازم ہے وہ یہ ہین -

(۱) **اول** یہ کہ تحریر اہل علم کی ہو نہ عام اس کو چھاپین قدم نہ کبھی اہل علم ہی سے بھی وہ حضرات اسطرف متوجہ ہون جنکی نظر کتب فریقین پر ہو - (۲) **دوسرے** یہ کہ مطالب ان تحریرونکے تحفہ اثنا عشریہ اور ازالۃ الشین وغیرہ کتب مناظرہ سے ماخوذ نہون - ان کا بوجہ جن جن مطالب کو مین مناسب سمجھونگا خود ہی اسی سلسلہ مین شایع کرونگا اور تحفہ سے کچھہ مطالب لکھے جائین تو شرط یہ ہے کہ تحفہ کے جواب جو شیعون کے طرف سے لکھے گئے ہین او نپر بھی نظر ہو اور انکی بھی تردید ہو -

(۳) **تیسرے** یہ کہ ایسے الفاظ و مضامین کو ہرگز دخل نہو جو فحش ہون یا جن مین کسی کی توہین ہو جو قانوناً بھی ممنوع ہے بلکہ طرز بیان نہایت تہذیب کے ساتھہ ہو (۴) **چوتھے** یہ کہ عبارت عام فہم اردو ہو عربی عبارتون کا اردو مین ترجمہ ہو - (۵) **پانچوین** اگر حضرات شیعہ کی طرف سے اون تحریرون پر کچھہ اعتراض ہو تو مین جواب کا ذمہ دار نہین -

جو حضرات اس مناظرہ کو دینی کام سمجھہ کر حسبتاً للہ اس کے بارے مین میری مدد کرینگے اونکو مین اپنا مربی اور سرپرست سمجھکر نہایت شکر گزاری کے ساتھہ اونکی مدد لینا قبول کرونگا جن سامانون کی ضرورت ہے وہ یہ ہین - ۱ نقد سے اس امر خیر کی تائید کرنا - شیعونکی کتابین حدیث تفسیر - اصول - کلام - تاریخ - اسماء رجال - وغیرہ کی جو بیش قیمت ہین اونسے مجھکو مطلع فرمانا اور اگر مین طلب کرون تو عنایت فرمانا - اپنے احباب جہانتک ممکن ہو اس رسالہ تحفۃ الفقیہ کی تشہیر فرمانا

الانصاف فی بیان سبب الاختلاف

معہ ترجمہ اسعاف مِن ترجمۃ الانصاف

در مطبع دبدبہ احمدی لکھنؤ

[illegible] ہماراور اخبار ہفتہ وار دیا جاویگا ۔ [illegible] تفسیر

اکسیر اعظم ماہوار اور اخبار نظام الملک ہفتہ وار کے خریدار ہونگے اونکو یہ رسالہ [illegible] مین

دیجاویگی ۔ قیمت پیشگی مرحمت ہو ورنہ بذریعہ ویلیوپی ایبل طلب فرمائے بلا قیمت صرف

درخواست پر تعمیل نہوگی قیمت مرحمت فرمانا قطعی شرط ہے ۔ جو صاحب سال کے درمیان مین

خریدار ہونگے اونکو تفسیر کی آٹھوین جلد اول سے اور اخبار وقت خریداری سے دیا جاویگا بعد

اسی قیمت مین تفسیر کے ساتھ اخبار کا بھی سال تمام سمجھا جاویگا ۔ جو صاحب نمونہ اخبار منگائین

آدہ آنہ کا ٹکٹ بھیجین ۔ اور جو صاحب تحفۃ الشیعہ کا نمونہ طلب فرمائین وہ [illegible] بھیجین

کتاب بحر المعانی حضرت محمد بن نصیر الدین جعفر مکی کے مکتوبات فارسی عبارت مین ہین

حضرت موصوف اکابر اولیاء عظام سے ملقب بہ قطب عالم خلیفہ حضرت سلطان نصیر الدین

چراغ دہلی کے ہین اس کتاب کا اور اوسکے مصنف کا تذکرہ کتاب اخبار الاخیار مین تفصیل سے مذکور ہے

اسرار معرفت اور نکات قرآن مجید و حدیث شریف کو پر تاثیر مضامین مین ارشاد فرمایا ہے قیمت

مع محصول فی جلد ایک روپیہ چھ آنہ [illegible] ہے ۔

عقائد اثنا عشریہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے اسمین ضروری عقائد اسلام مبتدیون کی تعلیم

کے واسطے عام فہم عبارت مین بطور سوال و جواب کے بیان کئے ہین اور مفردات کی تعلیم کے بعد

بچونکو پڑہانا مناسب ہے قیمت فی جلد ایک آنہ اور آدہ آنہ محصول اسکے علاوہ ہے ۔

مسائل الصلوۃ اس کتاب مین نماز کے مسائل فقہ حنفی کے مطابق باب طہارت سے

باب جنازہ تک بطور سوال کے عام فہم عبارت مین مندرج ہین حتی الامکان ضروری مسائل

لکھے گئے ہین مبتدیونکی تعلیم کے لائق ہے شائقین اس مطبع سے طلب فرمائین قیمت فی جلد

مع محصول ڈاک ۵ر ہے ۔

المشتہر

قاضی محمد تسلیم الدین مالک مطبع اعتقاد [illegible]

صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب اول اول مبعوث ہوئی اور وقت مذمت بتوں کی کرتے تھے اوسیوقت ایک روز نماز
طواف پڑھ رہے تھے کہ کفار ہونے گھیر لیا اور کسی نے آپکا بازو پکڑا اکسی نے گلے سے چادر کھینچا اور کہنے لگے کہ تو ہی
ہماری معبودوں کی مذمت اور برائی بیان کرتا ہی آپنے فرمایا ہاں ہاں میں ہی ہوں کذا فی جامع
التفاسیر سورہ مومن ۲۴ پارہ رکوع چار کو ملاحظہ فرمائی کہ اگر حق کا چھپانا حق ہوتا تو آپ ایسی انوا
بیوقت خود انکار فرماتے اور صرف ایک حضرت ابوبکر صدیق کی اعانت سے خلاصی پایا مگر تقیہ نہیں فرمایا
اگر اوسوقت تقیہ فرماتے تو صورت خوف کی ظاہر تھی کہ چند شخص معدود ایمان لائی تھے ایسی وقت
میں لا دین لمن لا تقیۃ لہ نہیں فرمایا نہ اس مضمون پر عمل فرمایا بلکہ جب اللہ جل شانہ نے ایسی
تائید فرمایا کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا سے آپکا دین قایم دائم کر دیا اور بشارت الیوم
اکملت دیکر دین کو پورا کر دیا تب تقیہ کی نسبت آنحضرت کے طرف کرنا جھوٹ اور بہتان ہی بس فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ تقیہ کا بطلان قرآن شریف و حدیث ائمہ سے ایسا ثابت ہے کہ انکار اوسکا مشکل ہے قال اللہ تعالے

الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ ۔ حدیث اصول کافی صفحہ ۲۷۰ انہم رفعہ الی ابی جعفر

محمد بن علی فقال یا ابا حمزۃ لا تطلبن الریاسۃ ولا تکن ذنبا ولا تاکل بنا الناس فیفقرک اللہ ولا تقل فینا ما لا نقول فی انفسنا ۔۔۔

اب جو لوگ ائمہ علیہم السلام کیطرف تقیہ کی نسبت کریں اونکو لازم ہے کہ صاف کہدیں کہ ائمہ علیہم السلام نے قرآن شریف

عمل کرتے تھے اور مخلوق پر جو خدا کیطرف سے اونپر نازل ہوتے تھے اس حالت میں ہمکو اس قول کو بخرافات سے اور کم نقص

نہیں کر سکتے ۔ سوال جھوٹ اور تقیہ میں کیا فرق ہے بہم حالت اضطراری میں قطعی حرام شی مثل سور کے جائز ہو جاتا

اور اسکی بحث نہیں اسکا ثبوت قرآن شریف میں موجود ہے صرف بحث اس بات پر ہے کہ مذہب شیعہ میں بلا ضرورت

کسی حاکم کے لئے جھوٹ بولنا تقیہ اور سنت انبیا ہے اصول کافی صفحہ ۴۴۳ کو ملاحظہ فرمائیے کیا جھوٹ کا شکوہ

تو یہ جواب ملا ۔ تقیہ ہمنے کیا تہا ہمیں تو ایسا ملا ۔ شیعونکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام اپنی زندگی بہر خلاف

حق کے عام میں بیان کرتے تھے اور پوشیدہ دو چار آدمیوں سے حق بیان کرتے تھے تو ہمیشہ ائمہ کی دو حالت ہوئی

اسکی نظیر سابق انبیا علیہم السلام میں یا مومن آل فرعون میں پائی نہیں جاتی بلکہ اس فعل قبیح کی

مذمت کلام اللہ شریف سے باخوبی ثابت ہے قال اللہ تعالی ان الذین کفروا بعد ایمانہم ثم ازدادوا

کفرا الخ ۔ جنکے رنگ بدلتے ہیں مثل بوقلمون کے اونکے طرف اس آیہ کا مصداق صحیح طور سے ثابت

ہوتا ہے نعوذ باللہ منہا ائمہ علیہم السلام کیطرف ایسی نسبت کرنا کہ کفر اور اسلام دونونکی تعلیم فرماتے

تھے صریح کفر ہے بلکہ ہادیونکے شان میں اللہ جل شانہ یون فرماتا ہے ۔ قال اللہ تعالی

یومنون باللہ والیوم الاخر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر الخ اور صفات سے خدا

کافی کی روایت سے معلوم ہوا کہ شیعہ کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ جو جس کے گروہ
میں ہو یاوہ اوسکا شیعہ ہے یعنی تابعدار اور پہلی مت وہ مذہب ہے کہ حضرت امام باقر
علیہ السلام سنت پر عمل کرتے تھے اور جماعت ہماری اپنی سنت پر عمل کا دعوی کرتے تھی
سنت ہے اور آل محمد اونکو ایسے جاری ہی دیکھتی ہیں مجتہد صاحب کس طرح
اور جاری کیے اوسے سنت کے فضیحتی پر کمر باندہی اور آنکھ بند ہو اوس
طرف کا ہنوت اور منحوس کے قول اعتبار کرتے بیٹھے ہیں کیسا دیانتدار
اوسکے گروہ کے خوبی اور مدح کی مقرر ہوئی اور دیانتدار اوسکے برادران
جیسے دشمن رسول اللہ صلعم کے تحریر اور تقریر ہین کہ دنیا میں ایسا کوئی
نہیں ہے کیون نہ اوسکے مدح ہو شاباش شاباش ہمجنس آپس مین
ہمیشہ مداح رہتے ہین

بعض نامنہ ودنکا کان شیطان نے پہونکا ہی

کہ سنیونمیں جاکر سنی بنتے ہیں اور اونکے ساتہہ نماز پڑہتے پڑہاتے ہیں اور شیعونمیں

جب پہونچتے ہیں تب تبرے بازی سے اپنا مہنہ کالا کرتے ہیں بقول شیطان

دہرا ثواب لوٹتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ تقیہ حرام ہی جیسا کہ حضرت امام

حسین علیہ السلام نے ایک فاسق کی بیعت نہیں کیا اور سب کچھ مصیبت

گوارہ کیا اگر کوئی کہی کہ حالت اضطراری میں جان بچانے کیلئے کلام اللہ شریف

سے جواز تقیہ کا معلوم ہوتا ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ سور کا گوشت جو قطعی

حرام ہی کلام اللہ شریف میں حالت اضطراری میں جواز اوسکا بہی موجود ہی

دیکہو سورہ بقرہ وسورہ مایدہ حالت اضطراری میں حرام شی جو جایز

ہو جاتی ہی جان بچا لینے کے لئی کیا مسلمان اوسکو حلال کہہ سکتے ہیں ایسا

نہیں ہرگز نہیں

[illegible] اللہ شریف سے واقع ہوگا اور مفصل بیان انکا مع نقصان تقیہ [illegible]

نقاش کہ صاحب تفسیر منہج ہیں حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نزلت فی المہاجرین والانصار اولی

ہے نزلت فی علی علیہ السلام امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ہیں منہم یعنی وہ جناب بھی مہاجرین اور انصار میں داخل ہیں پس یہ کیا عمدہ

بیچے بیان سے انکی محبت ائمہ علیہم السلام کے ساتھ ظاہر ہے اور فضائل خلفائے ثلثہ کلام اللہ شریف سے القدر ثابت ہے کہ بشارت

رت منہج میں بھی طرح سے بیان کرتے ہیں مورد آئتیں مختصر نمونہ بیش خدمت کرتا ہوں اول قال اللہ تعالی لولا کتب من اللہ

عظیم۔ اس آیۃ شریف سے فضائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اور شان میں نزول انکا اونکے مفسرین امام خلاصۃ المنہج کاشانی اور

ثابت ہے

بلکہ اس بشارت کو نہ ماننا اور اپنے مفسرین اور محدثین کی تکذیب کرنا جسکے عادت میں داخل ہوا اونکے مذہب میں دوسرے کی

ہی۔ دوسرے فضائل اصحاب بیعت الرضوان رضی اللہ عنہم جیسا قطعی جنتی ہونا بروایت مفسرین اور محدثین علمائے اہل تشیع امامیہ

بل کسی جائی تو ایک کتاب مستقل طیار ہو سورہ انا فتحنا میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک الخ

ہائی ثلثہ بقول ائمہ علیہ السلام اور علمائے امامیہ مفسرین محدثین مورخین وغیرہ سے بخوبی ثابت ہے کہ انکا رد اونکا مثل انکار

ی واضح ہو کہ جتنی کتابیں رد میں شیعہ مذہب کے علمائے اہل سنت نے لکھا اونکا جواب آج تک کسی مجتہد سے نہیں ہوا ہے

سائل سے بس نہیں سوائے زٹلیات خرافات لعن طعن کے دوسری بات نہیں اس فرقہ نے تقلید مفوضہ کی اختیار

یہ مستحق ہو گئے پس کذا فی من لا یحضرہ الفقیہ خلاصہ یہ ہے کہ ایسا مذہب کہ جسمیں دغا اور فریب اور کذب جسکی مذمت

اول سے آخر تک بہت تعامو سے ثابت ہیں۔ علامت منافقوں کی آج کلہ لوگوں نے اختیار کیا ہے سنیوں میں بہو نجی

ہے شیعوں میں جا کر تبرے بازی سے اپنا منہ کالا کیا استغفر اللہ خدا پناہ دے ایسی فریبیوں سے اس تحریر پر اگر کوئی صاحب

ناراضی کی ہوا اتنیں کیونکہ مضمون صحیح ہوئیں انکا جواب ایں تصویریں مائی کیوں مکر رافضی کے منہج میں اکثر اہل سنت کے بزرگیں

[illegible] دیکھتے کہ

جب بیعت عاجز ہوی تو بحکم خداوندی کہ زمین اللہ جل شانہ وسیع
کشادہ ہے ہجرت فرمایا یعنی ہجرت کی فضیلت کلام اللہ
شریف معلوم ہے سوال مذہب امامیہ کے لوگ
ائمہ علیہم السلام کی حالت ہمیشہ کی ایسی غریب بیان کیا
کرتے ہیں یعنی مجلسوں میں منبروں پر مدح خلفاء ثلثہ کی
ہمیشہ فرماتے ہیں نماز پنجگانہ عیدین جمعہ وغیرہ اونکے پیچھے
ادا فرماتے رہے حصہ غنائم سے لیتے رہے قرابت سے انکار
نہ فرماتے ہیں مگر یہ حالتیں بقول خوف کے وجہ سے تھیں حالانکہ
اونکی کتب میں مرقوم ہے کہ اسم اعظم اور خاتم سلیمان ع اور
عصای موسی ع اونکے پاس موجود تھا پھر خوف کیا فرض کرو
اگرچہ خوف ہی تھا تو حکم خداوندی اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حق الیقین میں ہے — در باب جماعتی کہ شدہ است کہ اجماع صحابہ
بر ضلالت ایشاں شدہ است مثل زرارہ و ابو بصیر اس تحقیق سے
معلوم ہوا کہ زرارہ و ابو بصیر کی ضلالت اجماعی ہے اور یہ
بھی معلوم ہوا کہ کتب احادیث امامیہ کے اکثر یہ ہی راوی ہیں
حق الیقین صفحہ ۶۰۷ جب کہ یہ لوگ حق گمراہ ہیں تو ائمہ کو خود
خصلت تھی ذو رویین بمصداق آیہ کریمہ — و اذا لقوا
الذین امنوا قالوا امنا و اذا خلوا
الی شیطینهم قالوا انا معکم انما نحن
مستهزءون — اور یہی شان ثابت کرتی ہیں بڑا التعجب تو
اس میں ہے کہ یہ امامیہ انکو اپنا پیشوا شریعت کے انکا مرتبہ بالطبع
سمجھتے ہیں کہ جب کہ ہمارے راوی آدمی گمراہ ہیں — وہ [illegible] ہیں اور

کیونکہ حسب شیعوں کی مجتہد حساب کے مقرر ہوئی کہ مانند سنت کی فی اصل دین

اور سبھی علوم کی طرف اہل سنت کو متوجہ کیا یہ شیعوں نے اصل دین اور باطل علوم

کو ترک کر کے اسکی طرف رجوع کیوں فرمایا اسکا جواب جلد بیان ہو

پس دین مسائل کا انکار مدت سے حضرات شیعہ کرتے تھے اور تمام انکا

تھی کتابوں کا ملاحظہ کرنے سے باتیں ثابت ہوگئیں جسکو حجہ بتلاتے ہو مگر

نیچے صفحہ میں مسئلہ کر اور اسکی طہارت اور بھی باب طہارت میں بہت نشان

دیا گیا ہی جسکا جی چاہے ملاحظہ کری حیرت بات تو باخوبی ثابت ہوگی کہ جھوٹ بولنا

اور فریب دینا اور سچی بات سے انکار کرنا ان لوگوں کا پیشہ ہاں البتہ کی ذیل

اور ایک حکایت ۔۔۔ بھی قابل سننے کی ہی کہ احادیث نبوی سے ۔۔۔۔

ہو گیا اما

۔۔۔ آخر الزمان علیہ السلام کھو گئے اور کوئی شک حدیثوں کا باقی نہیں ۔۔۔

شیخ صدوق کے رسالہ کی ثلثیویں باب میں اشارہ ہوا ہی اور کتاب کافی میں حدیثوں کے

ثبوت اس بات کا کہ ائمہ علیہم السلام نجومی

آخر کے باب میں صفحوں لکھا ہی ۔۔۔ اصلی بانی مذہب اسلام نے اوسکی مذمت

بھی کی ہی اور اوسپر اعتماد کرنیکی ممانعت فرمائی ہے ۔ البتہ ہندوستان میں بھی لوگوں کے

عمل سے جیسے توحید خراب ہو کر بہت بت پرستی اور اجرام پرستی شروع ہوگئی تھی ویسے ہی

علم نجوم کا عمل خراب ہوگیا تھا جس طرح کہ عرب یا دوسرے ملکوں کے حالت میں خرابی

واقع ہوگئی تھی چنانچہ ہندوستان میں ہمارے زمانہ میں ایک ایسا عالم پنڈت دیانند

سرستی پیدا ہوا جسنے اون تمام خرابیوں کو دور کیا اور اصل دین اور صحیح علوم کیطرف

اہل ہند کو متوجہ کیا اب ہندوستان میں ایک بڑا گروہ موجود ہی جو خدا کی توحید

کا قائل اور بت پرستی کا دشمن اور علم نجوم کا اوس حیثیت سے جسطرح کہ ہند

وستان میں جوتشی مانتے اور بتاتے تھی اوسکو لغو ماننے والا موجود ہی

صفحہ ۲۱ رتعاینہ ۲۳ مطبوعہ اودہ لاپرلیس لکھنؤ پیرو پرائٹر محمد اکبر حسین

مذہب ہوتو ایسا ہو کہ الله پاک کو جھوٹہا بنادے اور رسول علیہ السلام کو تقیہ شعار ٹھہرادے

ائمہ علیہم السلام کو کاذب بنادے اور اپنے محدثین اور مفسرین کو مصلحتہ بد دو ۔۔۔

تو ہر وقت موجود ہی شہید شدہ ہوتا پھر تو رات پاکرین مگر یاد رہی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ایسا تقیہ نہ فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بڑی تکلیف اٹھائیں مگر تقیہ

نفرمایا اس وجہ سے مرتبہ بلند انکی ہاتھ آیا اور حضرت سلمان فارسی کی حکایت جناب القلوبا علیہ کرم

۲۱۶ میں تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے نقل کیا ہی رسالہ عمدۃ میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے

سلمان کو بہت مارا جس کو مارتے مارتے تھک گئی تب کہا تم کیوں مار کھاتے ہو تقیہ کیوں نہیں کرتے

اس وقت حضرت سلمان نے فرمایا کہ اگرچہ تقیہ جائز ہی پر ترک بہتر ہے اور اولی یہی ہے کہ تقیہ نکر

صبر کریں اسی میں صبر در حقیقت تقیہ نکرنے کا اس لیے روایت سے فضیلت تقیہ نکرنے کا

ہر بیان کر دیا کہ سنت صحابیت میں جا بجا ہے تو ثبوت تقیہ کا کوئی باطل ہو گیا

بلکہ تقیہ سے اللہ علیہ اتحاد دینی کے حکم میں ایسے لوگ در اصل ہیں اس جان بچانے کی وقت

تقیہ جائز ہو اور جب ہو تو جان بچانے وقت حالت اضطراری میں بطریق اولی

سو ریا جائز ثابت ہے پھر تقیہ میں اور سور میں کیا فرق ہوا فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل الفرقان المبین والصلوۃ علی رسولہ الذی ارسل رحمۃ للعالمین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین وعلی الذین جاہدوا معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم من الانصار والمہاجرین

اما بعد بندہ مسکین محمد احتشام الدین مرادابادی غفرہ اللہ الہادی اس رسالہ **نصیحۃ الشیعہ** کو بندگان خدا کی خدمت مین پیش کرتا ہی مجیب الدعوات سے دعا ہی کہ اسکو قبول فرماکر ذریعۂ ہدایت بنادے حضرات اہل سنت سے امید ہی کہ میری محنت کی قدر فرماکر دعائے خیر سے یاد کرین حضرات شیعہ کی خدمت مین التماس ہی کہ تعصب سے قطع نظر کرکے انصاف کی نگاہ سے ملاحظہ فرماوین من یہد اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ

شیعون کی روایتین جو اس کتاب مین مذکور ہونگی وہ اکثر ایسی ہونگی جو کتب شیعہ مثل کافی وغیرہ سے مین نے بچشم خود دیکھ کر نقل کی ہین اونکو مین بلا واسطہ کتب شیعہ کے حوالے سے لکھونگا اور اگر کتب مطبوعہ سے نقل ہی تو صفحات کا پتہ بھی بتادونگا۔ اور جو روایتین کتب مناظرہ مثل تحفہ یا ازالۃ الغین سے نقل کرونگا انمین مین ان کتب مناظرہ کا

کبھی امرِ حق کو زبان پر نہ لانا	جو حق پوچھے کوئی تو ناحق بتانا
چھپاؤ گے حق کو تو عزت ملیگی	جو ظاہر کروگے تو ذلت ملیگی

علمای شیعہ یہ بھی جانتے ہین کہ نجات کے لئے صرف محبت کافی ہی یہی ایمان ہی یہی عمل ہے نماز روزہ کی بھی ضرورت نہین اسی لئے وہ اپنے عوام کو بجز فضائل نوحہ وشیون اور طعن صحابہ کے اور کچھ بھی نہین سکھاتے کافی[1] کی کتاب الروضہ مین یزید[2] بن معاویہ سے روایت ہے۔

قال ابو جعفر علیہ السلام ھل الدین الا الحب ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ احب المصلین ولا اصلی واحب الصوامین ولا اصوم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ انت مع من احببت	فرمایا امام باقر علیہ السلام نے نہین ہی دین مگر محبت ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ مین نمازیون کو دوست رکھتا ہون مگر خود نماز نہین پڑھتا اور روزہ دارون کو دوست رکھتا ہون مگر خود روزہ نہین رکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اُنھین کے ساتھ ہوگا جن کو دوست رکھتا ہے۔

ان سب سے قطع نظر ایک بڑی وجہ عوام شیعہ کو تعلیم نہ کرنے کی یہ بھی ہے کہ علمای شیعہ جانتے ہین کہ اگر تمام روایات کے مضامین پر عوام کو خبر ہوئی تو عوام پر یہ بھی کھل جاوے گا کہ ہمارے قدما صفت امانت اور صدق اور وفا سے محروم تھے

---

[1] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۳۳ [2] یہ یزید بن معاویہ قاتل حسین نہین ہین بلکہ حضرت علی جلد اشہید کربلا ہوتے تھے ۱۲

واسطے ظاہر کردونگا۔ یہ بارِ عظیم جو مین نے اپنے سر پر لیا ہی ایسا مشکل کام ہے جو میرے حوصلے سے باہر ہے مگر اللہ کے فضل سے بہت کچھ امید ہی اور اُسیکی مدد پر بھروسا کرکے اب مین اصل مدعا شروع کرتا ہون۔ وہو حسبی ونعم الوکیل۔

سبب اسکی تالیف کا یہ ہوا کہ حسب اتفاق آجکل میری نظر بعض کتب احادیث شیعہ پر پڑی تو مجھکو سخت تعجب ہوا کہ حضرات شیعہ اس امر پر کیون نہین غور کرتے کہ اونکی روایتین نصوص قرآنی بلکہ شہادت عقل سلیم کے مخالف ہین باوجود دعوی غلو محبت اہلبیت کے اونھین کی روایتون سے بہت کچھ توہین اہل بیت کی لازم آتی ہی۔ میرا خیال یہ ہی کہ عوام شیعہ اپنی احادیث کے مطالب سے بےخبر ہین اونکے علمار مجتہدین عوام کی سمجھ سے اُن اسرار کو مخفی رکھتے ہین اسوجہ سے عوام کو انصاف کرنے اور حق کے سمجھنے کا موقع نہین ملتا۔

۱ **علمای** شیعہ اس لئے چھپاتے ہین کہ اونکے ائمہ نے حد سے زیادہ دین کے چھپانے اور اُن اسرار کو مخفی رکھنے کی تاکید کی ہی۔ اصول کافی[۱] مین سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ

عن سلیمان بن خالد قال قال ابوعبداللہ[۲] علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ	کہا سلیمان نے کہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ ای سلیمان تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس دین کو چھپاویگا اللہ اُسکو عزت دیگا اور جو کوئی اس دین کو ظاہر کریگا اللہ اوسکو ذلت دے گا۔

دین حق کو چھپانا باعث عزت اور ظاہر کرنا باعث ذلت

[۱] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۲ھ [۲] ابوعبداللہ کنیت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہی ۱۲

نہ صدق۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء[۱] ۵

جسمین کچھ صدق و وفا بھی ہو وہ محبوب نہین	بیوفائی کسی معشوق کی معیوب نہین

اگر عوام شیعہ پر یہ راز کھل جاوے تو بہت مشکلین واقع ہون۔ اول اصحاب ائمہ سے بداعتقادی پیدا ہو۔ دوسرے اگر انمین سے کوئی صدق و امانت سے موصوف ہوگیا تو اصحاب امام پر غیر اصحاب کو ترجیح لازم آنے کے علاوہ اہل سنت کی مشابہت بھی لازم آوے گی

علمای شیعہ کو یہ بھی خوف درپیش ہی کہ اگر عوام شیعہ کو یہ بھید معلوم ہوگیا کہ جن ائمہ کی اطاعت نہایت تاکید کے ساتھ واجب کی گئی ہی وہ خود بھی ایک بات پر قایم نتھے ایک سوال کا جواب کسی کو کچھ دیتے کسی کو کچھ تو عوام کو سخت حیرانی ہوگی کہ ائمہ کی کس بات کا اعتبار کرین اور قسم قسم کے شکوک پیدا ہونگے چنانچہ اصول کافی[۲] مین ہی کہ زرارہ بن اعین نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی۔

عن زرارة بن اعين عن ابی جعفر قال سألته عن مسئلة فاجابنی ثم جاءه رجل فسأله عنها فاجابه بخلاف ما اجابنی ثم جاء رجل آخر فاجابه بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج الرجلان	زرارہ کہتا ہی کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا مجھکو انھون نے ایک جواب دیا پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اوسکو اور جواب دیا جو میرے جواب کے خلاف تھا پھر ایک تیسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا اُسکو ہم دونون کے خلاف جواب دیا جب وہ دونون ملے گئے

[۱] تیری فضیلت وہ ہی جسپر دشمن بھی گواہی دیں۔ [۲] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۸

اور یہ صفات سلف میں بھی نصیب اعدائھین یعنی زمانہ ائمہ مین زہد وتقوی اہل سنت مین پایا جاتا تھا اور اصحاب امام نے بہت غور وتحقیق کے بعد ائمہ کو اطلاع دی تھی کہ زہد وتقوی ہم مین نہین اہل سنت مین ہی مگر باین ہمہ ائمہ نے اپنے گروہ کو پسند کیا اصول کافی[1] مین عبداللہ بن یعفور سے روایت ہی کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام انی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لا یتولونکم ویتولون فلانا وفلانا لھم امانۃ وصدق ووفاء واقوام یتولونکم لیس لھم تلک الامانۃ ولا الوفاء ولا الصدق قال فاستوی ابوعبد اللہ علیہ السلام جالسا فاقبل علی کالغضبان ثم قال لا دین لمن دان اللہ بولایۃ امام لیس من اللہ ولا عتب علی من دان بولایۃ امام من اللہ

کہا کہ مین لوگون سے ملتا ہون تو مجھکو بڑا تعجب اُن لوگون پر ہوتا ہی جو تمھاری ولایت کو نہین مانتے اور فلانے اور فلانے کی ولایت کو مانتے ہین اونمین امانت ہے صدق ہی وفا ہی اور جو لوگ تمہاری ولایت کو مانتے ہین اونمین نہ امانت ہی نہ وفا ہی نہ صدق ہی یہ سنتے ہی امام طیش مین آکر سیدھے بیٹھ گئے اور غضبناک ہوکر میری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ جس نے ایسے امام کی ولایت اختیار کی جو اللہ کی طرف سے مقرر نہین ہوا اوسکا دین ہی نہین اور جس نے اُس امام کی ولایت مانی جو اللہ کی طرف سے ہی اوسپر کوئی عتاب نہ ہوگا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ فرقہ اہل سنت صفت صدق ووفا اور امانت سے موصوف تھا اور دوسرے فریق مین باوجود حضور در صحبت امام نہ امانت تھی نہ وفا

[1] اصول کافی صفحہ ۲۳۳

اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہو جاوین تو اُن مین وہ خوش اعتقادی کہان ہے جو علمائین کی وہ تو صاف کہہ بیٹھین گے کہ ایسے ایمہ کو سلام ہی جنکی بات کو قرار نہین وہ اپنے مخلصین شیعہ کو عمداً اختلاف مین ڈالتے تھے حالانکہ مخلصین شیعہ سے کچھ خوف بھی نہ تھا جو تقیہ کا احتمال ہو۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام دونون کا یہ شیوہ تھا کہ اپنے مخلصین مین عمداً اختلاف ڈالتے تھے۔ دو مختلف قولون مین ایک حق ہوگا اور ایک ناحق بس ایک سے حق کہدیا اور دوسرے سے ناحق۔

دلفریبون نے کہی جس سے نئی بات کہی + ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی

حضرات شیعہ انصاف فرماءین کہ اپنے گروہ مین اختلاف ڈالدینا اور عمداً خلاف حق حکم دینا کیسا ہی درحقیقت ایمہ پر یہ سب افترا ہی ہرگز اونکی یہ شان نہ تھی کہ خلافِ حق جواب دیتے یہ اونھین راویون کا کام ہے جنھون نے ایک سبز باغ کی طرح مذہب شیعہ کو تصنیف کیا اور ایمہ کرام کی طرف منسوب کردیا۔

اگر عوام پر یہ راز فاش ہو جاوے کہ روایات شیعہ مین یہ مذکور ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین کے جنازون مین شریک ہوکر بظاہر نماز پڑھتے تھے مگر حقیقت مین اونکے لئے زیادت عذاب کی دعا مانگا کرتے تھے اور جناب امام حسین علیہ السلام کی بھی یہ عادت تھی کہ خوارج اور نواصب کے جنازون کی نمازین اسی طرح پڑھتے تھے کہ سب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انھون نے جنازہ کی نماز پڑھی اور وہ اوسپر لعنت کرتے تھے

قلت یا ابن رسول اللہ رجلان من اہل العراق من شیعتکم قدما یسئلان فاجبت کل واحد منہما بغیر ما اجبت صاحبہ فقال یا زرارۃ ان ھذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد یصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقاءنا وبقائکم	تو مین نے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ دونوں شخص عراق کے رہنے والے تمہارے شیعون مین سے ہین یہ دونوں تم سے مسئلہ پوچھنے آئے تم نے ایک کو کچھ جواب دیا دوسرے کو اوسکے خلاف جواب دیا تو امام نے فرمایا کہ اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہی ہمکو اور تم کو اور اگر تم سب ایک مذہب مین جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کرلین گے کہ تم ہمارے گروہ مین ہو تو اس مین ہماری اور تمہاری دونوں کی بقا کم ہو جائے گی۔
ثم قال قلت لابی عبد اللہ شیعتکم لو حملتموھم علی الاسنۃ او علی النار لمضوا وھم یخرجون من عندک مختلفین قال فاجابنی بمثل جواب ابیہ	پھر زرارہ نے کہا کہ مین نے امام جعفر صادق سے ایک مرتبہ پوچھا کہ تمہارے شیعہ کہ اگر تم اون کو برچھیون مین یا آگ مین بھیجو تو چلے جاوین وہ تمہارے پاس سے مختلف ہو کر نکلتے ہین یعنی ایک کو تم کچھ تعلیم کرتے ہو اور دوسرے کو اوسکے خلاف زرارہ کہتا ہی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھکو اسکا وہی جواب دیا جو اونکے باپ امام باقر علیہ السلام نے دیا تھا۔

اک سوال اور سیکڑون اونکے جواب		ہمسے کچھ غیرون سے کچھ دربان سے کچھ	

السلام فابل امن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ماکان یکرہ	کا وہ راز ظاہر کردیا جسکے ظاہر ہونے کو وہ برا سمجھتے تھے۔

اس روایت سے ظاہر ہی کہ اس منافق کی نماز نہ پڑھنے کا حکم آچکا تھا باایںہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانون کو اسکی نماز پڑھنے سے منع نفرمایا حالانکہ تبلیغ رسالت فرض تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے شریک ہونے سے اور مسلمان بھی اس جنازہ کی نماز مین شریک ہوئے اور چونکہ اورون کو یہ راز معلوم نہ تھا اس لئے سب نے دعائے مغفرت پڑھی ہوگی اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ مسلمانون کو اس غلطی مین ڈالنا یہ امر شان نبوت کے خلاف ہے یا نہین۔

اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ (معاذ اللہ) رسول کا ظاہر اور تھا اور باطن اور تھا اور رسول بھی تقیہ کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اس فعل سے منافقون کو اپنے نفاق کی اور تائید ملی۔

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ عمرؓ کا ظاہر اور باطن ایک تھا اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا بھی ظاہر و باطن ایک رہے۔ اونکو منافقون سے سخت عداوت تھی اونکے جنازہ کی نماز پڑھنا وہ پسند نہین کرتے تھے اور اللہ کے اس حکم سے بھی واقف تھے کہ منافقون کے جنازہ کی نماز جایز نہین۔

اور زیادت عذاب کی دعا مانگتے تھے۔

اس حالت کو معلوم کرنے کے بعد خواہ مخواہ عوام کو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ تو علانیہ دہوکا
دینا ہی انبیا اور ائمہ علیہم السلام کا تو یہ فرض ہی کہ جس جنازہ کی نماز اور دعای مغفرت
جایز نہو اوسکی نماز مین ہرگز شریک نہون اور سب مسلمانون کو اوس جنازہ کی نماز پڑہنے سے
منع کرین نہ یہ کہ اور مسلمانون پر تو یہ ظاہر کرین کہ نماز پڑہتے ہین اور وہان معاملہ برعکس ہو
جلد اول فروع[له] کافی کی کتاب الجنائز مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی کہ

عن ابی عبد الله علیه السلام
قال لما مات عبد الله بن اُبی بن
سلول حضر النبی صلی الله علیه وآله جنازته
فقال عمر لرسول الله صلی الله علیه
واله یا رسول الله الم ینهک الله ان
تقوم علی قبره فسکت فقال یا رسول الله
الم ینهک الله ان تقوم علی قبره فقال له
ویلک ما یدریک ما قلت انی قلت
اللهم احش جوفه نارا واملأ
قبره نارا واصله نارا قال ابو عبد الله علیه

جب عبد اللہ بن اُبی بن سلول مرگیا تو نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ اوسکے جنازہ مین تشریف لائے اوسوقت عمرؓ نے کہا کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کیا آپکو اللہ نے اسکی قبر پر
کھڑے ہونے سے منع نہین کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ نے اسکا کچھ جواب ندیا پھر عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا
آپکو اللہ نے اسکی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہین کیا
تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تو کیا جانے مین نے کسطرح دعا
کی مین نے یون دعا کی تھی کہ اے اللہ اسکی پیٹ مین آگ
بھردے اسکی قبر مین آگ بھردے اسکو دوزخ مین پہنچادے
پھر امام جعفر صادق نے فرمایا کہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

له فروع کافی جلد اول کتاب الجنایز ص ۹۹

ولیعادی اولیائک و بغض اھل بیت نبیک ؎ اور تیرے نبی کی اہلبیت سے بغض رکھتے ہین۔
اب فرمائے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسے جنازہ کی نماز کیون پڑھی جسکے لئے
دعائے مغفرت جائز نہ تھی اور تمام مسلمانون کو غلطی مین ڈالا سب مسلمانون نے یہ جان
لیا ہوگا کہ اگر یہ شخص بد دین ہوتا تو جناب امام حسین علیہ السلام اُسکی نماز کیون پڑھتے پس ضرور
گمان ہوا ہوگا کہ جو اوسکا دین تھا وہ برا دین نہ تھا۔ اگر اوسکے لئے بددعا کرنے کا جوش
جناب امام کو اوٹھا تھا اور عالم الغیب قہار بغیر انکی دعا کے جو عذاب اوسپر نازل کرتا اس سے
جناب امام کی تسکین نہین ہوتی تھی تو بغیر شراکت جنازہ کے بھی جتنی چاہتے اتنی بد دعائین
کر لیتے اور جی بھر کر کوس لیتے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ موقع تقیہ کا نہ تھا امام علیہ السلام اپنے قصد سے جنازہ کے
ساتھ تشریف لے گئے غلام کو بڑے اہتمام سے اسی کام مین شریک کرلیا حالانکہ وہ
اُس جنازہ سے بھاگتا تھا قطع نظر اسکے جناب امام حسین علیہ السلام تو کسی حالت مین تقیہ
نہین کرتے تھے۔

نہ آنے دیجو اونھین لاش پر خدا کیلئے نماز پڑھنے کو آئینگے بد دعا کیلئے	دیگر	ساتھ میت کی تو کرتے ہوے افسوس گئے قبر پر پہنچے تو چپکے سے مجھے کوس گئے

کافی کی اسی باب مین امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام
نے بھی ایک ناصبہ عورت کے جنازہ کی اسی طرح نماز پڑھی تھی پھر ایک روایت ہے کہ امام جعفر
صادق علیہ السلام نے بھی خاندان بنی امیہ سے ایک عورت کے جنازہ کی اسیطرح

اصول کافی مین اسکے بعد ایک دوسری روایت مذکور ہے جسمین اسی قسم کا قصہ جناب امام حسین علیہ السلام سے منسوب کیا گیا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا من المنافقین مات فخرج الحسین بن علی صلوات اللہ علیہما یمشی معہ فلقیہ مولی لہ فقال لہ الحسین علیہ السلام این تذہب یا فلان قال فقال لہ مولاہ افر من جنازۃ ہذا المنافق ان اصلی علیہا فقال لہ الحسین علیہ السلام انظر ان تقوم علی یمینی فما سمعتنی اقول فقل مثلہ فلما ان کبر علیہ ولیہ قال الحسین علیہ السلام اللہ اکبر اللہم العن فلانا عبدک الف لعنۃ مؤتلفۃ غیر مختلفۃ اللہم اخز عبدک فی عبادک و بلادک و اصلہ حر نارک واذقہ اشد عذابک فانہ کان یتولی اعداءک

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ منافقون مین سے ایک شخص مر گیا تو امام حسین علیہ السلام اوس کے جنازہ کے ساتھ چلے رستہ مین امام حسین علیہ السلام کا ایک غلام ملا امام حسین علیہ السلام نے اوس سے پوچھا کہ اے فلانے تو کہان جاتا ہے اوس نے کہا کہ مین اس منافق کے جنازہ کی نماز سے بھاگتا ہون امام حسین علیہ السلام نے اوس سے فرمایا کہ تو میرے سیدھے ہاتھ پر کھڑا ہو جائیو اور میرا قول سنیو جو مین کہون وہی تو کہیو جب اوس میت کے ولی نے تکبیر کہی تو جناب امام حسین نے اللہ اکبر کے بعد یون کہنا شروع کیا کہ اے اللہ اس اپنے بندے پر لعنت کر ہزار لعنتین جو ساتھ ساتھ ہون مختلف نہون اے اللہ اس اپنی بندے کو اپنے بندون مین اور شہرون مین ذلیل کر اپنی آگ کی سوزش مین اوس کو پہنچا اور اپنے عذاب کی سختی اوسکو چکھا بیشک وہ اون مین سے تھا جو تیرے دشمنون سے دوستی رکھتے ہین

یہ وہی معاملہ ہے جیسا کہ نصاری کے اعتقاد مین جناب مسیح علیہ السلام نے عیسائیون
کے گناہون کے کفارہ مین اپنی جان دیدی کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

اس روایت مین دو لطیفے ہین ایک یہ کہ شیعون کی ایسی حالت تھی کہ اگرچہ دنیا مین
یہود و نصاری اور مشرکین بھی موجود تھے مگر خدا کا قہر شیعون پر ہی نازل ہونے والا تھا
اور جب حضور ائمہ کے وقت یہ حالت تھی تو اب خدا جانے کیا نوبت ہے اگر امام کی جان نے
کفارہ بنکر دنیا مین نزول عذاب کو نہ روکا ہوتا تو اب تک خدا کے قہر سے سب ہلاک ہو گئے
ہوتے۔

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ جو گناہ شیعون نے کئے تھے اونکو امام معصوم کی جان عزیز
سے کیا تعلق اگر قوم اپنے امام کی ہدایت کو نہ مانے تو امام کا کیا قصور۔

اب حضرات شیعہ انصاف کرکے فرمائین کہ عیسائیون کے قول مین اور اس کفارہ مین
کیا فرق ہے۔

اے حضرات شیعہ اپنے متقدمین کی حالت کو دیکھو کہ اونپر امم سابقہ کی طرح دنیا
مین ہی خدا کا قہر نازل ہونے والا تھا امام کی جان گئی تب دنیاوی عذاب رکا مگر
آخرت کا معاملہ درپیش ہے۔

علمای شیعہ کو خوف ہی کہ کہین عوام پر یہ راز فاش نہ ہو جائے کہ ائمہ کی یہ
عادت تھی کہ غیب کی خبرین بطور پیشین گوئی کے بیان فرمایا کرتے تھے اور اونکے وقت
مقرر کر دیا کرتے تھے جب وہ وقت گذر جاتا اور ان خبرون کا ظہور نہوتا تو ائمہ اپنی بات

نماز پڑھی تھی　۵

حسرت نکالی لاش پہ بھی کوس کوس کے	دین بد دعائین خبث کلیجہ مسوس کے

اب ہم حضرات شیعہ سے انصاف چاہتے ہین کہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کا ایسے جنازہ کی جسکے لئے دعاے مغفرت جایز نہ ہو مسلمانون کے دکھانے کے لئے نماز پڑہنا اور باطن مین بد دعا کرنا اور مسلمانون کو ایسے شبہ مین ڈالنا جس سے وہ پیغمبر علیہ السلام یا ائمہ کو ایک بیدین کے جنازہ کی نماز پڑھتے دیکھ کر بیدین کو دیندار اور بیدینی کو دین سمجھ جاوین شان نبوت اور امامت کے منافی ہے یا نہین۔

۶ **عوام** پر اگر یہ راز کھل جائے کہ شیعون پر خدا کا قہر نازل ہونے والا تھا امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی جان کا فدیہ دیکر دنیاوی عذاب سے بچایا تو اُن کو عجیب خلجان ہوگا کہ یہ کیا معاملہ ہے چنانچہ اصول کافی[۹۸] مین روایت ہے کہ

(حاشیہ: شیعون پر خدا کا قہر نازل ہونے والا تھا امام موسی نے اپنی جان دیکر بچا لیا)

عن ابی الحسن علیہ السلام قال ان اللہ غضب علی الشیعۃ فخیرنی نفسی او ہم فوقیتہم واللہ بنفسی	امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ غضبناک ہوا ہے شیعون پر اور مجھکو اختیار دیا ہے کہ یا تو مین اپنی جان دون یا وہ ہلاک ہو جاوین (یعنی ان دونون مین سے جو چاہون اختیار کرون) اب واللہ مین اپنی جان دیکر اون کو بچاتا ہون۔

---

[۹۸] اصول کافی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۱۵۹

بدلکر ائمہ کی بات بھی بگاڑی قتل حسینؓ کی پہلے سے خدا کو خبر تھی مگر شاید اللہ کو پہلے سے یہ معلوم نہو گا کہ اس حادثہ کی وجہ سے اللہ کو غصہ آجاویگا اسیوجہ سے سن ستر مقرر کئے تھے مگر بعد ظہور اس حادثہ کے جب اللہ کو یکایک غضب آگیا اس ضد مین اللہ نے وہ وقت بدلدیا ایک سخت تعجب اس مقام پر یہ ہے کہ ظہور مہدی علیہ السلام شیعون کے حق مین باعث رحمت وکامیابی اور ظالمون کے حق مین موجب عقاب وناکامی تھا پس خروج مہدیؑ جو روکا گیا تو درحقیقت شیعون کے واسطے مصیبت بڑھائی گئی جو اونکے حق مین ایک قسم کا عذاب تھا پھر یہ کیسا غصہ ہی جس سے انھین کو نقصان پہنچا جو جناب امام حسین علیہ السلام کے طرفدار تھے شاید شدت غضب کی بے اختیاری مین دوست دشمن کا تمیز نہ رہا اور جب شیعی اللہ کی راے بدلنے اور ائمہ کی خبر غلط ہوجانے کے قائل ہوگئے تو کیا عجب ہی کہ حالت غضب کی بے اختیاری بھی اللہ کے واسطے تجویز کرلین۔

اور اگر اللہ پر احسان کرین اور ایسی بے اختیاری اوسکے واسطے جایز نہ رکھین تو دوسری مشکل پیش آوے گی اور وہ یہ ہی کہ اس شبہ کا کیا جواب ہی کہ قتل حسین کی وجہ سے شیعون پر اللہ کا غضب کیون ہوا اس لاحل شبہ کا جواب اسکے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ بیشک اللہ کا علم ہی تھا کہ درحقیقت شیعون کو قتل حسینؓ مین کچھ دخل ہی اس لئے کہ جنھون نے امام علیہ السلام کو خط لکھے تھے اور کوفہ مین بلایا تھا اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نہایت خلوص واعتقاد کے ساتھ امام کی بیعت کی تھی اونکے شیعہ ہونے

بنانے کے لئے یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم کیا کریں اللہ کی رائے پہلے وہی تھی جو ہم نے خبر دی تھی مگر بعد کو اللہ کی رائے بدل گئی اگر عوام یہ بھید پا جائیں تو ائمہ تو درکنار خدا سے بداعتقاد ہو جائیں۔ اصول کافی[۱] میں ابو حمزۃ الثمالی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

عن ابی حمزۃ الثمالی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول یا ثابت ان اللہ تبارک و تعالی قد کان وقت ھذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومائۃ فحدثناکم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع السر و لم یجعل اللہ بعد ذلک وقتا عندنا قال ابو حمزۃ فحدثت بذلک ابا عبد اللہ علیہ السلام فقال قد کان ذلک

میں نے سنا کہ امام باقر علیہ السلام ثابت سے فرماتے تھے کہ اللہ نے یہ امر (یعنی ظہور مہدی) سنہ ستر ہجری میں پہلے سے مقرر کیا تھا مگر جب حسین علیہ السلام کو قتل کیا تو اللہ کا غصہ زمین والوں پر بڑھ گیا اور اس نے ظہور مہدی کے وقت کو ٹال دیا اور سنہ ایکسو چالیس مقرر کر دئے یہ حدیث ہمنے تم سے بیان کی تم نے اس حدیث کو مشہور کر دیا اور اس راز کا پردہ فاش کر دیا تو اللہ نے سنہ ایکسو چالیس میں بھی ظہور مہدی کو ملتوی کر دیا اور اب اللہ نے اوسکا کوئی وقت ہمارے لئے مقرر نہیں کیا ابو حمزہ کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق سے بیان کی انھوں نے فرمایا کہ بیشک یہی ہوا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رائے ہمیشہ پلٹا کھاتی ہے اور اس نے اپنی رائے

---

[۱] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۳۲

یہ آیت سورۂ یوسف مین ہی قصہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سب بھائی غلہ لیکر مصر سے رخصت ہوتے اور حضرت یوسفؑ کو یہ منظور تھا کہ کسیطرح اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو روک لین مگر حضرت یوسفؑ کے دس بھائی جو اور تھے وہ بنیامین کو چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے اس لئے کہ حضرت یعقوبؑ سے عہد کرکے لائے تھے کہ بنیامین کو ضرور ساتھ لاوینگے پس حضرت یوسف نے بنیامین کو روکنے کی تدبیر یہ کی کہ ایک قیمتی ظرف بنیامین کے اسباب مین اسطرح باندھ دیا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی ممکن ہے کہ اس سے حضرت یوسفؑ کی یہ غرض ہو کہ بنیامین جب اس ظرف کو اپنے اسباب مین دیکھین گے تو اُس کے واپس کرنے کے لئے پھر یہان آتینگے اُس وقت اونکو روک لینے کا موقع ہوگا جب وہ قافلہ چلا گیا ہوا اور خادمون نے اُس ظرف کو موجود نہ پایا ہو تو شاید اُس قافلہ والون پر شبہ کیا اس لئے ایک خادم چیختا ہوا دوڑا چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔

ثم اذن موذن ایتہا العیر انکم لسارقون کہ پھر پکارا ایک پکارنیوالا کہ ای قافلہ والو کیا تم چور ہو اس آیت سے ظاہر ہی کہ حضرت یوسف نے اُنکو چور نہین کہا بلکہ کسی اور نے کہا تھا اور اُس نے بھی شاید بطور استفہام کہا ہو امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو یہ فرمادیا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیون سے (انکم لسارقون) کہا تھا یہ ظاہر قرآن کے خلاف ہی اور پیغمبر معصوم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ اونھون نے بے وجہ ایک دنیاوی غرض کے لئے جھوٹ بولا اور جھوٹ بھی ایسا سخت کہ بیگناہون پر

مین کیا شبہ تھا مگر جب ابن زیاد کی قوت غالب ہوگئی تو تقیہ کا وقت آگیا اسی مجبوری مین مسلم اور اونکے معصوم بچون پر گذری جو کچھ گذری۔

	امن و امان کے رستے جب بند ہوگئے		جو شیعہ تھے تقیہ کے پابند ہوگئے	

ائمہ نے نا اہلونسے حدیث کیون بیان کی جنھون نے مشہور کردی اور اہل نا اہل مین اونکو تمیز کیون نہ ہوئی۔

۸ مذہب شیعہ مین بلا ضرورت کسی فائدہ کے لئے جھوٹ بولنا افضل اور سنت انبیاء ہے

عوام سے چھپانا بھی مصلحت ہے کہ مذہب شیعہ مین بلا ضرورت کسی فائدہ کے لئے جھوٹ بولنا بھی تقیہ اور سنت انبیا ہے۔ چنانچہ اصول[۱] کافی کی کتاب الایمان و الکفر مین باب تقیہ مین مذکور ہے کہ

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام التقیۃ من دین اللہ قلت من دین اللہ قال ای واللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف ایتہا العیر انکم لسارقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئا	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے تقیہ امور دین اللہ مین سے ہے (راوی کہتا ہے) کہ مین نے پوچھا کہ کیا تقیہ دین کے کامون سے ہے تو امام نے کہا کہ ہان خدا کی قسم دین کا کام ہے اور بیشک یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ (اے قافلہ والو بیشک تم چور ہو) واللہ اونھون نے کچھ چرایا نہ تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت دنیاوی سے جھوٹ بولدینا بھی تقیہ ہے نہ تقیہ کے واسطے مصلحت دینی شرط ہے نہ حالتِ خوف اسلئے کہ حضرت یوسف نے خود ہی اپنے بھائی کے اسباب مین پیالہ رکھدیا اور اونکو چور بتایا نہ یہ امر دین تھا نہ حالتِ خوف۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی کو تقیہ فرمایا اور چونکہ تقیہ منجملہ دین اللہ ہے بس جھوٹ بولنا بھی دین کا کام ہوا۔ نعوذ باللہ منہا

	کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا		تقیہ ہمنے کیا تھا ہمین ثواب ملا	

[۱] اصول کافی صفحہ ۴۸۴

وہنوز از معانقہ فارغ نشدہ بودند کہ جبرئیل بر حضرت یوسف نازل شد و
خطاب مقرون بعتاب از جانب رب الارباب آورد کہ اے یوسف خداوند
عالمیان میفرماید کہ ملک و بادشاہی ترا مانع شد کہ پیادہ شوی براے
بندۂ شایستۂ صدیق من دست خود را بکشا چون دست را کشود از کف دستش
و بروایت از میان انگشتانش نورے بیرون رفت یوسف گفت این چہ
نور بود اے جبرئیل گفت نور پیغمبری بود واز صلب تو پیغمبر بہم نخواہد رسید
بعقوبت انچہ کردی نسبت بیعقوب کہ براے او پیادہ نشدی"۔
اس روایت مین جب ملّا باقر مجلسی کو یہ مشکل نظر آئی کہ جب انبیاء کی عصمت کا اعتبار نہ رہا تو
ایمہ معصومین کی عصمت کا کیا اعتبار ہوگا اس لئے ملّا صاحب نے اس مشکل سے بچنے کے
لئے بڑی سہل ترکیب سوچ لی اور یون لکھدیا۔
"مولف گوید کہ بعضے این احادیث را بر تقیہ حمل کردہ اند چون این در طریقہ عامہ منقول است"
اسکا حاصل یہ ہوا کہ اکثر مجتہدین شیعہ تو اس روایت کو سچا مانتے ہین مگر بعض مجتہدین شیعہ
کا یہ قول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ روایت سچی نہین بیان کی بلکہ کسی مصلحت
سے جھوٹ بولا ہے۔ اور قرینہ اس جھوٹ بولنے کا یہ نکالا گیا ہے کہ یہ روایت بطریقہ عامہ بھی
منقول ہے۔ عامہ سے اہل سنت مراد ہین۔ مطلب یہ ہوا کہ امام کا یہ قول اس وجہ سے
جھوٹا ہے کہ اہل سنت کی مطابق ہے۔ حالانکہ یہ ملا صاحب کا محض افترا ہے کہ اہل سنت کی طرف
بھی اس روایت کو منسوب کیا۔

چوری کا الزام لگایا اسی کو امام نے تقیہ فرمایا جو موجب ثواب ہی اور اسی کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ دنیاوی غرض کے لئے جھوٹ بولنا تقیہ ہے اور ثواب ہی اور سنت انبیاء ہی۔

اسکے بعد کا قصہ جو قرآن سی ظاہر ہوتا ہی وہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو اُنھون نے فوراً اپنے سوتیلے بھائیون کا اسباب دیکھا اور اس طریقہ سے اُنکی بیگناہی ظاہر کردی البتہ اپنے حقیقی بھائی کی برارت کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا اس لئے کہ اُنکا بھائی اس تاخیر برارت پر راضی تھا علاوہ اسکے جو برارت بعد کو ہوئی وہ اکمل تھی۔ قطع نظر اسکے الزام بطور شبہ کے تھا نہ یقینی طور پر۔ اور ممکن ہی کہ بحکم وحی یہ تاخیر کی ہو۔ بہرحال قرآن سے حضرت یوسفؑ پر جھوٹ بولنے کا الزام نہین ثابت ہوتا۔

شاید شیعون کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کی قدر اسوجہ سے کم ہی کہ اونکی روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر مین نورِ نبوت اُنکی ذات سے نکلگیا تھا۔ اور آیندہ کو بھی اونکی اولاد مین نبوت کا سلسلہ گم ہوگیا تھا۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[۵۹] مین لکھا ہی:

"وبچندین سند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام منقول ست کہ چون یوسف علیہ السلام باستقبال حضرت یعقوب علیہ السلام بیرون آمد و یکدیگر را ملاقات کردند یعقوب پیادہ شد و یوسف را شوکتِ بادشاہی مانع شد و پیادہ نشد

شیعون کے نزدیک حضرت یوسف کی ذات سے نور نبوت نکل گیا

[۵۹] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۱۷۴

علیہ السلام یقول اختلاف بنی العباس من المحتوم والنداء من المحتوم وخروج القائم من المحتوم قلت وکیف النداء قال ینادی مناد من السماء اول النہار الا ان علیا علیہ السلام وشیعتہ ہم الفائزون قال وینادی مناد آخر النہار الا ان عثمان وشیعتہ ہم الفائزون	علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ بنی عباس مین اختلاف پڑنا بھی یقینی ہے اور ندا بھی یقینی ہے اور مہدی کا خروج بھی یقینی ہے مین نے پوچھا کہ ندا کسطرح ہوتی ہے تو اونھون نے فرمایا کہ اول نہار مین ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ علی علیہ السلام اور اونکے گروہ والے مراد کو پہونچین گے پھر فرمایا اور شام کے وقت ایک منادی ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ عثمان اور اونکے گروہ والے مراد کو پہونچین گے۔

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ منادی غیب جسطرح حضرت علیؑ اور اونکے ساتھیون کے مناقب بیان کرتا ہے اوسی طرح حضرت عثمانؓ اور اونکے ساتھیون کے بھی مناقب بیان کرتا ہے۔ ۵۰

ہے ابھی دونون طرف باقی لگاوٹ یار کی
صبح کو تعریف میری شام کو اغیار کی

یہ روایت تقیہ پر بھی محمول نہین ہو سکتی اسلئے کہ محتوم کے لفظ سے مؤکد ہے جسکے معنی یقینی اور قطعی کے ہین اسکے علاوہ اگر تقیہ ہوتا تو اختلاف بنی عباس اور قایم آل محمد کا ذکر نہ ہوتا۔ اب حضرات شیعہ یقین کرلین کہ مراد پانے والے وہی لوگ ہین جو دونون کی تعظیم کرتے ہین اور جو شخص ان دونون مین سے کسی سے سوء اعتقادی رکھتا ہے وہ

ائمہ کے اقوال مین تقیہ کا احتمال ایسا جاری ہی کہ اب اونکا کوئی قول قابلِ اعتبار نہ رہا جس قول کو چاہا مانا اور جو قول پسند نہ آیا اوسکو یہ کہدیا کہ کسی مصلحت سے امام نے جھوٹ بولا ہے۔

مین نے حیات القلوب کی پہلی جلد کو کہین کہین بنظرِ سرسری دیکھا ہی۔ اس سرسری نظر مین بیسیون روائتین ایسی نظر پڑین جو ائمہ سے منقول ہین اور تقیہ پر محمول ہین۔ جب ایک کتاب مین ایسی روائتین اتنی ملین تو شیعونکی سب کتابون مین سیکڑون روائتین ایسی ہونگی جو باحتمالِ تقیہ جھوٹی سمجھی گئین۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ ائمہ کی زبان پر ہمیشہ جھوٹی باتین جاری رہا کرتی تھین معاذ اللہ منہا۔ ہرگز ائمہ کی ایسی شان نہ تھی جیسی کہ علمای شیعہ نے بنادی۔ جیسی عصمت علمای شیعہ ائمہ کے لئے ثابت کرتے ہین ایسی عصمت ہر شخص اپنے لئے ثابت کرسکتا ہی۔ جو سچ بولا وہ مقتضائے عصمت تھا اور جو جھوٹ بولا وہ مقتضائے تقیہ کسی طرح عصمت مین خلل نہین آتا۔

۹ **عوام** پر اس راز کا ظاہر ہونا بھی خلافِ مصلحت ہی کہ صبح کو آسمان سے یہ آواز آتی ہی کہ علیؓ اور اُن کے گروہ والے مراد پانے والے ہین اور شام کو آسمان سے یہ آواز آتی ہے کہ عثمانؓ اور اونکے گروہ والے مراد پانے والے ہین چنانچہ کلینی نے کتاب[۱] الروضہ مین روایت کی ہے۔

عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت ابا عبد اللہ | محمد بن علی الحلبی کہتا ہی کہ مین نے امام جعفر صادق

---

[۱] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۶

یہ مسئلہ تو متعہ سے بھی بڑھگیا متعہ مین ایک مدت معین تک معاہدہ تو ہوتا تھا اسمین کسی قسم کا معاہدہ نہین اور اس روایت کے مطابق فساق جو زنانِ بازاری سے زنا کرتے ہین سب جائز۔

منظور ہے کہ سیم تنون کا وصال ہو
مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

اگر عوام کو یہ خبر ہو جائے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام ابو حنیفہؓ کی اونکے سامنے بہت تعریف کی اور جب ابو حنیفہؓ اونکی مجلس سے اوٹھ گئے تو برائی کی تو خواہ مخواہ عوام کو امام کی طرف سے بدگمانی ہوگی کہ ایسی حرکت تو عوام کو بھی جائز نہین نہ کہ امام کو۔ کافی کی کتاب[1] الروضہ مین ہے۔

عن محمد بن مسلم قال دخلت علی ابی عبد اللہ علیہ السلام و عندہ ابو حنیفہ فقلت لہ جعلت فداک رائت رؤیا عجیبۃ فقال لی یا ابن مسلم ھاتھا فان العالم بہا جالس و اومی بیدہ الی ابو حنیفہ فقلت رائت کانی

محمد بن مسلم سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور اونکے پاس ابو حنیفہؒ تھے مین نے امام سے کہا کہ مین آپ پر قربان ہو جاؤن مین نے ایک عجیب خواب دیکھی ہے امام نے کہا اے ابن مسلم بیان کر اس لئے کہ تعبیر کے عالم بیٹھے ہوئے ہین اور اپنے ہاتھ سے ابو حنیفہؒ کی طرف اشارہ کیا راوی کہتا ہے کہ مین نے کہا کہ مین نے

---

[1] کافی کی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۳۶

نامراد ہے۔

عوام یہ سنکر بھی متحیر ہونگے کہ شیعونکی روایتون سے یہ پایا جاتا ہے کہ نکاح کے لئے نہ ایجاب و قبول بصیغۂ نکاح شرط ہے نہ نیت نکاح شرط ہے اگر تنہائی مین بہ نیت زنا بھی عورت و مرد راضی ہو جائین تو وہ بھی زنا نہین بلکہ نکاح ہے۔ فروع[1] کافی کی کتاب النکاح مین عبدالرحمن ابن کثیر نے امام جعفر صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ

۱۰ اگر تنہائی مین بہ نیت زنا بھی عورت و مرد جمع ہو جائین تو شیعون کے نزدیک زنا نہین نکاح ہے

عن ابی عبد الله علیه السلام قال جاءت امرءة الی عمر فقالت انی زنیت فطهّرنی فامر بها ان ترجم فاخبر بذلک امیر المومنین صلوات الله علیه فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیة فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنه من نفسی فلما اجهدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنته من نفسی فقال امیر المومنین علیه السلام تزویج ورب الکعبة	امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور اوس نے کہا کہ مجھسے زنا سرزد ہو گیا بتم اس گناہ سے مجھکو پاک کردو عمرؓ نے اوس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا امیر المومنین علیہ السلام کو اس قصہ کی خبر ہوئی تو اونھون نے پوچھا کہ توکس طرح زنا مین مبتلا ہوئی اوس نے کہا کہ مین جنگل مین گئی تھی وہان مجھکو سخت تشنگی واقع ہوئی مین نے ایک گانوٴن والے سے پانی مانگا اوس نے کہا کہ جب تک تو مجھسے راضی نہ ہوجائے اوسوقت تک پانی نہ دونگا جب مجھکو اپنی جان کا خوف ہوا تو اوس نے مجھے پانی پلادیا اور مین اوسکی خواہش پر راضی ہوگئی یہ سنکر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم یہ تو نکاح ہے۔

[1] فروع کافی جلد ثانی مطبوعہ لکھنؤ کتاب النکاح ص [illegible]

علیہ وھو مخطی قال نعم حلفت علیہ انہ اصاب الخطاء	مین نے قسم اس بات پر کھائی تھی (انہ اصاب الخطاء) یعنی وہ غلطی پر پہنچ گئے۔

میرے آگے مری تعظیم بہ تعریف بھی ہے
پیچھے بدگوئی نہ کہین غیر کی تالیف بھی ہے

اب حضرات شیعہ انصاف فرماؤ کہ تمھارے راویون نے کیسی کیسی باتین امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کر دین امام کے تقدس کو غور کرو کیا اونکی یہ حالت تھی کہ سامنے کچھ اور پیچھے کچھ۔ امام ابو حنیفہؒ مین بجز علم کے اور قوت کیا تھی جسکی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام تقیہ کرتے قطع نظر اسکے تقیہ کا کوئی موقع نہ تھا ابن مسلم نے خواب کی تعبیر امام سے پوچھی تھی اُسکو خود ہی جواب دیدیتے اسمین کسی حضرت کا خوف نہ تھا امام جعفر صادقؑ نے عمدًا امام ابو حنیفہؒ کی طرف ابن مسلم کو متوجہ کیا اور امام ابو حنیفہؒ کو عالم بتایا اور جو تعبیر امام ابو حنیفہؒ نے بیان کی اوسکو قسم کھاکر صحیح اور صواب کہا اور جب امام ابو حنیفہؒ اوٹھ گئے تو اونکی تعبیر کو غلط کہا۔ آخر ابن مسلم نے خود ہی امام پر اعتراض کیا کہ ابھی تو آپ قسم کھاکر کہہ چکے ہین کہ تعبیر صحیح بیان کی اور اب جو وہ چلے گئے تو اونکی تعبیر کو غلط کہتے ہو۔ اس اعتراض کے جواب مین جب امام سے کچھ نہ بن پڑا تو اپنی قسم کی نہایت عجیب تاویل کی۔

افسوس کہ امام معصوم پر ایسی تہمتین اوسی قوم نے لگائین جو حد سے زیادہ اونکی محبت مین غلو رکھتے تھے۔ اب فرمایئے کہ امام کی کس بات کو سچ کہین اُن کی

دخلت داری واذا اهلی
قد خرجت علیّ فکسرت جوزا
کثیرا ونثرته علیّ فتعجبت
من هذه الرؤیا فقال
ابو حنیفه انت رجل تخاصم
وتجادل لیاما فی مواریث اهلک
فبعد نصب شدید تنال
حاجتک منها انشاء الله
فقال ابو عبد الله علیه السلام
اصبت والله یا ابا حنیفه قال
ثم خرج ابو حنیفه من عنده
فقلت له جعلت فداک انی
کرهت تعبیر هذا الناصب
فقال یا ابن مسلم لا یسوءک الله فما
یواطی تعبیرهم تعبیرنا ولا تعبیرنا تعبیرهم
ولیس التعبیر کما عبره قال فقلت له
جعلت فداک فقولک اصبت

یہ دیکھا ہی کہ گویا مین اپنے گھر مین گیا ہون اور میری
بی بی میری طرف آئی اور اوس نے کچھ اخروٹ توڑ کر
اور مجھپر پھینکدے مجھکو اس خواب سے تعجب ہی ابو حنیفہ
نے کہا کہ تجھکو اپنی بی بی کی میراث کی بابت شوم آدمیون
سے خصومت اور لڑائی کرنا پڑے گی اور بہت سی مشقت
کے بعد انشاء اللہ تیری حاجت پوری ہوگی۔ یہ سنکر
امام علیہ السلام نے فرمایا (اصبت واللہ یا ابا حنیفہ)
یعنی خدا کی قسم بہت ٹھیک جواب دیا تم نے ای ابو حنیفہ
راوی کہتا ہی پھر ابو حنیفہ اونکے پاس سے چلے گئے تو
مین نے امام سے کہا کہ مین آپ پر قربان ہو جاؤن
مجھکو اس ناصبی کی تعبیر ناپسند ہی تو امام نے کہا کہ اے
ابن مسلم ان لوگون کی تعبیر ہماری تعبیر سے مطابق
نہین ہوتی اور نہ ہماری تعبیر انکی تعبیر سے مطابق ہو
ابو حنیفہ نے جو تعبیر بیان کی ہی وہ ٹھیک نہین ہی راوی
کہتا ہی کہ تب تو مین نے امام سے یہ کہا کہ آپ نے تو اوسسے
کہا تھا کہ تم نے صحیح جوابدیا اور اوسپر قسم کھائی تھی حالانکہ
اونھون نے تعبیر مین خطا کی تھی امام نے کہا کہ ہان

ثم قال له انظر این المشتری فقال ما اراه فی الفلك وما ادری این هو قال فنحاه واخذ بید رجل من الهند فعلمه حتی ظن انه قد بلغ فقال انظر الی المشتری این هو فقال ان حسابی لیدل علی انك انت المشتری قال فشهق شهقة فمات وورث علمه اهله فالعلم هناك

کامل ہوگیا تو اُس سے پوچھا کہ بتا مشتری کہان ہی تو اس نے کہا کہ مین اسکو آسمان پر نہین دیکھتا اور یہ مین نہین جانتا کہ وہ کہان ہے، امام نے فرمایا کہ یہ سنکر مشتری نے اوسکو جدا کردیا اور ہند کے ایک شخص کا ہاتھ پکڑا اور اسکو نجوم سکھایا جب مشتری نے جان لیا کہ وہ اس فن مین کامل ہوگیا تو اوس سے پوچھا کہ مشتری کو دیکھ کہ اسوقت وہ کہان ہی اس نے کہا کہ میرا حساب یہ بتاتا ہی کہ تو مشتری ہی یہ سُنکر مشتری نے ایک نعرہ مارا اور مرگیا اُسکے بعد اس ہندی نے جس نے علم سیکھ لیا تھا اپنے خاندان کو اس علم کا وارث بنایا پس یہ علم اوسی مُلک مین ہی۔

اس کے بعد اسی کتاب مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک دوسری روایت ہی

عن ابی عبد الله علیه السلام قال سئل عن النجوم وقال لا یعلمها الا اهل بیت من العرب واهل بیت من الهند

کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ اون سے کسی نے نجوم کی حقیقت پوچھی تو اوُنھون نے فرمایا کہ نجوم کو کوئی نہین جانتا مگر ایک خاندان عرب کا اور ایک خاندان ہند کا۔

اور کتاب الروضہ مین حمران[1] سے روایت ہے کہ

---

[1] فروع کافی جلد ۳ مطبوعہ لکھنؤ کتاب الروضہ صہ ۱۳۰

قسم بھی تو قابلِ اعتبار نہیں۔

شاید امام صادق علیہ السلام ابن مسلم سے تقیہ کرتے ہونگے پہلے اس امر کا خیال نہ رہا اسی لئے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی اور اُنکی تعبیر کو بھی صحیح کہا جسکو قسم سے بھی موکد کیا اسکے بعد امام کو یہ خیال ہوا کہ ابن مسلم کے سامنے امام ابو حنیفہ کی تعریف خلافِ مصلحت ہے اسلئے اسکے بعد جو گفتگو کی وہ بطور تقیہ کے تھی اور قرینہ اسکا ابن مسلم کی یہ گستاخی ہے کہ امام کا ذرا بھی ادب نہ کیا اور اونکے سامنے اونپر اعتراض کیا کہ ابھی تو آپ قسم کھا کر ابو حنیفہ کی تعبیر کو سچا کہہ چکے ہین اور اب غلط کہتے ہین۔

١٢ [illegible]

عوام یہ سُنکر بھی شبہ مین پڑینگے کہ ائمہ علمِ نجوم کو بھی سچا بتاتے تھے اور اس بات کے بھی قائل تھے کہ نجوم کے حساب سے غیب کی خبرین معلوم ہو جاتی ہین اور ستارون کی سعادت اور نحوست کے بھی قایل تھے اور اپنے سوا ہندوستان کے جوتشی پنڈتون کو بھی اس فن مین بڑا کامل جانتے تھے۔ کلینی نے کتاب[1] الروضہ مین معلی بن خنیس سے روایت کی ہے کہ

عن معلی بن خنیس قال سالت ابا عبد اللہ ع عن النجوم احق ھی فقال نعم ان اللہ عز وجل بعث المشتری الی الارض فی صورۃ رجل فاخذ رجلا من العجم فعلمہ النجوم حتی ظن انہ قد بلغ

مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ نجوم حق ہے اونھون نے کہا کہ ہان حق ہے اللہ نے مشتری ستارے کو آدمی کی صورت بنا کر زمین پر بھیجا تھا اُس نے عجم کے ایک شخص کو شاگرد بنایا اور نجوم سکھایا جب مشتری کو یہ گمان ہوا کہ یہ شخص نجوم سیکھ کر

[1] فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۳

پاس جفر بھی ہے اور وہ چمڑے کا ایک برتن ہے جسمین سے تمام علوم نکل آتے ہین چنانچہ اصول[1] کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

قال وان عندنا الجفر وما یدریھم ما الجفر قال قلت وما الجفر قال وعاء من ادم فیہ علم النبیین والوصیین وعلم العلماء الذین مضوا من بنی اسرائیل

فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے اور ہمارے پاس جفر ہے اور وہ کیا جانین کہ جفر کیا ہے راوی (ابو بصیر) کہتا ہے کہ مین نے پوچھا کہ جفر کیا چیز ہے تو امام نے فرمایا کہ چمڑے کا ایک ظرف ہے اوس مین انبیا اور اوصیا اور علمائے بنی اسرائیل کے علم بھرے ہوئے ہیں

سبحان اللہ علم سینون مین ہوتا ہے یا چمڑے کے برتن مین۔ شاید اوس ظرف مین قواعد جفر کے مطابق حروف کے نقشے لکھے ہونگے جیسے فالنامے ہوتے ہین آنکھین بند کر کے اُنگلی رکھی جس خانہ مین انگلی پہنچی وہین سے مطلوب معلوم ہوگیا ان روایات سے بخوبی یہ پتا ملگیا کہ شیعونکی نقل کے بموجب ائمہ کے سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ تھے بلکہ نجوم اور جفر اور ستارونکی نحوست وغیرہ کی بھی اٹکلین لگائی جاتی تھین اور انھین ذریعون سے علوم انبیا و اوصیاء متقدمین معلوم ہوجاتے تھے اسکے علاوہ اونکے پاس ایک اور قرآن بھی تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نازل ہوا تعجب اور قرآن رسول کا ایک حرف بھی اوس مین نہ تھا چنانچہ اصول[2] کافی کی حدیث کا ایک فقرہ جو ہمنے نقل کیا اوسکے بعد یہ ہے۔

ثم قال وان عندنا المصحف — پھر امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اور ہمارے پاس مصحف

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۴۶

قال من سافر او تزوج والقمر فی العقرب لم یر الحسنیٰ	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ جس نے سفر کیا یا نکاح کیا ایسے وقت مین کہ قمر در عقرب ہو وہ بھلائی نہ دیکھے گا۔

امام نے جو یہ فرمایا کہ نجوم کا جاننے والا ایک خاندان عرب مین ہے اور ایک خاندان ہندمین تو عرب کے خاندان سے تو اونھون نے اپنا خاندان مراد لیا اور ہندمین پنڈتون کا خاندان ہے تس مین مشہور ہے۔ مشتری فقط ایک ہندی کو سکھا گیا تھا شاید عرب مین کسی طرح ہند سے یہ فن پہنچا ہوگا۔ قمر در عقرب کی نحوست کی بھی امام نے تصریح فرمادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ کا خواص نجوم پر بھی عمل تھا۔ نعوذ باللہ منہا۔

ہر مہینہ کا آخری چہارشنبہ بھی منحوس ہے ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[۱] کی جلد اول باب دوم فصل پنجم مین احوال اولاد آدم کے ضمن مین لکھا ہے۔

"وبسند معتبر از امام رضا منقولست کہ مردے از اہل شام از امیر المومنین پرسید از قول خدا کہ روزے کہ مرد از برادرش بگریزد چیست فرمود کہ قابیل ست کہ از برادرش ہابیل خواہد گریخت پرسید از نحوست روز چہارشنبہ فرمود کہ آن چہارشنبہ آخر ماہ ست کہ در تحت الشعاع واقع شود"

یہ وہ امور ہین جنکی اسلام نے جڑ اکھیڑ دی تھی رواۃ شیعہ نے ائمہ پر بہتان باندھکر پھر انکو دین مین داخل کیا۔ اسکے علاوہ ائمہ سے یہ بھی نقل کردیا کہ وہ کہتے تھے کہ ہماری

[۱] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۶۹

وہ علوم اُس چمڑے کے تھیلے مین سے بقاعدہ جفر ماخوذ ہوتے تھے یا بحساب نجوم معلوم ہوتے تھے یہ وہ ذریعے ہین جنکو نے اسلام بھی شرط نہین۔

افسوس کہ ان مقدس ائمہ اہل بیت پر رواۃ شیعہ نے کیا کیا الزام لگادئے جن سے وہ بزرگوار اہل سنت کے اعتقاد کے بموجب یقیناً مبرا تھے۔

عوام یہ سُنکر بھی سخت پریشان ہونگے کہ جو لوگ مذہب شیعہ کو ائمہ سے نقل کرتے ہین وہ یہ بھی کہتے ہین کہ ائمہ نے یہ عقائد خفیہ ہم کو سکھادئے تھے اور وہ سب کے سامنے ان عقائد کی مخالفت کرتے تھے مگر ہمسے یہ کہدیا تھا کہ تم جو کچھ ہمسے معلوم کر چکے ہو اُسی پر جمے رہیو اور اُسکے خلاف جو کچھ ہم کہین وہ دفع الوقتی ہے چنانچہ اصول[۵] کافی مین نضر خثعمی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

عن نضر الخثعمی قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول من عرف انا لا نقول الاحقا فلیکتف بما یعلم منا فان سمع منا خلاف ما یعلم فلیعلم ان ذلک دفاع منا عنہ	مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سُنا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ہم حق کے سوا اور کچھ نہین کہتے اوسکو چاہئے کہ جو کچھ ہم سے معلوم کر چکا ہے اوسی پر جمارہے اور اگر ہم سے خلاف اُن باتون کے سُنے جو معلوم کر چکا ہے تو یہ سمجھ لے کہ ہم اُن باتون سے دفع الوقتی کرتے ہین۔

کیا اس روایت کو سُنکر یہ شبہ نہوگا کہ ایسے اامون کا کیا اعتبار ہے کہ خفیہ جو کچھ

---

[۵] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۴۵

فاطمہ علیہا السلام ما یدریھم ما مصحف فاطمہ قال مصحف فیہ مثل قرآنکم ھذا ثلث مرات واللہ ما فیہ من قرآنکم حرف واحد	فاطمہ علیہا السلام ہی وہ کیا جانین کہ مصحف فاطمہ کیا ہی فرمایا کہ ایک مصحف ہی جو تمہارے قرآن سے سہ چند ہی واللہ اوس مین تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہین

لیجئے اب قرآن رسول کے سوا ایک دوسرا قرآن بھی ائمہ کے پاس تھا جو جناب فاطمہ علیہا السلام پر نازل ہوا تھا۔ یہ قرآن رسول کے قرآن سے سہ چند تھا اور بالکل اوس سے جدا تھا ایک حرف بھی رسول کے قرآن کا اوسمین نہ تھا۔ بہ حال ائمہ کے پاس بہت سے ذریعے علم کے ایسے تھے جو علم رسول سے بالکل جدا تھے۔

ممکن ہی کہ ایک ذریعہ اونکے علم کا یہ بھی ہو کہ رسول سے بذریعہ نقل کے کچھ علم ان تک پہنچا ہو جو اور علوم کے ساتھ ملکر غیر متمیز ہوگیا اور اب یہ امتیاز مشکل ہوگیا کہ جن روایتونکی نسبت کسی طور پر یہ اعتماد ہو جاتے کہ یہ تقیہ پر مبنی نہین اور ائمہ جو عمداً اختلاف پیدا کرنے کے لئے مختلف جواب دیا کرتے تھے اوس سے بھی محفوظ ہین ان مین کونسی باتین علم رسول سے ماخوذ ہین اور کونسی باتین نجوم اور جفر وغیرہ سے مستنبط ہوئی ہین۔

ظاہر یہ ہے کہ علم رسول کی نقل کا ذریعہ اونکے پاس بہت تھوڑا تھا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اور انبیاء سابقین کے زمانے کے واقعات جو وہ بیان کرتے ہین اونمین سند کا سلسلہ اکثر نہین ہوتا جو امام رسول علیہ السلام کے زمانہ سے سو یا ڈیڑھ سو برس کے بعد ہین وہ اوس زمانہ کے واقعات کو اسطرح بیان کررہے ہین کہ گویا خود دیکھ رہے تھے اگر کسی سند سے انکو پہنچے ہوتے تو اوسکا ذکر کرتے پس ظاہر ہے کہ اکثر

عوام یہ سنکر بھی پریشان ہونگے کہ شیعونکی روایتون سے یہ بھی ثابت ہو کہ امام معصوم نے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ اگرچہ مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ستر دیکھنا جائز نہین مگر کافر کو برہنہ دیکھنے اور اُسکے ستر پر نظر کرنے کا وہی حکم ہے جو گدھے کے ستر دیکھنے کا حکم ہو فروع کافی[1] مین موجود ہے۔

فا ۹۶ [illegible]

عن ابی عبد الله علیہ السلام قال النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل نظرك الی عورۃ الحمار	امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ جو مسلمان نہو اُسکے ستر پر نظر کرنا ایسا ہے جیسے گدھے کے ستر پر نظر کرنا۔

نگاہ شوق کو حاصل ہو کیا کیا لطف نظارہ
کہ عریان دیکھنا جائز ہے معشوقانِ کافر کو

عوام کو یہ روایت سنکر بھی کمال حیرت ہوگی کہ امام باقر علیہ السلام نورہ لگا کر حمام مین غیر لوگون کے سامنے بالکل برہنہ ہو جایا کرتے تھے اور ستر پوشی کے واسطے صرف نورہ کو کافی سمجھتے تھے چنانچہ فروع کافی[2] مین روایت ہو کہ

فا ۹۷ [illegible]

ان ابا جعفر علیہ السلام کان یقول من کان یومن بالله والیوم الآخر فلا یدخل الحمام الا بمیزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما ان اطبقت النورۃ علی بدنہ القی المیزر فقال لہ مولی لہ	امام باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھے وہ حمام مین بغیر ازار کے نجاوے راوی کہتا ہو کہ ایکدن امام حمام مین داخل ہوئے اور نورہ لگایا جب نورہ اُنکے بدن پر لگ گیا تو ازار پھینک دی تب اونکے غلام نے کہا کہ میرے

[1] فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۲ صفحہ ۶۱ [2] فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۲ صفحہ ۶۱

سکھاتے اوسکو اعلان کے ساتھ رد کرتے تھے پس ائمہ کو جو ساقط الاعتبار بنادین
اس سے تو بہتر یہی ہے کہ ان شیعہ راویون کو جھوٹا سمجھ لین جو یہ کہتے ہین کہ مخفی
طور پر ائمہ نے ہمکو مذہب شیعہ سکھایا ہی۔ اور یہ کہدیا ہے کہ یہی باتین سچی ہین اسکے
علاوہ جو ہم کہین اوسکو جھوٹ سمجھو۔ ؎

سچی باتین وہ ہین جو تم سے کہا کرتے ہین
جھوٹے وعدے ہین جو غیرون سے کیا کرتے ہین

١٤ عوام یہ سنکر بھی حیران ہونگے کہ ائمہ کی رائے بھی بدلا کرتی تھی آج کچھ کہتے تھے
اور چند روز کے بعد اس قول سے پھر جاتے تھے اور اپنے اصحاب سے اونھون نے
کہدیا تھا کہ جب ہم پہلی بات کے خلاف بات کہین تو تم اخیر کی بات مانیو پہلے قول کو
چھوڑ دیجیو چنانچہ اصول کافی[١] مین لکھا ہی کہ ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ

عن بعض اصحابنا عن ابی عبد اللہ قال ارایتک لو حدثتک بحدیث العام ثم جئتنی من قابل فحدثتک بخلافہ بایہما کنت تاخذ قال کنت اخذ بالاخیر	وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہی کہ اُنھون نے مجھسے کہا کہ تو یہ بتا کہ اگر تو اس سال مین مجھسے ایک حدیث سُنے اور پھر سال آیندہ مین میرے پاس آوے اور ہم تجھسے اُسکے خلاف حدیث بیان کرین ایسی صورت مین تو کونسی حدیث کو ملنے گا مین نے کہا کہ مین اخیر کی بات کو مانون گا تو امام نے کہا کہ اللہ تجھپر رحمت کرے۔

[١] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۸

ابی عبد اللہ علیہ السلام اذ دخلت
علینا ام خالد تستاذن علیہ فقال
ابو عبد اللہ علیہ السلام ایسرک
ان تسمع کلامها قال فقلت نعم
فاذن لها قال فاجلسنی
معه علی الطنفسة قال
ثم دخلت فتکلمت فاذا
امرءة بلیغة فسالته عنهما
فقال لها تولیهما قالت
فاقول ربی اذا لقیته انك
امرتنی بولایتهما قال نعم
قالت فان هذا الذی معك
علی الطنفسة یامرنی بالبراءة
منهما وکثیر النوا یامرنی بولایتهما
فایهما خیر واحب الیك قال
هذا والله احب الی
من کثیر النوا واصحابه

پاس بیٹھا تھا اتنے مین آئی اونکی پاس ام خالد
اجازت چاہتی تھی اونکے پاس آنے کی تو امام
جعفر صادق علیہ السلام نے (مجھسے) فرمایا کہ کیا
تو اس بات کو پسند کرتا ہی کہ اسکی باتین سنے مین نے
کہا ہان تو امام نے اوسے اجازت دی - کہا (ابو بصیر نے)
تو بٹھایا مجھے (امام نے) اپنے ساتھ مسند پر کہا
(ابو بصیر نے) پھر وہ آئی اور اس نے باتین شروع
کین تو وہ عورت بلیغ تھی پھر پوچھا اس عورت نے ان
دونون (شیخین) کا حال تو امام نے کہا کہ ان دونو
سے محبت رکھ - اس عورت نے کہا کہ جب مین اپنے
رب کے سامنے جاؤنگی تو یہ کہدونگی کہ تم نے مجکو ان
دونون سے محبت رکھنے کا حکم کیا تھا امام نے کہا کہ
ہان - اس عورت نے کہا کہ یہ شخص جو تیرے ساتھ مسند
پر بیٹھا ہی ان دونون سے بیزاری کا مجھکو حکم کرتا ہی -
اور کثیر النوا ان دونونکی محبت کا حکم کرتا ہی تو ان دونون
مین کون تمھارے نزدیک افضل اور احب ہی امام نے
کہا کہ یہ شخص واللہ زیادہ محبوب ہے مجھکو کثیر النوا اور

بابی انت وامی انک لتوصیا بالمیزر ولزعمہ وقد القیتہ عن نفسک فقال اما علمت ان النورۃ قد اطبقت العورۃ	ماں باپ آپ پر قربان ہوں تم تو ہم کو ازار کا اور ہر وقت اسکے پہننے کا حکم کرتے ہو اور تم نے خود اپنے بدن سے ازار اُتار دی تو امام نے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ نورہ نے ستر کو ڈھک لیا۔

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ کہان امام علیہ السلام کا تقدس اور کہان اس بے ستری کی خیالی فحش تصویر۔ رواۃ شیعہ نے کیا کیا تہمتین ان مقدس بزرگون پر لگائین

۱۷ **شاید عوام** کو اسپر بھی تعجب ہو کہ امام معصوم کے ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر انسان بالکل برہنہ ہو جائے اور سامنے کے ستر کو ہاتھ سے چھپالے تو کافی ہے پیچھے کا ستر قدرتی طور پر خود بخود چھپا ہوا ہے وہان ہاتھ رکھنے کی بھی حاجت نہین چنانچہ فروع[1] کافی مین کوہے

عن ابی الحسن الماضی علیہ السلام قال العورۃ عورتان القبل والدبر اما الدبر فمستور بالالیتین واما القبل فاسترہ بیدک	امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ ستر دو ہین ایک آگے اور ایک پیچھے پیچھے کا ستر دونوں سرینوں مین خود بخود مستور ہے سامنے کے ستر پر ہاتھ رکھ لے۔

۱۸ **کیا عوام** شیعہ کو اسپر تعجب ہوگا کہ روایت صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ معصومین شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا کرتے تھے چنانچہ کافی کی کتاب[2] الروضہ مین کو ہے

عن ابی بصیر قال کنت جالسا عند	ابو بصیر کہتا ہے کہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کے

[1] فروع کافی کی کتاب الزی والتجمل صفحہ ۱۶۱ [2] کتاب الروضہ صفحہ ۲۹

(حاشیہ: ۱۷ – اگر ننگا ہو کر ستر کو ہاتھ سے ڈھک لے تو کافی ہے — ۱۸ – ائمہ شیخین سے محبت کا حکم دیتے تھے)

کہ وہ خلاف ما انزل اللہ حکم کرتے تھے۔

مگر یہ تاویل اس روایت مین ہرگز صحیح نہین ہوسکتی اور کوئی بات کسی طرح نہین بن سکتی اس لیئے کہ ایسا صریح جھوٹ بولنا اور خلاف حق حکم دینا اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے حکم ناحق کی ذمہ داری قبول کرنا امام کی شان سے نہایت بعید ہے اُس عورت کا ایسا کیا خوف تھا جسکی وجہ سے امام ایسا جھوٹا حکم بیان کرتے جو لوگ حقانی ہوتے ہین وہ ہرحالت مین اللہ پر توکل کرتے ہین اور کلمۂ ناحق زبان سے نہین نکالتے کیا یہی امام معصوم اور واجب الاطاعت تھے جو اسطرح خلاف حق حکم کیا کرتے تھے اور لوگون کو گمراہ بنایا کرتے تھے۔

قطع نظر اسکے کثیر النوا جو امام کا صحابی تھا وہ بھی شیخین کی محبت کا حکم کرتا تھا اس سے معلوم ہوگیا کہ امام کی تعلیم بھی یہی تھی۔

ابو بصیر جو اس مسئلہ مین امام کا مخالف تھا اور شیخین سے عداوت رکھتا تھا اُس کو اس جلسہ مین امام نے اسی لیئے شریک کیا تھا کہ اُسکو اپنی غلطی پر تنبیہ ہوجاے اور اس اعتقاد فاسد سے توبہ کرے ام خالد کو جو محبت شیخین کا حکم کیا اسمین یہ بھی مقصود تھا کہ ابوبصیر بھی اس حکم کو سُن لے۔ جب اُس عورت نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک کثیر النوا اور ابوبصیر مین خیر اور احب کون ہے تو خیر کے جواب مین امام نے سکوت کیا اور ابو بصیر کو کثیر النوا سے خیر یعنی افضل نہ بتایا البتہ احب کہا اسمین اُسکی تالیف مقصود تھی اس لیئے کہ تالیف کی صورت مین انسان حق کو جلد قبول کرتا ہے باایں ہمہ (یخاصم) کے لفظ سے اوسکی غلطی پر تنبیہ فرمادی یعنی شیخین کی نسبت جو وہ آیت ومن لم یحکم بما انزل اللہ کو پڑھتا ہے یہ

ان ھذا یخاصمھم فیقول و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔	اور اسکے اصحاب ہی بیشک یہ جھگڑا کرتا ہی اور کہتا ہی "اور جسنے نہ حکم کیا اوسپر جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں"۔

اس روایت پر غور کرنے کے بعد بڑی وضاحت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ امام نے نہایت تصریح اور تاکید کے ساتھ شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا اور جب اس عورت نے یہ کہا کہ مین قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمہارا حوالہ دونگی کہ تم نے مجھکو شیخین سی محبت رکھنے کا حکم کیا ہے تو امام نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اب اگر محبت شیخین جایز نہ تھی تو یہ لازم آویگا کہ امام نے عمدًا اس عورت کو گمراہ بنایا حالانکہ امام کا کام ہدایت ہی۔ اس عورت پر امام کی اطاعت واجب تھی اگر اس حکم کو نہ مانتی تو گمراہ ہوجاتی اور چونکہ شیعون کے نزدیک تمام جہان پر امام کی اطاعت واجب ہی پس شیعون کو اس حکم مین بھی امام کی اطاعت واجب ہی اگر مخالفت کرینگے تو نافرمانی کے گناہ مین مبتلا ہونگے۔

اور یہ بھی اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ امام کے اصحاب مین سے کثیر اسوابھی یہی حکم کرتا تھا البتہ ابوبصیر اس قول مین امام کے مخالف تھا۔

شاید حضرات شیعہ اس روایت مین یہ تاویل کرین کہ یہ حکم امام نے بطور تقیہ دیا تھا یعنی مصلحت وقت کی وجہ سے جھوٹ بولا اور عمدًا حکم ناحق بیان کیا اور اس عورت کو گمراہ بنایا اور قرینہ امام کے اس جھوٹ بولنے کا یہ ٹھہرائین کہ امام نے ابوبصیر کو جواب فرمایا اور یہ بھی ارشاد کیا کہ ابوبصیر جھگڑا کرتا ہی اور آیت من لم یحکم الخ پڑھا کرتا ہی یعنی شیخین کو (معاذاللہ) یون کہتا ہی

یذکرون الرضا من ال محمد محللہ	کہ وہ کہتے ہین کہ آل محمد سے رضا نے اوسکے حلال
لھم فقال وکیف کان یحلون	ہونے کا اونھین حکم کیا ہی تو امام نے کہا کہ بھلا
ال محمد لمسکر وھم لا یشربون منہ	آل محمد نشے کی چیز کو کیسے حلال کردین گے حالانکہ
قلیلا و لا کثیرا فقلت فامسکوا	آل محمد مسکر چیز نہ تھوڑی پئین نہ بہت تب مین نے
عن شربہ فاجتمعنا عند ابی عبد اللہ	(ابو بصیر وغیرہ سے) یہ کہدیا اور وہ اوسکے پینے
صلوٰۃ اللہ علیہ فقال لہ ابو بصیر	سے باز رہے پھر جمع ہوئے ہم سب امام جعفر صادق
ان ذا جائنا عنک بکذا وکذا	علیہ السلام کے پاس تو ابو بصیر نے امام سے کہا کہ یہ
فقال صدق یا ابا محمد	شخص تمھاری طرف سے ایسا ایسا حکم لایا ہے تو امام
ان الماء لا یحلل المسکر فلا تشربوا	نے کہا کہ وہ سچ کہتا ہی اے ابو محمد بیشک پانی مسکر کو
منہ قلیلا و لا کثیرا	حلال نہین کرتا تم اوسمین سے نہ تھوڑا پیو نہ بہت۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ ابو بصیر ایسا جاہل تھا کہ اوسکو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ائمہ اہلبیت کا یہ مذہب ہی کہ نشے کی چیز تھوڑی اور بہت سب حرام ہوتی ہے بلکہ سب نشے کی چیزین خمر ہین اور اہلبیت پر افترا کرتا تھا کہ وہ حلال بتاتے ہین اس سے بڑھکر اوسکی جہالت یہ ہی کہ جب امام نے اوسکی حرمت کا حکم کہلا بھیجا پھر بھی اوسکو شک باقی رہا اور دوبارہ امام سے استفسار کیا پس جو شخص ایسا جاہل اور مفتری ہو وہ اگر شیخین سے عداوت رکھے تو کیا بعید ہی اور امام نے جسطرح شرب مسکر سے اوسکو تنبیہ کی اور منع کیا اسی طرح عداوت شیخین سے بھی اوسکو اسطرح منع کیا کہ ابو بصیر کے سامنے ام خالد کو محبت شیخین کا

اوسکا جھگڑا ہی اور یہ بات ظاہر ہی کہ جھگڑا بُری چیز ہے چنانچہ انھین امام جعفر صادقؑ سے اصول کافی[1] مین منقول ہے۔

لاتخاصموا بدینکم الناس	مت جھگڑا کرو اپنے دین پر آدمیون سے اس لئے
فان المخاصمة ممرضة للقلب	کہ مخاصمت دل کو مریض بنا دیتی ہے۔

پس اگر ابو بصیر کا قول امام کے نزدیک حق ہوتا تو اوسکو مخاصمت نفرماتے (یخاصم) کا لفظ جو فرمایا اسی سے ظاہر ہوگیا کہ ابو بصیر کے قلب مین مرض تھا ابو بصیر کی فقط یہی غلطی نہ تھی بلکہ اوسکی عادت تھی کہ امور منہیہ مین مبتلا رہتا تھا اور اہل بیت پر افترا کیا کرتا تھا چنانچہ ایسی مسکرات پیتا تھا کہ جو اہلبیت کے نزدیک مثل خمر کے تھے اور کہتا تھا کہ اہلبیت نے مسکرات کے حلال ہونے کا فتوی دیا ہی اُسوقت بھی امام نے اوسکو تنبیہ کی تھی اور شرب مسکرات سے اُس چھڑایا تھا چنانچہ فروع کافی[2] مین ہی کہ۔

عن کلیب بن معاویہ قال کان ابوبصیر	کلیب بن معاویہ سے روایت ہی وہ کہتا ہی کہ ابو بصیر
واصحابہ یشربون النبیذ ویکسرونہ	اور اُسکے اصحاب نبیذ پیا کرتے تھے اور اُسکی تیزی پانی
بالماء فحدثت بذلک اباعبد اللہ	سے توڑتے تھے مین نے یہ حال امام جعفر صادق
علیہ السلام فقال لی وکیف صار	علیہ السلام سے بیان کیا امام نے فرمایا کہ بھلا پانی
الماء یحلل المسکر مرھم لایشربوا منہ	نشے کی چیز کو کیسے حلال کردے گا تو اونکو حکم کرکہ
قلیلا ولا کثیرا قلت انعم	اس مین سے نہ پئین نہ تھوڑا اور نہ بہت مین نے کہا

[1] اصول کافی صفحہ ۳۴۲ [2] فروع کافی جلد ۲ کتاب الاشربۃ صفحہ ۱۸۱

ترجم المرءة ولیس علی الرجل شئ اذا لم یعلم فذکرت ذلک لابی بصیر المرادی قال فقال لی واللہ جعفر ترجم المرءة ویجلد الرجل الحد وقال انّ صاحبنا ما تکامل علمہ۔	معلوم نہ تھا تو کیا حکم ہے امام نے کہا عورت سنگسار کیجاوے اور مرد پر کوئی مواخذہ نہین ہے اسلئے کہ اسکو معلوم نہ تھا راوی کہتا ہے کہ مین نے یہ قصہ ابوبصیر مرادی کے سامنے بیان کیا تو اُس نے کہا کہ واللہ مجھسے امام جعفر صادق علیہ نے کہا تھا کہ عورت سنگسار کیجاوے اور مرد پر بھی حَد جاری کیجاوے پھر ابوبصیر نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ ہمارے امام کا علم پورا نہین ہوا۔

آب بہت اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ ابوبصیر ائمہ کو کم علم بھی جانتا تھا اور جب یہ شخص ائمہ کو طماع اور بے علم جانتا تھا تو اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اُنکی امامت کا معتقد نہ تھا۔ یہ ابوبصیر وہ شخص ہے کہ کافی وغیرہ کتب احادیث شیعہ اسی کی روایتون سے مالامال مین اور مذہبِ شیعہ کو ائمہ سے زیادہ تر اسی نے نقل کیا ہے۔

ایک بہت بڑی دلیل اس بات کی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ حکم بطور تقیہ کے نہ تھا یہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ کو تقیہ جایز ہی نہ تھا چنانچہ عہد نامہ جو اُنکے لئے نازل ہوا تھا اُسکے الفاظ اصول کافی[۱] مین اسطرح مذکور ہین۔

ثم دفعہ الی ابنہ جعفر علیہ السلام ففک خاتما فوجد فیہ حدث الناس	پھر امام باقرؑ نے (وہ کتاب عہد جسپر مہرین لگی ہوئی تھین) اپنے بیٹے جعفر علیہ السلام کے حوالے کی انھون نے ایک مہر توڑی تو اُس کتاب مین یہ پایا

ابوبصیر وہ شخص ہے کہ ائمہ کو کم علم اور طماع جانتا تھا

امام جعفر صادقؑ کو تقیہ جایز نہ تھا

[۱] اصول کافی صفحہ ۱۷۱

حکم کیا تاکہ ابو بصیر بھی سن لے اور ابو بصیر جو یہ کہا کرتا تھا کہ شیخین خلاف ما انزل اللہ حکم کرتے تھے اُسکو مخاصمت بتادیا۔ کافی کی اس روایت سے ابو بصیر کا جاہل اور مفتری ہونا ثابت ہوگیا اب امام کی نسبت جو اُسکی بد اعتقادی تھی وہ بھی سُن لیجئے تنقیح[۱] مین رجال کشی سے نقل کیا ہے۔

عن محمد بن مسعود قال حدثنی محمد بن عیسیٰ عن یونس قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ لیطلب الاذن فلم یوذن لہ فقال لو کان معنا طبق لاذن فجاء کلب فشغر فی وجہ ابی بصیر	کہا یونس نے کہ ابو بصیر امام جعفر صادق کے دروازہ پر بیٹھا تھا اور اندر جانے کی اجازت چاہتا تھا پھر اجازت نہ ملی تو ابو بصیر نے کہا کہ اگر ہمارے ساتھ خوان آتا تو اجازت ملجاتی اتنے مین ایک کتا آیا اور اُس نے ابو بصیر کے مُنھ مین موت دیا۔

پس جو ابو بصیر امام کو بھی طامع سمجھتا تھا اور اُسکو وہان مین کتے نے اُسکی مُنھ مین موت دیا اگر وہ شیخین پر بھی طعن کرے تو کیا تعجب اور یہان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ چونکہ ابو بصیر سامنے بیٹھا تھا اس لئے امام نے اوسکو احب بتادیا کہ وہ کوئی فساد نہ کرے ورنہ جس شخص کے ایسے حالات ہون اُس سے امام ہرگز محبت نرکھتے ہونگے۔

اور نیز تنقیح[۲] مین بحوالہ رجال کشی یہ بھی نقل کیا ہے۔

روی الکشی باسنادہ قال سالت ابا الحسن عن رجل تزوج امراۃ لھا زوج ولم یعلم قال	راوی کہتا ہے کہ مین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کسی شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کرلیا جسکا شوہر موجود ہے اور اس شخص کو یہ حال

[۱] تنقیح صفحہ ۱۶۰ [۲] تنقیح صفحہ ۱۶۰

لاحاجۃ لی فی مولود یولد من فاطمہ تقتلہ امتی من بعدی فعرج ثم هبط فقال لہ مثل ذلک فقال یاجبرئیل وعلی ربی السلام لاحاجۃ لی فی مولود تقتلہ امتی من بعدی فعرج جبرئیل الی السماء ثم هبط فقال یا محمد ان ربک یقرئک السلام ویبشرک بانہ جاعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فقال انی قد رضیت ثم ارسل الی فاطمہ ان اللہ یبشرنی بمولود یولد لک تقتلہ امتی من بعدی فارسلت الیہ ان لاحاجۃ لی فی مولود تقتلہ امتک من بعدک فارسل الیہا ان اللہ قد جعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فارسلت الیہ انی قد رضیت۔

رب پر سلام ہو مجھکو ایسے مولود کی کچھ حاجت نہین جو فاطمہ سے پیدا ہو اور میری امت اُسکو میرے بعد قتل کرے جبرئیل آسمان پر گئے اور پھر اوترے اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا تو رسولؐ نے کہا کہ اے جبرئیل اور میرے رب پر سلام ہو مجھکو ایسے مولود کی حاجت نہین جسکو میری امت میرے بعد قتل کرے۔ پھر چڑھے جبرئیل آسمان کی طرف پھر اوترے تو کہا اے محمد بیشک تمھارا رب تمھین سلام کہتا ہی اور یہ بشارت دیتا ہی کہ اللہ اُس مولود کی اولاد مین امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کرے گا۔ تب رسول نے کہا مین راضی ہوا۔ پھر فاطمہؓ کو پیغام بھیجا کہ اللہ نے مجھکو ایک بچے کی بشارت دی ہے جو تجھ سے پیدا ہوگا اور میری امت میرے بعد اُسکو قتل کرے گی تو فاطمہؓ نے یہ جواب بھیجا کہ مجھکو ایسی اولاد کی حاجت نہین جسکو تمھاری امت تمھارے بعد قتل کردے۔ پھر پیغمبر نے فاطمہؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اللہ نے اسکی اولاد مین امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کی ہی تو کہلا بھیجا فاطمہ نے کہ مین راضی ہوگئی۔

وانتہم وانشر علوم اہل بیتک وصدق آبائک الصالحین ولا تخافن الا اللہ عزوجل وانت فی حرز وامان	کہ حدیث بیان کر اور فتوی دے اور علوم اہل بیت کو شائع کر اور اپنے آبار صالحین کی تصدیق کر اور اللہ کے سوا کسی سے مت ڈر اور تو حفاظت اور امن مین ہے۔

پس جب امام صادق کے لئے حکم آچکا تھا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرا اور اللہ انکو خبر دیچکا تھا کہ تم حفاظت اور امن مین رہوگے پھر انکو کسی کا خوف نہ تھا وہ تقیہ کیون کرتے وہ اللہ کی طرف سے حکم دینے اور فتوی بیان کرنے پر مامور ہوئے تھے پس جو حکم اُنھون نے بیان کیا وہ ضرور واجب العمل ہوگا اور اُنکے حکم کی نسبت یہ کہنا کہ مصلحت کی وجہ سے اُنھون نے جھوٹ بولا درحقیقت اونکی امامت کا انکار کرنا ہے۔

۱۵ **کیا عوام** اس خبر سے متحیر ہونگے کہ شیعون کی روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت معصومین کی یہ عادت تھی کہ اللہ جو اپنی نعمتون کی بشارت اُنکے پاس بھیجا کرتا تھا اسکو کئی بار رد کیا کرتے تھے اور قبول کرنے مین عذر کرتے تھے اور بڑی مشکل سے قبول کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اصول کافی[۱] مین ہے۔

رسول اور اہلبیت کا اللہ کی نعمتون کو رد کر دینا

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان جبرئیل نزل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فقال لہ یا محمد ان اللہ یبشرک بمولود یولد من فاطمہ تقتلہ امتک من بعدک فقال وعلی ربی السلام	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اُنھون نے کہا کہ جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور اُنھون نے کہا کہ اے محمد اللہ تم کو ایک مولود کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ سے پیدا ہوگا تمھاری امت تمھارے بعد اسکو قتل کرے گی تو رسول نے کہا اور میرے

[۱] اصول کافی صفحہ ۲۹۳

پانچوین یہ کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ذات حسینؑ سے بھی زیادہ بیزاری کے لایق تھی اسلئے کہ اونکی قسمت مین بھی شہادت تھی اور اونکی اولاد مین امامت بھی نہ تھی اسیوجہ سے اللہ نے انکو بغیر بشارت بھیجنے کے پیدا کردیا ورنہ وہ کسیطرح نہ قبول کئے جاتے اور انکے قبول کرانے مین اللہ کو بڑی مشکل پیش آتی - معاذ اللہ -

چھٹے یہ کہ اللہ نے رسول کے پاس تین مرتبہ یہ بشارت بھیجی مگر امر امامت کو اول دو مرتبہ مین ظاہر نکیا شاید اسمین یہ مصلحت تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) فضیلت رد نعمت کو دو مرتبہ حاصل کرلین اور عبد شکور بن جاوین -

ساتوین یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اول بار جناب سیدہؓ کے پاس بشارت بھیجی تو امر امامت ظاہر نہ کیا اس سے بھی شاید یہی غرض تھی کہ ایک مرتبہ سنت رد کو ادا کرلین اے حضرات شیعہ انصاف کرو کہ تمھارے راویون نے کیا کیا افترا کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی تہمتین ناشکری اور بے ادبی وغیرہ کی لگائین۔ حضرت جبریلؑ کو بار بار آسمان پر چڑھنے اور اترنے کی کشاکش مین ڈالا۔

طرفہ یہ ہے کہ بظاہر مجبور ہوکر اگرچہ جناب سیدہؓ نے رضامندی ظاہر کردی مگر دل مین دبی ناگواری اور بیزاری موجود تھی اور اللہ کی اس بشارت کو اُنھون نے صدق دل سے قبول نہین کیا چنانچہ حمل بھی انکو ناپسند تھا اور ولادت حسینؑ کے وقت بھی اس فرزند سے انکو سخت بیزاری تھی چنانچہ اصول کافی[1] مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت مذکور ہے کہ -

---

[1] اصول کافی ص۲۹۶

اس روایت سے کئی نتیجے نہایت عجیب ظاہر ہوتے ہین۔

اوّل یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کو باوجود مرتبہ عبودیت کے اپنے خالق کی عظمت وجلال کا (معاذ اللہ) کچھ بھی ادب نہ تھا اور بڑی جرأت کے ساتھ بار بار اُسکے انعام کو رد کرتے تھے اگر کوئی دنیاوی بادشاہ کسی امیر کو انعام دینا چاہے اور وہ اسطرح رد کرے تو بادشاہ کی بہت بڑی توہین سمجھی جاویگی اور ہر شخص اُس امیر کو بڑا گستاخ کہے گا نہ کہ عبد اور معبود کا معاملہ اس سے بڑھکر اور ناشکری کیا ہوگی حالانکہ جنکو قربِ الہی زیادہ حاصل ہوتا ہے اونکو ادب بھی اورون سے زیادہ ہوتا ہے اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اَورون کے مقابلے مین خوف الہی زیادہ تھا۔

دوسرے یہ کہ اللہ نے جس چیز کو رسول اور جناب سیدہ کے لئے موجب نعمت اور رحمت تجویز کیا اور اُسکی بشارت بھیجی ان دونون نے اسکو اپنے لئے مصیبت اور قابلِ رد سمجھا پس معلوم ہوا کہ اللہ کو حکیم اور لطیف اور خبیر نجانا اور اپنی رائے اللہ کی تجویز پر غالب سمجھی اور یہ خیال نہ کیا کہ جس چیز کی اللہ نے بشارت بھیجی ہے وہ ضرور بہت بڑی نعمت ہوگی۔

تیسرے یہ کہ شہادت فی سبیل اللہ مین وہ دونون کچھ بھی فضیلت نجانتے تھے بلکہ شہادت کو نہایت حقیر اور قابلِ رد سمجھتے تھے۔

چوتھے یہ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ مبارک مین (معاذ اللہ) کچھ بھی خوبی نہ تھی بلکہ اسوجہ سے کہ اونکی قسمت مین شہادت مقرر ہوچکی تھی اونکی ذات بیزاری کے لایق تھی اور اگر اُنکی اولاد مین امامت مقرر نہوئی ہوتی تو ہرگز اونکی ذات قبول نہ کیجاتی۔

سیدہ نے رد کیا آخر کو قبول بھی کیا تو جناب سیدہ نے دل سے قبول نہ کیا اور اونکی ولادت سے سخت بیزار ہوئین۔

پس حسین مظلوم نیچے کی ولادت کے وقت ایسی قدر ہوئی اگر اُسکی موت بھی مظلومی سے ہوئی تو (اول را بآخر نسبتے ہست) کا مضمون صادق آگیا۔

حسینؑ نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا

آخر جب حسینؑ غیور پیدا ہوئے تو انھوں نے اپنی ماں جناب سیدہ کا دودھ ہرگز نہ پیا اور جب ماں کا دودھ چھوڑا انوکسی دوسری عورت کا دودھ کیون پیتے تب رسول کو اپنے فرزند غیور کے لئے اپنے انگوٹھے سے دودھ نکالنا پڑا چنانچہ کافی[۱۵] کی پہلی روایت جو ہم نقل کر چکے اُسکے آخر مین یہ بھی ہے۔

ولم یرضع الحسین من فاطمة علیها السلام ولا من انثی کان یؤتی به النبی صلی الله علیه وآله فیضع ابهامه فی فیه فیمص منها ما یکفیه الیومین والثلث	حسینؑ نے نہ فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس انکو لاتے تھے تو نبی اپنا انگوٹھا اُنکے منھ مین رکھدیتے تھے تو وہ اسقدر چوس لیتے تھے کہ دو یا تین دن کو کافی ہو۔

ہائے اے شبیر مظلومی تری — رد ہوئی تیری بشارت تین بار
گرچہ راضی ہو چکین تھین فاطمہ — پھر بھی تھی تیری ولادت ناگوار
کرتی ہے اس رمز کو قرآن مین — حملته کرہا کی آیت آشکار
تمکو بھی غیرت کا ایسا جوش تھا — دودھ اس ماں کا نچوسا زینہار

[۱۵] اصول کافی [illegible]

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما حملت فاطمۃ بالحسین جاء جبرئیل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقال ان فاطمۃ ستلد غلاما تقتلہ امتک من بعدک فلما حملت فاطمۃ بالحسین کرھت حملہ وحین وضعتہ کرھت حملہ ثم قال ابو عبد اللہ علیہ السلام لم تر فی الدنیا ام تلد غلاما تکرھہ ولکنھا کرھتہ لما علمت انہ سیقتل قال وفیہ نزلت ھذہ الایۃ حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا

جب فاطمہ کو حسینؑ کا حمل ہوا تو جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ فاطمہؓ کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جسکو تمھاری امت تمھارے بعد قتل کرے گی پھر جب فاطمہؓ کو حسینؑ کا حمل ہوا تو اُنکو حسینؑ کا حمل ناپسند تھا اور جب حسینؑ پیدا ہوئے تو اونکا پیدا ہونا بھی ناپسند تھا دنیا مین کوئی ماں ایسی نہین دیکھی گئی کہ اپنے فرزند کی ولادت اسکو ناپسند ہو لیکن فاطمہ نے حسینؑ کی ولادت اسوجہ سے ناپسند کی کہ اُنکو معلوم ہوگیا تھا کہ حسین قتل ہونگے پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انھین کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ حمل مین رکھا اُسکو اُسکی ماں نے ناپسندیدگی مین اور جنا اُسکو ناپسندیدگی مین۔

جناب معصوم علیہم السلام حسینؑ کی ولادت سے بیزار تھی

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو اس آیت کی تفسیر کی اُس سے ظاہر ہوگیا کہ اس آیۃ مین کراہت سے درد اور ایذا کی کراہت مراد نہین ہے بلکہ ناپسندی اور ناگواری طبیعت مراد ہے اور خاص جناب امام حسین علیہ السلام کے حمل اور ولادت اور اُنکی والدہ ماجدہ جناب سیدہ علیہا السلام کی اس سے بیزاری کا بیان ہے۔

حسینؑ مظلوم کی یہ حالت ہوئی کہ اُنکی بشارت کو دو مرتبہ رسولؐ نے اور ایک مرتبہ خدا نے

اب ان سب سے قطع نظر کیجئے اور اس امر پر غور کیجئے کہ واقعہ شہادت حسینؑ مین کیا مصیبت تھی جسکے مقابلے مین اجرِ شہادت کی کچھ وقعت نہ سمجھی گئی اور بشارت حسینؑ کو بار بار رد کیا گیا۔

شہادت حسین علیہ السلام کے واقعات مین سب سے پہلا امر جو باسابِ ظاہر باعث اس حادثہ کا ہوا یہ تھا کہ جناب امام علیہ السلام نے بیعت یزید کی گوارا نہ کی اور طریقہ انبیاء اور سُنت جناب امیر کی مخالفت کی اونکے سامنے جناب امیر نے خلفائے ثلثہ سے اور جناب امام حسنؑ نے امیر شام سے بیعت کی تھی۔ پھر جناب امام حسین علیہ السلام کو انکارِ بیعت کی کوی وجہ نہ تھی جو ایسے وقت مین تقیہ کو جو اسوقت اونپر واجب تھا ترک کیا۔ کیا مذہب اہلبیت کو چھوڑ کر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے واسطے کوی نیا مذہب تجویز کیا تھا جو اپنے باپ اور بھائی کا طریقہ چھوڑا۔

خاص مسئلہ حسین نے تقیہ کیون نہ کیا

شیعون کے مشہور مناظر مولوی حامد حسین صاحب لکھنوی نے اپنے والد ماجد مولوی سید محمد قلی صاحب کا رسالہ تقیہ جو اپنی طرف سے اصلاح اور ترمیم کے بعد چھپوایا ہی اُس مین اس مشکل لاحل کا جواب یون دیا ہے۔

"شیعیان قایل تقیہ علی الاطلاق فی جمیع الازمنہ والاحوال نیستند وقطع نظر ازین چون اہل کوفہ عہود و مواثیق بسیار کردند و نامہ ہاے بیشمار نوشتند واحکام مبنی بر ظاہر ہست لہذا آنجناب عزم جہاد فرمودہ بود ہرگاہ بیوفائی ونمد یاد شان ظاہر شد ہر چند قصد رجوع کرد لیکن ممکن نشد واگر توہم کنند

اب حضرات شیعہ براہ انصاف بیان فرمائین کہ اللہ کی بھیجی ہوئی بشارت کو اسطرح رد کرنا اور اللہ کی نعمت کو مصیبت سمجھنا اور رضامندی کا اقرار کرنے کے بعد پھر اوس سے بیزار ہونا کیسا ہے۔ ؎

خدا سے کسکو جائز اسطرح رد و بدل ہوگا
تمھین انصاف سے کہدو یہ عقدہ کیسے حل ہوگا

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ رسولؐ نے جو دو مرتبہ اور جناب سیدہ نے ایک مرتبہ بشارت حسینؑ کو اس نفرت کے ساتھ رد کیا اور حمل اور ولادت کے وقت بھی جناب سیدہ بیزار تھین جس بیزاری کا قرآن مین بھی تذکرہ ہوا یہ بیزاری فقط اتنے لئے تھی کہ آخر کو حسین علیہ السلام امت رسولؐ کے ہاتھ سے قتل ہونگے اگر یہ قتل ہونا کوئی عیب تھا تو یہ صفت تو جناب امیر اور جناب امام حسن علیہما السلام مین بھی موجود تھی اور یہ دونون بھی آخر مین مظلومی کے ساتھ شہید ہوئے۔ حسین علیہ السلام کے قتل ہونے کا صدمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ علیہا السلام کی حیات مین پیش آنے والا نہ تھا پس اونکی بشارت کو رد کرنا اور اُنکی ولادت سے ناراض ہونا گویا قبل ازمرگ واویلا تھا۔ بالفرض اگر اُن دونون کی حیات مین بھی یہ حادثہ پیش آنیوالا ہوتا تو اُنسے بڑھکر جادۂ رضا و تسلیم مین ثابت قدم اور کون ہوسکتا ہے کیا اپنی اولاد کے لئے وہ کوئی ایسا انتظام چاہتے تھے کہ اونکے بعد بھی اونکی اولاد پر کوئی صدمہ نہ آوے حالانکہ یہ بھی معلوم ہوچکا تھا کہ سب سے زیادہ مصائب اہلبیت کے لئے مقرر ہوچکے ہین۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ تقیہ ایک ایسی ضروری چیز ہے کہ نو حصے دین تقیہ مین ہی اور ایک حصہ باقی ارکان دین (یعنی توحید اور اور اقرار رسالت وامامت وادائے فرائض وغیرہ) مین اور جو تقیہ نکرے وہ بے دین ہی بس سخت تعجب ہی کہ امام حسین علیہ السلام نے تقیہ کے ان مناقب اور ترک تقیہ کی اس وعید پر کیون نہ لحاظ کیا اور حکم تقیہ سے فقط دو چیزین مستثنیٰ ہین ایک نبیذ دوسرے موزہ پر مسح کرنا۔ ان دونون چیزون مین کسی حالت مین تقیہ جائز نہین انکے سوا سب چیزون مین تقیہ ہے بلکہ تقیہ ایک ایسا عمدہ حیلہ ہی کہ تقیہ کی آڑ مین جناب امیر پر تبرّا کہنا بھی جائز ہی چنانچہ اصول کافی[۵۱] مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی۔

عن مسعدۃ بن صدقۃ قال قیل لابی عبد اللہ علیہ السلام ان الناس یروون ان علیا علیہ السلام قال علی منبر الکوفۃ ایہا الناس انکم ستدعون الی سبی فسبونی ثم تدعون الی البراءۃ منی فلا تبرؤا منی۔	مسعدہ بن صدقہ سے روایت ہی وہ کہتا ہی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ پوچھا گیا کہ لوگ روایت کرتے ہین کہ علی علیہ السلام نے ممبر کوفہ پر یہ فرمایا کہ اے لوگو تم بلائے جاؤگے مجھے برا کہنے کی طرف تو مجھکو برا کہہ لیجیو پھر بلائے جاؤگے مجھسے تبرا ظاہر کرنے کی طرف تو مجھ پر تبرا ظاہر مت کیجیو۔
فقال ما اکثر ما یکذب الناس علی علی علیہ السلام ثم قال انما قال ستدعون الی سبی فسبونی ثم	تو فرمایا کہ بہت جھوٹ بولتے ہین لوگ علی علیہ السلام پر پھر فرمایا کہ علی علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ تم بلائے جاؤگے مجھے برا کہنے کی طرف تو مجھے برا کہہ لیجیو پھر بلائے

کہ چرا در آن وقت بیعت عمر سعد و ابن زیاد نہ نمود پس مدفوع ست

باین کہ غالباً آنحضرت دانستہ باشد کہ آن ملاعنہ از غدر و بیوفائی

باز نہ خواہند آمد اگرچہ آنحضرت بیعت ہم کنند"

اس عبارت کے پہلے فقرے کا حاصل یہ ہوا کہ شیعے ہر وقت مین اور ہر حالت مین تقیہ کے قائل نہین مگر اس شبہ کے جواب مین یہ تقریر محض بے فائدہ ہی اس لئے کہ ہر حالت سے بحث نہین بلکہ فقط حالتِ خوف سے بحث ہی اور جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے اُس وقت مین بیشک حالتِ خوف موجود تھی اور وہی حالت تھی جس حالت مین جناب امام حسن علیہ السلام نے تقیہ کر کے امیر شام کی بیعت کی تھی بلکہ اہلِ شام کی قوت اور زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے اور زیادہ خوف کی حالت تھی پس اُنکے لئے تقیہ ضرور واجب تھا۔

اصول[۱] کافی مین ابو عمیر اعجمی سے روایت ہے کہ۔

قال قال لی ابوعبداللہ علیہ السلام یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ والتقیۃ فی کل شیٔ الا فی النبیذ والمسح علی الخفین۔	وہ کہتا ہی کہ مجھسے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو عمر بیشک دین کے دس حصّون مین سے نو حصّے دین تقیہ مین ہی اور جو تقیہ نکری اوسکا دین ہی نہین اور تقیہ ہر چیز مین ہے مگر نبیذ مین اور موزون پر مسح کرنے مین۔

[۱] اصول کافی ص۴۸۲

خوف کے اور بغیر مصلحت دینی کے بھی جائز ہے بلکہ سنت انبیا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف[1] علیہ السلام کے تقیہ سے یہ مضمون بہت اچھی طرح ظاہر ہو چکا۔

یہ کہنا بھی صحیح نہین کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اس وجہ سے تقیہ نہ کیا کہ انھون نے اہلِ کوفہ کے خطوط سے دہوکا کھا کر عزمِ جہاد کیا تھا اس لئے کہ جب مدینہ مین یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے اسوقت تک اہل کوفہ کے خطوط نہین آئے تھے پس کوئی وجہ تقیہ چھوڑنے کی نہ تھی۔ قطع نظر اسکے حالتِ خوف مدینہ مین بلکہ تمام عرب مین موجود تھی اس لئے کہ یہ سب مُلک یزید کی حکومت مین تھا اور جن شیعیان عراق نے خط لکھے تھے اور اُن سے مدد کی امید تھی وہ کوفہ مین تھے ایسی حالت مین تقیہ چھوڑنے کا کیا موقع تھا اور عزم جہاد مانع تقیہ نہ تھا حالتِ خوف مین تقیہ کرکے بیعت کرتے اور جب سامانِ جہاد مہیا ہو جاتا جہاد کرتے۔ کیا جناب امام حسن علیہ السلام کی حالت یاد نہ تھی کہ اونھون نے عزمِ جہاد چھوڑا اور تقیہ کرکے امیر شام کی بیعت کی علاوہ اسکے جناب امام حسین علیہ السلام نے اہلِ کوفہ کے خطوط پر ابتدا مین ہرگز اعتماد نہین کیا تھا بلکہ امتحان کے لئے حضرت مسلم کو بھیجا جب مسلم کا خط آگیا اسوقت عزمِ جہاد کیا۔ صرف شیعیان کوفہ کے خطوط کو دیکھ کر عزمِ جہاد کیسے کرسکتے تھے حالانکہ اُنکی بدعہدی پہلے سے معلوم تھی اس لئے کہ جناب امیر اور جناب امام حسن علیہما السلام کو بھی وہ دغا دے

---

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صلاا

ستدعون الی البرائۃ منی	جاؤ گے مجھسے بیزاری ظاہر کرنے کی طرف حالانکہ
وانی لعلی دین محمد صلی اللہ	مین دین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ پر ہون اور علی علیہ السلام
علیہ وآلہ ولم یقل ولا تبرؤا منی۔	نے یہ نہین فرمایا کہ مجھسے بیزاری ظاہر مت کیجیو۔
فقال لہ السائل ان اختار القتل	تو سائل نے پوچھا کہ اگر وہ قتل ہونا اختیار کرے
دون البراءۃ فقال واللہ ما	اور تبرا کرنا گوارا نہ کرے تو فرمایا کہ واللہ یہ اوسپر
ذلک علیہ وما لہ الا ما مضی علیہ	واجب نہین۔ اور نہین جائز اوسے مگر وہی جو عمار
عمار بن یاسر حیث اکرہہ اہل مکہ	بن یاسر نے کیا جب اہل مکہ نے اوسپر جبر کیا۔

حاصل اس روایت کا یہ ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کسی نے یہ روایت بیان کی کہ جناب امیر نے فرمایا تھا کہ مجھکو برا کہہ لیجیو مگر مجھپر تبرا مت کیجیو اس روایت کو امام جعفر صادقؑ نے جھوٹا بتایا اور یہ اجازت دی کہ حالت خوف مین جناب امیر پر تبرا کرنا جائز ہے جیسے عمارؓ نے اہل مکہ سے مجبور ہوکر کلمات کفر کے کہے تھے۔

تعجب ہو کہ تقیہ مین جناب امیر پر تبرا جائز ہو مگر نبیذ پینا اور موزون پر مسح کرنا جائز نہ ہو۔ بہرحال یزید کی بیعت جناب امیر پر (معاذاللہ منہا) تبرا کہنے سے بہت سہل تھی پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے اجر تقیہ کیون چھوڑا اور سنت امامان سابقین کی کیون مخالفت کی۔

جناب امام حسین علیہ السلام کے واسطے تو یقینا حالت خوف تھی حالانکہ تقیہ تو بغیر حالت

اب اس امر پر بھی غور کرنا چاہئے کہ شبہ یہ تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے
حالتِ خوف مین تقیہ کیون نہ کیا اسکا جواب صاحب رسالہ تقیہ نے یہ دیا کہ ہرچند
قصد رجوع کیا مگر ممکن نہ ہوا۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ امام نے حتی الامکان رجوع کی
کوشش کی مگر رجوع کرنا اونکے اختیار سے باہر ہوگیا اور وہ مجبوری اور بے اختیاری
کی حالت مین خلاف اپنی مرضی کے کربلا تک پہنچا دئے گئے تب بھی یہ جواب اُس شبہ
کو زائل نہین کرتا اس لئے کہ قصدِ رجوع تقیہ نہین۔ قصدِ رجوع سے یہ مراد ہی کہ جہاد
کا قصد ترک کیا تھا۔ مگر بیعت نکرنے پر وہی اصرار باقی تھا اور تقیہ کی صورت تو
یہ تھی کہ یزید کے یا سرداران یزید کے پاس جاکر یزید کی بیعت کرلیتے پس باوجود قصدِ
رجوع ممکن نہ ہونے سے ترکِ تقیہ واجب کا الزام نہین اُٹھ سکتا اسلئے کہ قصد رجوع
کیا تھا نہ قصدِ تقیہ۔

کربلا مین پہنچنے کے بعد جب امام کا راستہ روکا گیا اور دو روز تک فریقین مین بحث
رہی اُسوقت بھی امام نے تقیہ نکیا اور انکار بیعت پر اصرار رہا اسکا جواب یہ دیا گیا کہ
(امام شاید یہ جانتے ہونگے کہ بیعت کرنا کچھ مفید نہو گا اور اہلِ شام کسی صورت مین
بیوفائی نہ چھوڑین گے) مگر یہ جواب ہرگز صحیح نہین اس لئے کہ یہ جاننا بطور الہام
یا خبر رسول یا جفر ونجوم وغیرہ علوم ائمہ کے ہوگا اُسکا اعتبار نہین اس لئے کہ صاحبِ
رسالہ تصریح کرچکے ہین کہ احکام ظاہر حال پر مبنی ہوتے ہین۔ ظاہری حالت جو روایات
شیعہ سے ثابت ہوتی ہی وہ یہی ہی کہ گروہِ شام بیعت کا طالب تھا پس ظاہری حجت ختم

چکے تھے پھر ایسے دغابازونکی تحریرین کیا قابلِ اعتبار تھین بس اس مین کچھ شک نہین کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام نے بیعتِ یزید سے انکار کیا وہ حالتِ خوف تھی اور ایسی حالت مین تقیہ واجب تھا اور ترک تقیہ کی صورت مین وعید لَادِیْنَ لِمَنْ لَاتَقِیَّۃَ لَہٗ موجود یعنی جو تقیہ نکرے وہ بیدین ہے۔

سب سے زیادہ عجیب یہ قول ہے کہ (اہلِ کوفہ کی بیوفائی ظاہر ہونے کے بعد امام نے ہر چند قصدِ رجوع کیا مگر رجوع ممکن نہوا)

رجوع ممکن نہونے کی وجہ فقط یہ تھی کہ برادرانِ مسلم رجوع پر راضی نہوئے۔ پس جب انھون نے امام کے حکم کی اطاعت نہ کی اور نافرمان بنگئے تو امام نے اونکی رائے سے موافقت کیون کی اور تقیہ واجب کو ترک کیا امامین سابقین کی مخالفت کی وعید لَادِیْنَ لِمَنْ لَاتَقِیَّۃَ لَہٗ کا بھی لحاظ نہ کیا۔

مولوی حامد حسین اور اونکے والد ماجد نے جو یہ تحریر فرمایا کہ (ہر چند قصد رجوع کرد ممکن نشد) اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ بعض شیعہ جو امام کے تقیہ نکرنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ (امام کو عزمِ جہاد کے بعد رجوع جایز نہین) اور بعض یہ کہتے ہین کہ (امام نے اپنے عہد پر عمل کیا جو منزل من اللہ تھا اور اس مین یہی حکم تھا کہ جاؤ لڑو اور مرو) یہ دونون جواب باطل ہین اس لئے کہ ان دونون صورتون مین امام کو قصد رجوع ہرگز جایز نہوتا حالانکہ امام نے رجوع کی کوشش کی جس مین مخالفت برادرانِ مسلم کی وجہ سے کامیابی نہوئی۔

وما انت بافضل منی فی الدین ولا بخیر منی فکیف اقر لک بما سالت فقال له یزید ان لم تقر لی والله قتلتک فقال له الرجل لیس قتلک ایای باعظم من قتلک الحسین بن علی فامر به فقتل۔

اسلام مین اور نہ تو مجھسے دین مین افضل ہی اور نہ بہتر پس مین تیرے لئے ایسا اقرار کیون کرون جو تو چاہتا ہے تو یزید نے اُس سے کہا کہ اگر تو میرے سامنے ایسا اقرار نکرے گا تو مین تجھکو قتل کرونگا تو یزید سے اُس شخص نے کہا کہ تیرا مجھکو قتل کرنا حسین بن علی بن ابی طالب کے قتل کرنے سے بڑا نہین تو یزید نے اوسکے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل ہوگیا۔

ثم ارسل الی علی ابن الحسین بن علی علیہم السلام فقال له مثل مقالتہ للقرشی فقال له علی بن الحسین علیہما السلام ارایت ان لم اقرلک الیس تقتلنی کما قتلت الرجل بالامس فقال له یزید لعنہ الله بلے۔ فقال له علی بن الحسین علیہما السلام انا عبد مکرہ لک فان شئت فامسک وان شئت فبع

پھر اُس نے امام زین العابدین علیہ السلام کو بلایا اور اونسے بھی وہی گفتگو کی جو قرشی سے کی تھی۔ تو امام زین العابدین علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ مجھے یہ بتا کہ اگر مین تجھسے یہ اقرار نکرون تو کیا مجھکو تو اسی طرح قتل نہ کرے گا جیسے تو نے کل اُس شخص کو قتل کردیا۔ تو امام سے یزید ملعون نے کہا کہ ہان ایسا ہی کرونگا تو اُس سے امام زین العابدین علیہ السلام نے کہا کہ مین مجبوری مین تیرا غلام ہون تو چاہے تو مجھے غلامی مین رکھ اور چاہے بیچ ڈال۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے حالت مجبوری

کرنا واجب تھی - ملا باقر مجلسی نے جو روایتیں جلاء العیون مین لکھی ہین اُن سے
ظاہر ہوتا ہی کہ عمر سعد وغیرہ آخر وقت تک اس کوشش مین تھے کہ کسی طرح امام بیعت
یزید کرلین اور اُنکو امام سے لڑنا سخت ناگوار تھا مگر جب امام نے بیعت نہ کی تب مجبور ہوکر
اُنھون نے امام کو شہید کیا -

امام زین العابدین کا یزید کے سامنے اقرار غلامی کرنا -

آخر انھین امام حسین علیہ السلام کے خلف الصدق جناب امام زین العابدین علیہ السلام
نے کیسی عاجزی کے ساتھ یزید کی غلامی کا اقرار کیا چنانچہ کافی کی کتاب الروضہ[1] مین ہی

عن یزید بن معاویہ قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول ان یزید بن معاویۃ دخل المدینۃ دھو یرید الحج فبعث الی رجل من قریش فاتاہ فقال لہ یزید اتقرلی انک عبد لی ان شئت بعتک وان شئت استرقیتک فقال لہ الرجل واللہ یا یزید ما انت باکرم منی فی قریش حسبا ولا کان ابوک افضل من ابی فی الجاھلیۃ والاسلام

یزید بن معاویہ کہتا ہی کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ یزید بن معاویہ مدینہ مین آیا اور اُسکا ارادہ حج کا تھا تو اُس نے قریش مین سے ایک شخص کو بُلایا جب وہ آیا تو اُس سے یزید نے کہا کہ کیا تو میرے واسطے یہ اقرار کرتا ہی کہ تو میرا غلام ہے اگر مین چاہون تو تجھے بیچ ڈالون اور اگر چاہون اپنا غلام بنائے رکھون تو یزید سے اُس شخص نے کہا کہ واللہ اے یزید باعتبار حسب کے تو قریش مین مجھسے زیادہ بزرگ نہین اور نہ تیرا باپ میرے باپ سے افضل تھا نہ زمانۂ جاہلیت مین نہ زمانۂ

[1] کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۰۲

ایشان زیادہ از شہادت مرا بایشان واگذارید کہ حق تعالیٰ مرا یاری خواہد کرد
ومرا از نظرِ نیک خود خالی نخواہد گذاشت پس لشکر آنحضرت مفارقت
کردند وخویشان نزدیک آنحضرت اباکردند وگفتند ما از تو جدا نمی شویم"

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ جناب امام نے اپنے اختیار سے اپنی جماعت کم کرلی اور لشکر کو خوشی سے رخصت کردیا باانیہمہ اونکے عزیز واقربا جو بہتّر آدمی تھے آخر وقت تک اونکے ساتھ رہے۔

اسکے علاوہ اللہ کی مدد اونکے لئے نازل ہوئی تھی جسکو اُنھوں نے اپنے اختیار سے قبول نہ کیا اصُول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ

قال لما نزل النصر علی الحسین بن علی کان بین السماء والارض ثم خیر النصر او لقاء اللہ فاختار لقاء اللہ	امام فرماتے ہین کہ جب نصر حسین علیہ السلام پر نازل ہوا تو زمین اور آسمان کے درمیان مین تھا پھر اختیار دے گئے حسین کہ اوسکی مدد اختیار کرین یا اللہ کی ملاقات اختیار کرین تو حسین نے اللہ کی ملاقات اختیار کی۔

شارحین کافی نے لکھا ہے کہ نصر نام ایک فرشتہ کا تھا جو امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے نازل ہوا تھا۔

اس روایت سے ظاہر ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر چاہین

ے اصول کافی صـ۲۹۵

مین کس طرح یزید کی غلامی کا اقرار کیا اور اپنی جان بچالی امام حسینؑ نے بیعت نہ کی اور اپنی جان کھوئی۔

اگر بدیر تو اندیشہ تمام کند

آمدم برسر مطلب اب غور فرمائے کہ جس شہادت کی وجہ سے بشارت حسینؑ بار بار رد ہوتی تھی اور اونکی ولادت بھی ناگوار تھی وہ ایسی چیز تھی جسکو جناب امام حسینؑ نے باسباب ظاہر اپنے قصد سے اختیار کیا اس لئے کہ تقیہ نکیا اب اس سے بھی قطع نظر کیجئے اور اسکے بعد کے واقعات پر غور کیجئے۔

اگر انکی تنہائی اور بیکسی کی مصیبت سخت سمجھی گئی تھی جسکی وجہ سے یہ نفرت تھی کہ رد بشارت تک نوبت پہنچی تو یہ بھی اُنھون نے باختیار خود بڑھائی اور جو فوج اُنکے ساتھ تھی اُسکو رخصت کر دیا چنانچہ ملّا باقر مجلسی نے حیات القلوب مین لکھا ہے۔

"در تفسیر امام حسن عسکری مسطور است کہ امام فرمود کہ چون امتحان کردہ شد امام حسینؑ و آنہا کہ با نحضرت بودند با لشکر شقاوت اثر کہ او را شہید کردند و سر مبارکش را با خود داشتند در آنوقت فرمود بہ لشکر خود کہ شما را حلال کردم از بیعت خود پس ملحق شوید بخویشان و قبیلہا و دوستان خود و باہل بیت خود فرمودہ کہ حلال کردم بر شما بیعت خود را کہ شما تاب مقاومت این جماعت ندارید زیرا کہ آنہا اضعاف شمایند و قوت و تہیہ

سلہ حیات القلوب جلد اول صفحہ

اس سے پہلا حکم عہدنامہ کا منسوخ ہوگیا جب دونوں حکم اللہ کی طرف سے تھے تو اعتبار
آخر کے حکم کا ہوگا۔
اب اگر یہ شبہ ہو کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے نصر کی مدد اس لیئے اختیار نہ کی
کہ تقدیر الٰہی معلوم ہوچکی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام
اور بہت سے انبیاء سابقین بڑے شدومد سے اس حادثہ کی خبر دے چکے تھے۔
پس اگر جناب امام شہید نصر کی مدد اختیار کر لیتے تو اللہ کی تقدیر بدلتی اور یہ تمام
پیشین گوئیاں غلط ہو جاتیں۔
اسکا جواب یہ ہے کہ امام کو اپنی جان بچانا اور ہلاکت سے بچنا واجب تھا اور اُسکی وجہ سے
جو مشکلات لازم آتیں اُنہیں امام پر کیا الزام تھا۔
قطع نظر اسکے اللہ نے خود ان امور کا لحاظ نہ کیا اور امام کو اختیار دیا کہ دونوں صورتوں میں
سے جونسی صورت چاہیں اختیار کرلیں پس اگر یہ امور ناشدنی ہوتے تو اللہ جناب امام کو
اختیار کیوں دیتا جب اختیار دیدیا تو ان تمام امور کا تدارک بھی اللہ کے ذمہ تھا۔
اسکے علاوہ اللہ کو اپنی تقدیر بدلنے کا اختیار تھا وہ لوح محفوظ سے جس تقدیر کو چاہتا ہے
محو کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے جسطرح اللہ نے خروج مہدی کا وقت سنہ
ستر میں مقرر کر دیا تھا اور پھر قتل حسین کی وجہ سے ناراض ہوکر وہ وقت بدل دیا اور سنہ
ایکسو چالیس ہجری مقرر کردئے اور پھر نااہلوں نے جو یہ حدیث مشہور کر دی تو اسکا نتیجہ
یہ ہوا کہ اب اسکا وقت ہزاروں برس کے لئے ٹل گیا ائمہ کو بھی اوسوقت کی خبر

تو اُس بلا سے نجات پا دین اور اللہ کا فرشتہ اُسی وقت تمام فوج شام کو غارت کر دیتا مگر امام حسین علیہ السلام نے وہ مدد قبول نہ کی اور اللہ کی ملاقات اختیار کی۔ پس جس مصیبت کو باوجود قدرت کے دفع نکیا وہ مصیبت ایسی ناگوار کیونکر ہو گئی کہ رسولؐ نے اور جناب سیدہ نے اوسکی وجہ سے بشارت حسین کو رد کیا اور جناب سیدہ کو ولادت حسینؑ ناگوار تھی۔ اس حدیث کا ترجمہ صافی شرح کافی مین اسطرح لکھا ہے۔

"روایت ست از امام باقر علیہ السلام گفت فرستاد الله عزوجل فرشتہ را
کہ نام او نصر ست بہ امام حسین علیہ السلام در کربلا تا آنکہ ایستاد نصر میان
آسمان و زمین برسر امام حسین علیہ السلام بعد ازان مخیر کرد امام حسین را گفت
کہ نصرت بر اعدا میخواہی یا مرگ و ملاقات تو الله تعالی را پس کشتہ شد باختیار خود"

اگر یہ شبہ ہو کہ نصر کی مدد اس لئے اختیار نہ کی کہ اونکے عہد نامہ مین یہ حکم تھا کہ ترک قتال ہو جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ

اول تو عہد نامہ کا یہ حکم ہی ماننے کے لایق نہ تھا اس لئے کہ نص قرآنی کے مخالف تھا جسمین صاف یہ حکم ہے کہ اپنے اختیار سے ہلاکت مین نہ پڑو اور جو مضمون قرآن کے مخالف ہو وہ رد کرنے کے لایق ہے۔

دوسرے اگر یہ مان لیا جاوے کہ فی الواقع عہد نامہ کی روایت صحیح ہے اور یہ حکم باوجود مخالفت قرآن کے بھی ماننے کے لایق تھا تو ظاہر ہے کہ دوسرا حکم جو نصر کے ساتھ نازل ہوا کہ اختیار ہے کہ ان دونون صورتون مین سے جس صورت کو چاہو اختیار کرو

دوسرے یہ کہ ہر سال جو بغیر حدوث کسی تازہ رنج کے بار بار گریہ وزاری اور نوحہ وشیون مین مبتلا ہوتے ہین اس بے وجہ واویلا کی درد سری سے بھی چھوٹتے۔
افسوس کہ جناب امام نے نہ اپنی جان کا لحاظ کیا نہ اپنے ساتھیونکی جان کا۔ نہ یہہ خیال کیا کہ اللہ کا غضب تمام زمین والون پر نازل ہوگا۔ خصوصاً شیعون پر اُس کا اثر زیادہ پہنچے گا۔ نہ یہ خیال ہوا کہ رسول اللہ صلعم اور جناب سیدہ کی روح مبارک کو وہ صدمۂ عظیم ہوگا جسکی وجہ سے ردِ بشارت تک نوبت پہنچی تھی۔ اگر وہ نصر کی مدد قبول کر لیتے تو یہ سب آفتین ٹل جاتین۔
بیان مذکورۂ بالا سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ آخر وقت تک کوئی مجبوری جناب امام حسین علیہ السلام پر نہ تھی پھر یہ واقعہ ایسا ناگوار کیون تھا جسکی وجہ سے اونکی بشارت بار بار رد ہوتی تھی۔
اگر یہ گمان ہو کہ جو مصائب جنابِ امام اور اونکے ساتھیون پر بوقت قتل واقع ہوئے وہی ایسے ناگوار تھے جنکی وجہ سے ردِ بشارت تک نوبت پہنچے مثلاً اونکا جسم مبارک زخمون سے چور چور ہوا تیرون سے چھن گیا۔ خنجر کی تیز دھار گردن پر پھیری گئی۔ یہ سختیان ایسی تھین جن کا تصور بھی ناگوار تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنابِ امام پر درحقیقت کچھ بھی مصیبت نہ تھی۔ قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج والجرائح[۱] مین لکھا ہے کہ

عن ابی جعفر قال قال الحسین لاصحابہ قبل ان یقتل ان	امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے وہ فرماتے ہین کہ امام حسین علیہ السلام نے قتل ہونے سے پہلے اپنے

[۱] الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی صفحہ۱۳ فصل الرحبۃ ۱۲

نہین دی گئی اس لیے کہ وہ اس راز کو چھپا نہ سکے حالانکہ اسرار دین کا چھپانا نہایت تاکید سے واجب کیا گیا ہی۔ مگر اُنھون نے خلاف مرضی الٰہی ہر اہل و نااہل پر اس بھید کو ظاہر کردیا اور اہل و نااہل مین فرق تمیز نہ کی پس جسطرح خروج مہدی کا وقت دو مرتبہ ٹلگیا اور اللہ کی تقدیر دو مرتبہ بدلی اور ائمہ معصومین کی پیشین گوئی دو مرتبہ غلط ہوگئی۔

اسی طرح وقت شہادت حسینؑ بھی ٹلجاتا اور اس امر مین بھی اللہ کی تقدیر بدل جاتی اور پیشین گوئیون کا ظہور بھی ملتوی ہوجاتا اور پھر وقت ٹلتے ٹلتے قیامت تک ٹل سکتا تھا۔

آخر خروج مہدی کا وقت جو سنہ ستر مین مقرر ہوا تھا وہ بھی تو شہادتِ حسینؑ کی وجہ سے ہی ٹلا تھا اس سے بہتر تھا کہ شہادت حسین ہی ٹلجاتی۔

اگر امام حسین علیہ السلام نصر کی مدد قبول کرلیتے تو اونکی جان بچنے کے سوا اور بھی کئی فائدے حاصل ہوتے۔

ایک یہ کہ اللہ کو اتنا غصہ نہ آتا جسکی وجہ سے خروج مہدی کا وقت جو سنہ چالیس مین مقرر ہوچکا تھا بدلنا پڑا۔

دوسرے یہ کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صدمہ نہوتا جسکی وجہ سے بار بار خدا کی بھیجی ہوئی بشارت رد کرنا پڑی تھی۔

تیسرے یہ کہ شیعون پر دو احسان ہوتے ایک یہ کہ سنہ چالیس مین مہدی ظاہر ہوجاتے پس جو بے انتہا مصائب شیعون پر آئے اُس سے نجات ملجاتی اور اوسی وقت سے شیعون کا غلبہ ہوجاتا۔

یہ مصیبت ناگوار تھی اور اسی وجہ سے بشارت رد کی گئی اور ولادتِ حسین ناگوار تھی سو یہ خیال بھی صحیح نہین چنانچہ اصول کافی[1] مین روایت ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے تو قوم نے یہ ارادہ کیا کہ اونکے جسم کو گھوڑون سے روندین حسبِ اتفاق ایک شیر ایک طرف کھڑا ہوا تھا فضہ رضی اللہ عنہا شیر کے پاس گئین تو فضہ نے شیر سے

فقالت یا ابا الحارث فرفع راسہ	کہا کہ اے ابو الحارث[2] تو شیر نے اپنا سر اوٹھایا
ثم قالت اتدری ما یرید من	پھر فضہ نے کہا کہ تجھکو معلوم ہے کہ دشمنون کا کیا ارادہ
ان یعملوا غدا بابی عبد اللہ یریدون	ہے کہ کل کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا کرینگے
ان یوطئوا الخیل ظہرہ	اونکا ارادہ ہے کہ گھوڑے اُنکے اوپر دوڑاوین۔
قال فمشی حتی وضع یدہ علی جسد	راوی کہتا ہے تو شیر چلا اور اُس نے اپنا ہاتھ حسینؑ
الحسین علیہ السلام فاقبلت الخیل	کے جسمِ مبارک پر رکھدیا تو سوار آئے جب اُنھون نے
فلما نظروا الیہ قال لہم عمر بن سعد	شیر کو دیکھا تو اُن سے عمرِ سعد نے کہا کہ یہ فتنہ ہے
لعنہ اللہ فتنۃ لا تثیروہا انصرفوا فانصرفوا	اسکو مت اُٹھاؤ پھر چلو تو سب پھر گئے۔

اگر یہ خیال ہو کہ اگرچہ جناب امام حسین علیہ السلام پر میدانِ کربلا مین کسی قسم کی تکلیف نہین ہوئی اور نہ اُنکی لاش روندی گئی اور بڑی راحت و عیش مین اُنکی شہادت ہوگئی جیسا کہ جرائح کی روایت سے ظاہر ہو چکا مگر بعد شہادتِ امام جو اہلبیت کو اسیر کرکے یزید کے پاس لے گئے وہانکی سختیان جو اہلِ بیت پر گذرین وہ ناگوار

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۹۵ [2] ابو الحارث عربی مین شیر کی کنیت ہے۔

رسول اللہ قال یا بُنیَّ انک ستساق الی العراق و انک تستشہد بہا وستشہد معک جماعۃ من اصحابک لایجدون الم مس الحدید وتلا قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم یکون الحرب علیک وعلیھم بردا وسلاما فابشروا	ساتھیون سے کہدیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اے میرے بیٹے قریب ہی کہ تو نکالا جائیگا عراق کی طرف اور تو وہان شہید کیا جاویگا اور تیرے ساتھ ایک جماعت تیرے ساتھیونکی شہید ہوگی۔ نہ پاوین گے ایذا آہنی ہتھیارون کے زخمونکی اور پھر یہ آیت پڑھی کہ قلنا یا نارُ کونی الخ یعنی ہمنے کہدیا کہ اے آگ ہو جا ٹھنڈک اور سلامتی ابراہیم پر ہوجاوے گی جنگ تجھپر اور اونپر ٹھنڈک اور سلامتی بس تم بشارت پاؤ۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ کربلا کی تمام سختیان جناب امام حسین علیہ السلام اور اونکے ساتھیون پر آسان ہوگئی تھین پہلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی خبر دیگئے تھے اور جناب امام نے اپنے ساتھیون کو پہلے سے یہ بشارت سُنادی تھی۔ شاید اسی وجہ سے امام حسین علیہ اسلام نے کوئی موقع اپنے بچاؤ کا اختیار نہ کیا اور اللہ کی مدد بھی قبول نہ کی اور خوشی خوشی موت پر راضی ہوگئے اس لئے کہ اُس حالت مین اونپر کوئی سختی نہ تھی بلکہ بہت راحت تھی اور وہی حالت تھی جیسے نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ مین ڈالا تھا اور وہ اونپر گلزار ہوگئی تھی۔

اب اگر یہ خیال ہو کہ شاید بعد قتل اونکی لاشین گھوڑونکی ٹاپون سے روندی گئی ہونگی

ترتیب داد و اموال برائے خروج ایشان حاضر کرد و گفت اینہا عوض آنست کہ نسبت بہ شما واقع شدہ۔"

اس روایت سے ظاہر ہو گیا کہ بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا اور بہت سامان بھی دیا آپ فرمائے قتلِ حسین میں وہ کونسی مصیبت تھی جسکے لئے بشارت حسینؑ رد ہوتی تھی اور ولادتِ حسین ناگوار تھی اور پھر اولادِ حسین میں امامت کی خبر سُنکر یہ مصیبت گوارا ہو گئی۔ حالانکہ امام حسین علیہ السلام پر جو مصیبت آئی وہ آخرِ عمر میں آئی اور باقی ائمہ تو تمام عمر مصیبت میں رہے۔

کیا شہادت حسینؑ کی یہی مصیبت تھی جسکے لئے ملائکہ میں اور حضرت آدم کے وقت سے تمام انبیاء سابقین میں قبل از مرگ واویلا بلکہ ہزار ہا سال قبل از ولادت واویلائے مرگ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ستاروں پر نظر ڈالی تھی اور اسکے بعد اپنے آپ کو بیمار بتایا تھا جسکا ذکر قرآن میں ہے وہ بیماری اسی شہادتِ حسین کے غم کی تھی چنانچہ اصول[۵۵] کافی میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قول اللہ عز وجل فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم قال حسب فرای مایحل بالحسین فقال انی	امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ (پھر نظر ڈالی ابراہیمؑ نے ستاروں میں اور کہا کہ میں بیمار ہوں) امام فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو دیکھ کر نجوم کا حساب کیا

[۵۵] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۹۲

تعین اسوجہ سے بشارت حسینؑ رد ہوتی تھی اور ولادت حسینؑ ناگوار تھی تو ان واقعات کی تفصیل جو مُلّا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں تحریر فرمائی ہی اُس کو ہم تنقیح سے نقل کرتے ہین۔

"یزید گفت اے ہند نوحہ وزاری بکن بر فرزند رسول خدا و بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین درامر او تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم پس اہل بیت را در خانہ او جائے داد وہر چاشت وشام حضرت امام زین العابدین را بر سر خوان خود مے طلبید۔"

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ یزید نے اہل بیت کو بہت تعظیم سے رکھا اور بڑی عزت کے ساتھ مہمانی کی اور شہادت حسینؑ سے اپنی بیزاری ظاہر کی اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد دُنیا کے آدمیوں میں سب سے پہلے ماتم حسین کا حکم یزید نے دیا اور سب سے پہلے یہ رسم یزید نے جاری کی اور سب سے پہلے یزید کے گھر مین حسین علیہ السلام کا ماتم ہوا۔ ؎

رسمِ ماتم بنا یزید نمود
ہر کہ آمد بر آن مزید نمود

پھر جلاء العیون مین یہ بھی لکھا ہی۔

"روز ہشتم یزید اہل بیت را طلبید ونوازش وعذر خواہی کرد وتکلیف بماندن شام کرد چون قبول نکردند محملہای مزین برای ایشان

ملا تنقیح صہ ۱۶۵

گریہ در گلوئے او گرہ می شد و از بسیاری گریستن نفس او تنگ می شد
پس روزے مناجات کرد کہ خداوندا چرا آن چہار بزرگوار را کہ یاد می کنم
غمہا از دلم بیرون میرود و دلم کشادہ می شود و چون حسینؑ را یاد می کنم
دیدہ ام گریان و دلم محزون می شود و نالہ بلند میگردد پس حق تعالی واقعہ
کربلا را باو وحی نمود چنانچہ فرمودہ است کہیعص کہ کاف اشارہ است
بکربلا و ہا بہلاک عترت رسولؐ در آن صحرا و یا یزید علیہ اللعنۃ والعذاب
الشدید کہ ظلم کنندہ بر حسین علیہ السلام ست و عین عطش و تشنگی آنحضرت ست
و صاد صبر آنحضرت چون زکریا این را شنید سہ روز از جای نماز
خود بیرون نیامد و منع کرد مردم را کہ نزد او نروند و رو آورد بگریہ و
افغان و لوحہ و مرثیہ می خواند برائے مصیبت او و می گفت آیا بدرد
خواہی آورد دل بہترین جمیع خلقت را بمصیبت فرزند او آیا این بلیہ
و محنت را بساحت عزت او فرو خواہی آورد آیا جامۂ این ماتم را بر علیؑ
و فاطمہؓ خواہی پوشانید آیا شدت این درد و محنت را بعرصۂ قرب و
منزلت ایشان داخل خواہی کرد پس می گفت الٰہی روزی کن مرا فرزندی
باین پیری کہ دیدۂ من باو روشن گردد و چون بمن عطا کنی مرا بمحبت
آن فرزند مفتون گردان پس دل مرا بمصیبت او بدرد آور چنانچہ دل محمدؐ
حبیب خود را بفرزندش بدرد خواہی آورد پس خدا حضرت یحییٰ را بآنحضرت

سقیم لما یحل بالحسین علیہ السلام	تو اُنکو وہ حالت معلوم ہو گئی جو حسینؑ پر آنے والی تھی اس لئے کہا کہ مین بیمار ہون اُس غم مین جو حسینؑ پر گذرنے والا ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابراہیم علیہ السلام نجوم کے حساب سے واقعات آیندہ کا حال معلوم کیا کرتے تھے۔

اس سے بڑھکر اور سنئے یہی مصیبت حسین جس مین کچھ بھی ایذا نہ تھی قرآن کے حروف مقطعات مین بھی مذکور ہے چنانچہ مُلّای مجلسی حیات القلوب[۵] مین فرماتے ہین۔

"وبسند معتبر منقول ست کہ سعد بن عبد اللہ از حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ سوالے چند کرد در ہنگامیکہ آنحضرت کودک بود و در دامن حضرت امام حسن عسکری نشستہ بود و از جملہ آن سوال ہا آن بود کہ پرسید از تاویل کہیعص فرمود کہ این حروف از خبرہائے غیب ست کہ مطلع گردانید خدا بر آنہا بندہ خود زکریا را و بعد از ان برائے محمدؐ ذکر کردہ است و این قصہ چنان بود کہ زکریا از پروردگار خود سوال کرد کہ تعلیم او نماید نامہائے آل عبا صلوات اللہ علیہم را پس جبرئیل نازل شد و آن نامہائی مقدس تعلیم او نمود پس زکریا ہرگاہ محمد و علی و فاطمہ و حسن صلوات اللہ علیہم را یاد می کرد اندوہ و الم او برطرف می شد و چون نام حسینؑ را یاد می کرد

---

[۵] حیات القلوب مطبوعہ لکھنؤ جلد اول ص۳۴۳

کی حفاظت کی اور یزید نے جو ماتم کیا اور اہل بیت کی مدارات کی یہ بھی غلط ہے
تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ کو خدائی کے کارخانون مین کیا
دخل تھا اللہ کی تقدیر اور حکمت مین بندہ کو کیا چارہ بہت سے انبیا بھی قتل ہو چکے
ہین اور اکثر مقربین پر اس قسم کے مصائب آیا کرتے ہین اللہ جو چاہے وہ کرے اپنی
حکمت اور مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے۔ ایسے مصائب پر کاملین کا فرض ہے کہ طریقہ
صبر و شکر اور تسلیم و رضا اختیار کرین۔ رسولؐ اور جناب سیدہ سے بڑھکر مقرب
بارگاہِ الٰہی اور کون ہو سکتا ہے پھر کیا وجہ کہ تقدیرِ الٰہی پر راضی نہ ہوئے اور رضا
و تسلیم کا طریقہ چھوڑا اور بار بار بشارت رد کی اور جناب سیدہ کو ولادت حسین بھی ناگوار
ہوئی کیا اُنکی ناگواری سے تقدیر الٰہی ٹل گئی۔ پھر اس بیزاری سے کیا فائدہ ہوا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کو اللہ کے حکم کی بموجب اپنے ہاتھ سے
ذبح کرنے پر راضی ہو گئے تھے بلکہ اُنھون نے اپنی دانست مین اپنے بیٹے کی
گردن پر چھری پھیر دی تھی جبرئیل نے اُس چھری کے تلے بکرے کی گردن بچھا
دی۔ اور ہمارے رسول اور جناب سیدہ کو اُس قتل حسینؓ پر صبر نہ تھا جو اُنکی وفات
سے پچاس برس کے بعد ہونے والا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی خواہش
سے یہ مصیبت مول لی اور قتل ہونے کے لئے اللہ سے بیٹا مانگا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت
جو صبر کیا تھا ذرا اُسکو بھی ملاحظہ فرمائیے۔

روزی کرد و بمصیبتِ او دلِ او را بدرد آورد۔ "

حضرت زکریا علیہ السلام نے ہزارون برس پہلے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا اتنا بڑا ماتم کیا حالانکہ اس شہادت کے واقعہ مین کچھ بھی مصیبت نہ تھی۔

جو صاحبِ انصاف عقلِ سلیم رکھتا ہو اور تعصب سے خالی ہو وہ ان روایتون پر غور کرنے سے معلوم کرسکتا ہے کہ احادیثِ شیعہ کے راوی ائمہ پر افترا کرنے اور روایات کے تصنیف کرنے مین کیسا یدِ طولی رکھتے تھے۔

بہرحال یہ تعجب کسی طرح رفع نہین ہوسکتا کہ جس شہادت مین کچھ بھی مصیبت نہ ہو اُسکے واسطے حضرت آدم سے لیکر ہمارے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیا مین اتنا بڑا ماتم کیون قایم ہوا۔

اور جنابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جنابِ سیّدہ نے جو بشارت کو بار بار رد کیا اور ولادت بھی ناگوار ہوئی اُسوقت اجرِ شہادت کی فضیلت عظیم پر کیون نہ لحاظ کیا حالانکہ حضراتِ شیعہ کا یہ بھی قول ہے کہ یہی شہادت بخششِ امتِ رسول کا ذریعہ بنیگی پس اتنی بڑی نعمت کیون رد کیجاتی تھی حالانکہ امام شہید کو اس مصیبت کی اتنی بھی پروا نہوئی کہ اوسکو دفع کی دعا مانگتے۔

اب تصویر کا رُخ بدلو اور یہ فرض کرلو کہ اللہ کی طرف سے فرشتہ بھی امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے نہین اُترا تھا اور نہ اُنکو اُس فرشتے سے مدد لینے کا اختیار دیا گیا تھا اور جو سختیان قتل کی اور ایذا ہتھیارون سے زخمی ہونے کی ہوتی ہے وہ بھی جنابِ امام اور اونکے ساتھیون پر پہنچی۔ اسی طرح شیر نے جو لاش

پڑی رہے اور اُسکو درندے اور وحوش و طیور کھاوین اور قیامت کو حمزہؓ اُن جانورون کے پیٹ مین سے محشور ہون پس تعجب ہے کہ حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوئے تو ایسا صبر کیا اور راضی برضا رہے اور حسین علیہ السلام جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچاس برس بعد شہید ہوں گے اونکی شہادت کی خبر سنکر ابھی سے یہ بے صبری ظاہر کی کہ بار بار بشارت رد کی۔

حمزہؓ کی شہادت کا تو ایسا اہتمام کہ منظور تھا کہ اُنکی لاش بھی دفن نہ ہو اور حسینؑ کی شہادت سے پچاس بلکہ چون[۵۴] برس پہلے یہ نفرت۔ حالانکہ حسین علیہ السلام شہید ہوکر بھی اُنھین کی مجلس مین اور ابد الآباد کے عیش مین پہنچنے والے تھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے صابر و شاکر تھے کہ اُنھون نے اپنے بیٹے ابراہیم کی موت اپنی خوشی سے گوارا کرلی اور حسین علیہ السلام پر اُسکو فدیہ کردیا۔ چنانچہ ملا مجلسی نے حیات القلوب[۱] مین لکھا ہے۔

"ابن شہر آشوب از ابن عباس روایت کردہ است کہ روزے حضرت رسول نشستہ بود و بر ران چپش ابراہیم پسرش را نشاندہ بود و بر ران راست خود امام حسینؑ را نشاندہ بود و یک مرتبہ این را می بوسید و یکمرتبہ او را ناگاہ آنجناب را حالتِ وحی عارض شد و چون آن حالت از او زائل گردید فرمود کہ جبرئیل از جانب پروردگارِ من آمد و گفت اے محمدؐ پروردگارت ترا سلام

[۱] جلد دوم حیات القلوب مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۵۹۳

حیات القلوب مین ایک طویل روایت مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی جناب امیر علیہ السلام سے بحث کرنے لگا اور وہ انبیائے سابقین کا ایک ایک معجزہ ذکر کرتا تھا اور ہر معجزہ کے مقابلہ مین جناب امیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ذکر کرتے تھے۔ منجملہ اُسکے یہ بھی ہے[1]۔

"یہودی گفت کہ ابراہیم فرزندِ خود را خوابانید کہ قربان کند حضرت فرمود کہ از برائے ابراہیم بعد از خوابانیدن فرزند خود گوسفند را خدا فرستاد و ذبح نکرد فرزندِ خود را و محمد دروی عظیم تر بدل اورسید در وقتیکہ درجنگِ اُحد بر سرِ عم خود حمزہ آمد کہ شیر خدا و رسول بود و یاورِ دین او بود و اورا کشتہ و پارہ و پارہ دید بآن محبتے کہ باو داشت از برائے رضائے خدا بقضائے الٰہی تسلیم وانقیاد نمود نزد امرا و اظہار جزعی نکرد و آہے نکشید و آب از دیدہ جاری نگردانید و فرمود کہ اگر نہ این بود کہ صفیہ محزون میشد و بعد از من سنتی میشد ہر آئینہ اورا چنین می گذاشتم کہ درندگان و مرغان اورا بخورند و از شکم آنہا محشور شود۔"

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال محبت تھی اور جب وہ غزوۂ اُحد مین شہید ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے اونکی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو کیسا صبر کیا اور قضائے الٰہی پر راضی ہوگئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جی یہ چاہتا تھا کہ لاش اونکی اسطرح

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۷۱

یہ روایت بھی نقل کی ہے۔

"فرمود کہ چون مصر را فتح کنید قبطیان را نگہ شید کہ ماریہ مادر ابراہیم از ایشانست و فرمود کہ رومیہ را فتح خواہید کرد چون آنرا فتح کنید کلیسا تیکہ در جانب شرقی آن واقع است آن را مسجد کنید"

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر کی فتح کی بشارت کس کو دی اس لئے کہ مصر خلیفہ ثانی کے زمانہ مین فتح ہوا ہی پس ظاہر ہے کہ انھین کو فتح مصر کی بشارت دی تھی انھین سے قوم ماریہ کی سفارش کی تھی انھین کو مسجد بنانے کا حکم کیا۔ پس اگر خلیفہ ثانی کی (معاذ اللہ) وہ حالت ہوتی جو شیعون نے فرض کرلی ہی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ اونکو فتح مصر کی بشارت دیتے نہ اونسے قوم ماریہ کی سفارش کرتے نہ انکو مسجد بنانے کا حکم کرتے اس لئے کہ ایسے لوگون کی بنائی ہوئی مسجد تو مقبول بھی نہین ہوتی۔ پس فتح مصر کی بشارت اور اسکے ساتھ ان دینی کامون کی ہدایت درحقیقت خلافت حقہ کی بشارت ہی۔ اس قسم کی بہت سی بشارتین خلفا کی خلافت راشدہ کے حق ہونے کی احادیث شیعہ سے ثابت ہین جنکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ مبحث امامت مین مذکور ہوگی۔

آمدم برسر مطلب قدماء شیعہ نے جو رد بشارت کا الزام رسول اور جناب سیدہ پر لگایا یہ محض تہمت اور افترا ہی اور غرض ان روایتون کی تصنیف کرنے سے یہ تھی

فائدہ کی ہدایت

؎ حیات القلوب جلد

سیرباند ومیگوید کہ این ہردو را براسئے تو جمع نخواہم کرد یکے را فدائے
دیگران گردان پس حضرت نظر کرد بسوئے ابراہیم وگریست ونظر کرد بسوئے
سید الشہدا وگریست پس فرمود کہ ابراہیم مادرش ماریہ است چون بمیرد کسے
بغیر از من برو محزون نخواہد شد ومادر حسین فاطمہ ہست وپدرش علی ست
کہ پسر عم من وبمنزلہ جان من وگوشت وخون من ست وچون او بمیرد
دخترم وپسر عمم ہردواندوہناک می شوند ومن نیز براو محزون میگردم ومن اختیار
میکنم حزن خود را بر حزن ایشان اے جبرئیل فدائے حسین کردم ابراہیم
را وبہ فوت او راضی شدم پس بعد از سہ روز مرغ روح ابراہیم بجنات
نعیم پرواز نمود۔ ۃ

اس قصہ مین جو امر سب سے زیادہ عجیب ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی بیٹی کے رنج کا تو خیال کیا مگر بیچاری ماریہ جو محض بیکس تھین اور کوئی اونکا
والی وارث نہ تھا اُنکے رنج کا کچھ بھی خیال نہ کیا آخر وہ بھی اللہ کی مخلوق تھین انسانی
حقوق اُنکو بھی حاصل تھے اور غریب الوطن اور بیکس ہونے کی وجہ سے زیادہ رحم
کے قابل تھین۔ حالانکہ جناب ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا بھی وہ مرتبہ تھا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفار کو جو دین رسولؐ کا تمام جہان مین پھیلانے والے
تھے قوم ماریہ کی سفارش کی تھی ملا مجلسی نے حیات القلوب مین جہان بیان معجزات
رسول مین واقعات آیندہ کی پیشین گوئیان لکھی ہین وہان بحوالہ ابن شہر آشوب

اس لئے کہ وہ اختیاری فعل نہیں اور اس مین بھی جہانتک ممکن ہو صبر کا قصد کرنا شرعاً محمود ہے۔

اس مقام پر اگر یہ شُبہ کیا جائے کہ بعض روایات سے ثابت ہوا ہی شہادت حسین علیہ السلام کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض صحابہ نے اسطرح خواب مین دیکھا کہ موئے مبارک پریشان اور گرد آلود تھے اور خون کا بھرا شیشہ ہاتھ مین تھا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ خون حسین کا اور اُنکے ساتھیون کا ہی اس روایت سے فضیلت ماتم حسینؑ کی ثابت ہوتی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ احادیث سے ثابت ہوا ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی صورت خواب مین نظر آتی ہی اور شیطان آپکی صورت مین متمثل نہین ہوتا۔ با این ہمہ خواب کی حالت ایسی مشتبہ ہوتی ہی کہ اسپر احکام شرع مبنی نہین ہوتے اور اگر کوئی حکم خواب مین معلوم ہو تو نصوص شریعت پر اُسکا پیش کرنا واجب ہی اور اگر خلاف نصوص شریعت ہو تو اُسپر عمل کرنا جائز نہین۔

جو قصہ اس خواب مین مذکور ہی وہ ایسے واقعات نہین جو درحقیقت واقع ہوتے ہون۔ نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ مبارک سے باہر نکلکر میدانِ کربلا مین تشریف لے گئے تھے نہ فی الواقع آپکے ہاتھ مین کوئی شیشہ تھا نہ آپنے اُس مین خون بھرا تھا بلکہ جو نمونہ کسی حالت کا خواب مین نظر آیا وہ محتاجِ تعبیر ہے اور تعبیر اسکی یہی ہوسکتی ہے کہ قتلِ حسینؓ ایک ایسا امر عظیم تھا کہ اگر یہ حادثہ رسول اللہ صلعم

کہ عوام ان روایات کو سنکر ماتم حسینؑ مین جہد بلیغ کرین اور حکم صبر کے نصوص سے
اس ماتم کو مستثنیٰ سمجھین اس لئے کہ جب رسولؐ اور جناب سیدہ نے اس حادثہ کو
سنکر صبر نہ کیا اور ایسی بے صبری کی کہ رد بشارت تک نوبت پہنچی تو امت کو تو اور زیادہ
بے صبری اور جامہ دری اور سینہ خراشی اور سر کوبی چاہیے اونکو صرف ماتم کی فضیلت
ثابت کرنا منظور تھی۔ اس سے انکو کیا غرض کہ ان روایتون کے تصنیف کرنے سے
رسولؐ پاک اور جناب سیدہ علیہا السلام پر کیسے الزام عائد ہو گئے اور خود جناب امام
حسین علیہ السلام کی کیسی توہین ہوئی کہ اونکی والدہ ماجدہ کو اونکی ولادت بھی ناگوار تھی
اسی غرض سے انھون نے یہ روایتین تصنیف کین کہ انبیاء سابقین بھی اس غم مین
رویا کرتے تھے بلکہ بعض کی تو یہ حالت تھی کہ روتے روتے بے اختیار ہو جاتے
تھے حالانکہ امام حسینؑ علیہ السلام کی جو مصیبت تھی وہ فقط تین دن مین ختم ہو گئی
اور اسکے بعد وہ ابد الآباد کے عیش مخلد مین پہنچے پس ایسی فانی مصیبت بمقابلہ
ایسے عیش مخلد کے کیا حقیقت رکھتی ہو جو انبیا کی نظر اُس عیش پر نہ جاتی اور اس
فانی مصیبت پر جاتی۔ خصوصاً جبکہ یہ بھی ثابت ہو چکا کہ امام حسین علیہ السلام پر کوئی مصیبت
نہ تھی۔ شریعت مین کوئی نظیر ایسی نہین ملتی کہ کسی کی موت پر یا مصیبت پر رونے
کی شارع نے ترغیب دی ہو بلکہ خلاف اسکے احکام صبر نہایت تاکید کے ساتھ
موجود ہین۔ اور بمقتضائے بشریت اپنی مصیبت پر یا غیر کی مصیبت پر بغیر اپنے
قصد کے جو کیفیت رقت کی طاری ہوتی ہو اسکو شریعت نے جائز رکھا ہے

ماتم حسین کا بیان

یہ فتوے دیتے تھے کہ جس جانور کو باز اور شاہین قتل کرے وہ حلال ہے چونکہ امام جعفر صادقؑ اس مسئلہ مین اپنے باپ کے مخالف تھے اس لئے اُنھون نے اپنے والدِ معصوم کی غلطی پر تقیہ کا پردہ ڈالدیا اور یُون فرمایا کہ بنی امیہ کے خوف سے وہ بطور تقیہ ایسا فتوے دیتے تھے۔

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ امام باقر علیہ السلام نے مسلمانون کو مُردار گوشت کھانے کا حکم کیا۔ کیا امام معصوم نائبِ رسول کا یہی کام ہے۔ اس مسئلہ کے بیان کرنے مین ایسا کیا خوف تھا سب مجتہدین اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق فتوے دیتے تھے۔ بالفرض اگر امام باقر علیہ السلام کو ایسا ہی خوف تھا تو سکوت اختیار فرماتے اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو اس مسئلہ سے اپنی لاعلمی ظاہر کردیتے مگر حکم ناحق زبان سے نہ نکالتے۔ حرام کو حلال نہ بناتے۔ مسلمانون کو مُردار نہ کھلاتے۔ آخر اُسی بنی امیہ کے زمانہ مین اور بھی مشاہیر علماء ایسے تھے کہ وہ باز اور شاہین کے مارے ہوئے جانور کی کراہت کا فتوی دیتے تھے چنانچہ ابن کثیر نے تفسیر مین لکھا ہے کہ سعید بن جبیر اور مجاہد اور ضحاک اور سدی اور ابن عمر کا یہی مذہب تھا۔ ان سے اس مسئلہ کی وجہ سے خلفاے بنی امیہ نے کبھی تعرض نہین کیا۔ پس جب اتنے علماء اس مسئلہ مین متفق تھے پھر امام باقر کو تقیہ کی کیا وجہ تھی اس لئے کہ یہ مسئلہ ائمہ اہلِ بیت سے مختص نہ تھا۔ قطع نظر اسکے امام باقر علیہ السلام کے لئے جو عہدنامہ نازل ہوا تھا اُس مین تقیہ کی ممانعت تھی۔ چنانچہ

کی زندگی مین ہوتا تو آپ کو سخت صدمہ ہوتا۔
قطع نظر اسکے یہ خواب اُسوقت دیکھی گئی تھی جسوقت حادثہ شہادت واقع ہوا تھا۔
پس جو کچھ اسکا اثر ہوگا وہ حدوث حادثہ کے وقت سے مختص ہوگا مگر ہزارون
برس پہلے اور سیکڑون برس بعد یہ نوحہ وشیون نہایت عجیب ہی۔

۲۰ **کیا عوام** اسپر تعجب نکرین گے کہ ائمہ علیہ السلام حرام جانور کو حلال بتا دیا
کرتے تھے اور لوگون کو حرام گوشت کے کھا لینے مین مبتلا کرتے تھے مگر ائمہ کیلیے
لیے تقیہ کی ٹٹی موجود تھی۔ فروع کافی[۵۷] کی کتاب الصید مین ابان بن تغلب سی
روایت ہے کہ

قال سمعت اباعبد الله علیہ السلام یقول کان ابی علیہ السلام یفتی فی زمن بنی امیۃ ان ما قتل البازی والصقر فھو حلال وکان یتقیھم وانا لا اتقیھم وھو حرام ما قتل۔	وہ کہتا ہی کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا کہ میرے باپ علیہ السلام بنی امیہ کے زمانہ مین یہ فتوے دیتے تھے کہ باز اور شاہین جس جانور کو قتل کرے وہ حلال ہی اور وہ بنی امیہ سے تقیہ کرتے تھے اور مین بنی امیہ سے تقیہ نہین کرتا اور وہ حرام ہے جو باز اور شاہین نے قتل کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ظاہر کر دیا کہ اونکے باپ امام باقر علیہ السلام

[۵۷] فروع کافی ... کتاب الصید ...

شیعہ راویون نے اسی مضمون کی ایک اور روایت بھی تصنیف کر لی جو فروع کافی کے باب صید البزاۃ مین سب سے پہلے مذکور ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ہمارے والد یعنی امام باقر علیہ السلام بطور تقیہ کے فتوی دیتے تھے اور اسوقت ہمکو شکار باز اور شاہین کے مسئلہ مین خوف تھا لیکن اب ہمکو کچھ خوف نہین باز اور شاہین کا شکار بغیر ذبح کے حلال نہین اور حضرت علی علیہ السلام کی کتاب مین بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ اس مسئلہ مین جو قرآن کی آیۃ نازل ہوئی ہے وہ کتے کے شکار سے مختص ہے۔

اس روایت مین حضرت علی علیہ السلام کی کتاب کا حوالہ اور بڑھا دیا گیا تاکہ سبکو یقین ہو جاے کہ امام باقر علیہ السلام کو یہ مسئلہ ضرور معلوم تھا کہ باز اور شاہین کا شکار بغیر ذبح کے حرام ہی اس لیے کہ حضرت علی علیہ السلام کی کتاب مین مذکور تھا مگر اسکے حلال ہونیکا جو فتوی دیتے تھے یہ مصلحت وقت کے سبب سے جھوٹ بولتے تھے اور حکم ناحق بیان کرتے تھے۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کتاب علی علیہ السلام کیا چیز ہے اس کتاب کا نام جامعہ بھی ہی اور صحیفہ بھی ہی۔ اصول کافی[۵۱] مین چند روائتین اس مضمون کی ہین کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس جامعہ ہی اور وہ ایک صحیفہ ستر ہاتھ لمبا ہی اور اتنا چوڑا ہی جیسے بکری کی کھال اور لپیٹ کر اتنا موٹا ہی جیسے اونٹ کی ران۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے جاتے تھے

۵۱ اصول کافی صـ۱۴۶

اصُول کافی مین ہے[1]۔

ثم دفعہ الی ابنہ محمد بن علی ففک خاتما فوجد فیہ حدث الناس و افتہم و لا تخافن الا اللہ عزوجل فانہ لا سبیل لاحد علیک	امام زین العابدین علیہ السلام نے کتاب عہود ائمہ اپنے بیٹے محمد بن علی کو دی اُنھون نے مُہر توڑی تو اُسمین یہ مضمون پایا کہ لوگون سے حدیث بیان کر اور فتوی دے اور اللہ کے سوا کسی اور سے ہرگز مت ڈر اس لئے کہ تجھپر کوئی قابو نہ پاویگا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ امام باقر علیہ السلام کو تقیہ کی اللہ کی طرف سے خاص ممانعت تھی بلکہ اونکو یہ حکم تھا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو اور اُنکا اطمینان کر دیا گیا تھا کہ تجھپر کوئی قابو نہ پاوے گا۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ امام باقر علیہ السلام تقیہ کرتے اس لئے کہ اسمین اللہ کے حکم کی مخالفت تھی اور یہی حکم امام جعفر صادق علیہ السلام کے لئے بھی تھا اور یہان سے ثابت ہوگیا کہ ان دونون اامون کے تقیہ کی جتنی روایتین ہین وہ سب باطل اور افترا ہین۔

(حاشیہ: امام باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کو تقیہ کی ممانعت تھی)

درحقیقت اس مسئلہ مین ان دونون اامون مین ایسا ہی اختلاف تھا جیسا کہ مجتہدین مین ہوتا ہے۔ احادیث شیعہ کے راویون نے ائمہ معصومین کے اختلاف کو سخت مشکل سمجھا اس لئے کہ مسئلہ عصمت کی جڑ اُکھڑتی ہے لہذا تقیہ کا طرہ ملا دیا اور یہ خیال نکیا کہ اس تقیہ مین امام معصوم پر کیا کیا الزام عائد ہوتے ہین۔

---

[1] اصُول کافی صفحہ ١٥١

"زرارہ بن اعین الشیبانی الکوفی در کتاب ابن داؤد مذکورست کہ او از راویانِ حضرت امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ و امام موسی کاظمؑ بود و اصدق اہل زمان خود و افضل ایشان بود و حضرت امام جعفر صادق درباره او فرمودند۔

لولا زرارۃ لقلت ان احادیث ابی سیذھب	}	اگر زرارہ نہوتا تو مین سمجھتا کہ میری باپ کی حدیثین گم ہو جاوینگی۔

اور نیز مجالس المومنین مین بحوالہ کتاب کشی یہ بھی منقول ہے۔

"و از فضل بن عبد الملک روایت نمودہ کہ گفت از حضرت امام جعفر صادق شنیدم کہ فرمودند دوست ترین مردم از زندہ و مردہ شما نزد من چہار کسند یزید بن معویۃ العجلی و زرارہ و محمد بن مسلم و احول و از آنحضرت نیز روایت نمودہ کہ می فرمودہ اند کہ زرارہ و ابو بصیر و محمد بن مسلم و یزید از جملہ کسانے اند کہ خدا تعالے درباره ایشان فرمودہ السابقون السابقون اولئک المقربون"

یہ مناقب جنکو تھے اب اونکو جوہر دیکھئے
یاد تھے کیا کیا انھین جادو کے منتر دیکھئے

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جناب زرارہ صاحب کے مناقب کتب شیعہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہین حالانکہ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے

اور حضرت علیؑ لکھتے جاتے تھے۔ اس مین سب حرام و حلال کے مسائل اور ہر چیز کا حکم ہی جسکی لوگون کو حاجت ہوتی ہی یہانتک اگر کوئی کسی کے خراش لگا دی تو اسکی سزا بھی اس مین مذکور ہے۔

حضرات شیعہ اتنا بھی غور نہین فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو تو غیر مرتب چھوڑا جو جُدا جُدا کاغذ کے پرچون اور لکڑیون اور ہڈی کے ٹکڑون وغیرہ پر لکھا ہوا تھا اور کتاب علی ستر گز لمبے کاغذ پر مرتب کرا دی۔

ایمہ علیہ السلام نے جیسا کہ اصلی قرآن مین شیعون سے بخل کیا ویسا ہی اس کتاب سے انکو محروم رکھا نہ اصلی قرآن کی نقل شیعون کو دی نہ اس کتاب کی۔ اور حضرت صاحب الامر ایک بغل مین قرآن۔ اور دوسری بغل مین کتاب علی اور مصحف فاطمہ۔ ایک ہاتھ مین جفر کا تھیلہ اور دوسرے مین ہتھیارونکا صندوق لیکر سامرہ کے غار مین تشریف لے گئے۔ شیعون مین یہ لیاقت ہی نہ تھی کہ قرآن یا کتاب علی اونکو دیجاتی۔ ایک مرتبہ جناب زرارہ صاحب کی نظر اس کتاب پر پڑ گئی تھی اوسکی نسبت جو انھون نے اپنی راے صائب ظاہر فرمائی ہے اسکا بیان بھی لطف سے خالی نہ ہوگا۔

اول یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ زرارہ صاحب کون ہین۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین[1] مین بہت سے مناقب زرارہ کے نقل کئے ہین جن مین سے چند فقرات بطور نمونہ بیان مذکور ہوتے ہین۔

زرارہ کے حالات

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۳۷ مجلس پنجم

فقال اذا کان غداً فالقنی حتی اقرئک فی کتاب۔

امام باقر علیہ السلام نے زرارہ سے فرمایا کہ کل صبح کو مجھسے ملیو مین تجھکو کتاب مین پڑھادونگا۔

ف یہ مضمون روایات شیعہ سے بتواتر ثابت ہوا ہے کہ تمام ائمہ کو اپنا دین چھپانے مین حد سے زیادہ اہتمام تھا خصوصاً نااہل سے اخفائے اسرار دین مین اور زیادہ کوشش تھی اور یہ بھی کافی کی روایتون سے ثابت ہی کہ امام دوست دشمن کو بخوبی پہچان لیتے تھے کبھی دھوکا نہین کھاتے تھے۔ چنانچہ اصول کافی[۱] مین ایک باب اسی بیان مین باندھا ہے پھر تعجب ہی کہ جناب امام باقر علیہ السلام نے زرارہ کو کتاب علیؑ کیون دکھائی۔ حال آنکہ وہ اس کتاب کو دیکھکر اسکا انکار کرے گا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امام کی امامت کا بھی معتقد نہ تھا۔

قلت اصلحک اللہ حدثنی فان حدیثک احب الی من ان تقرئنیہ فی کتاب فقال لی الثانیۃ اسمع ما اقول لک اذا کان غداً فالقنی حتی اقرئک فی کتاب

(زرارہ کہتا ہی کہ) مین نے کہا کہ اللہ تمھاری حالت درست کرے مجھسے زبانی بیان کر دیجئے کتاب مین پڑھانے سے مین تمھاری باتون کو زیادہ پسند کرتا ہون تو امام علیہ السلام نے مجھسے دوبارہ فرمایا کہ جو مین تجھسے کہتا ہون اسکو سن کل مجھسے ملیو مین تجھکو کتاب مین پڑھا دونگا۔

ف زرارہ کو اتنی بڑی دولت ملتی تھی کہ امام علیہ السلام نے کتاب علی دکھانیکا اس سے وعدہ کیا حضرت علیؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب کی زیارت نصیب ہوتی جو

---

[۱] اصول کافی ص ۲۴۵

کہ امام جعفر علیہ السلام کی یہ بھی عادت تھی کہ بمقتضائے مصلحت جھوٹ بولا کرتے تھے پھر ایسے شخص کی تعریف کا کیا اعتبار ہے۔

آمدم برسرِ مطلب ان زرارہ صاحب کی نظر ایک مرتبہ کتاب علی پر پڑی تھی اوسکی نسبت جو اُنھون نے اپنا خیال ظاہر فرمایا اوس سے اُس کتاب کی حالت بہت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے مگر جناب زرارہ صاحب کی وہ ریویو جو کتاب علی پر ہے درحقیقت ایک کہہ مکرنی ہے کہ سب کچھ کہدیا اور بات بنادی کتاب کی واقعی حالت ظاہر کردی اور پھر مومن پاک اعتقاد بن گئے۔ فروع[1] کافی کی کتاب المواریث مین روایت ہے کہ عمر بن اذینہ زرارہ سے نقل کرتا ہے۔

عن زرارۃ قال سالت ابا جعفر علیہ السلام عن الجد فقال ما اَجِدُ احداً قال فیہ الا برأیہ الا امیر المومنین علیہ السلام قلت اصلحک اللہ فما قال فیہ امیر المومنین

زرارہ کہتا ہے کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میراث مین دادا کو کتنا حصہ ملتا ہے تو امام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کے سوا اور جس کسی نے دادا کی میراث کا مسئلہ بیان کیا ہے اپنی رائے سے بیان کیا ہے۔

(زرارہ کہتا ہے) مین نے کہا کہ اللہ تمھاری حالت درست کرے فرمائیے کہ امیر المومنین نے اس مسئلہ مین کیا کہا ہے

ف زرارہ صاحب نے جو امام باقر علیہ السلام کو دعا دی اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امام باقر علیہ السلام کی حالت موجودہ کو قابل اصلاح جانتے تھے۔

---

[1] فروع کافی جلد ثالث کتاب المواریث صفحہ ۴۲

باایں ہمہ اُس نے امام کے قول کی تکذیب کی اور کتاب علی کو باطل سمجھا جیسا کہ آگے بیان ہوگا اس سے ظاہر ہی کہ تکذیب امام ایمان اور خلوص عقیدت کے منافی نہ تھی اور باوجود اس انکار اور بے اعتقادی کے زرارہ ایسے مخلصین مین تھا کہ امام نے اُس سے تقیہ توڑ دیا تھا۔ پس جب امام ایسے منکرون سے تقیہ نہین کرتے تھے تو اور کس سے تقیہ کرتے ہونگے۔

اگر حضرات شیعہ تعصب کو چھوڑ کر ذرا انصاف کی طرف توجہ فرمائین تو یہین سے ظاہر ہوتا ہی کہ مذہب شیعہ کیونکر ایجاد ہوا۔ یہی چند چالاک شخص اس مذہب کے موجد ہین۔ جیسے ابوبصیر اور زرارہ اور دونون ہشام اور ابوجعفر احول صاحب الطاق وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ اُسی کمیٹی کے ممبر تھے جو عبداللہ بن سبا کے وقت سے قایم ہوئی تھی انھین بزرگوارون نے ائمہ سے عقائد مذہب شیعہ نقل کئے۔ امامت کا مسئلہ ایجاد کیا۔ جناب امیر علیہ السلام سے بیمثل دلاور کرار غیر فرار خیبر شکن صاحب ذوالفقار کو باوجود حکم قتال و جہاد کے جو قرآن مین مذکور ہے خلفا کے مقابلہ مین سخت مجبور بنا کر گھر مین بٹھایا اور پھر رسّی گلے مین باندھ کر کھنچوایا۔ جناب سیّدہ علیہا السلام کو جہاد خلفا کے لئے گھر سے باہر نکالا اور یہانتک افترا کیا کہ جناب سیدہ علیہا السلام اور عمر رض مین ہاتھا پائی کرادی چنانچہ اصول کافی[۱] مین موجود ہی کہ جناب سیّدہ نے عمر کا گریبان پکڑ کر عمر کو اپنی طرف کھینچ لیا (معاذ اللہ منہا) پھر افترا مین اس سے بھی ترقی کر کے قتل جناب سیدہ اور غصب

---

[۱] اصول کافی صہ ۲۹۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلی تھی اور زرارہ نے تو صرف ایک مسئلہ میراث جد کا پوچھا تھا اسکے طفیل مین ساری کتاب پر نظر پڑ جاتی اور دین کے تمام مسائل ایسے معتمد ذریعے سے معلوم ہو جاتے جسمین کوئی شک نہین رہ سکتا تھا۔ مگر جناب زرارہ صاحب کو اتنی بڑی دولت کی ذرا بھی پروا تھی اور اُسکے دیکھنے سے انکار کرتے تھے یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہو کہ اُسکا قلب ایمان اور اسلام سے بالکل خالی تھا۔

فاتیتہ من الغد بعد الظہر وکانت ساعتی التی کنت اخلو بہ فیھا بین الظہر والعصر وکنت اکرہ ان اسالہ الا خالیا خشیۃ ان یفتینی من اجل من یحضرہ بالتقیہ	(زرارہ کہتا ہی) تو آیا مین دوسرے دن ظہر کے بعد اور تھا میرا وقت جسمین تنہائی کرتا تھا مین امام سے ظہر اور عصر کے درمیان اور جب تک تنہائی نہو اُسوقت تک مین سوال کرنا پسند نہین کرتا تھا اس خوف سے کہ اور لوگون کی وجہ سے امام تقیہ کا جواب دین گے۔

ف زرارہ صاحب ظہر اور عصر کے درمیان مین امام سے تخلیہ کی ملاقات کیا کرتے تھے اور کسی دوسرے کے سامنے سوال امام سے نہین کرتے تھے اس خیال سے کہ بلحاظ مصلحت امام جھوٹ بولدین گے۔

زرارہ کو امام کے ساتھ جب ایسا تخلیہ نصیب ہوتا تھا اور امام بغیر تقیہ کے اونکی باتین کرتے تھے تو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ مومن پاک اعتقاد اور مخلص امام تھا

انھین نازک خیال خوش مزاج ظریفون نے جنکی نازک خیالی اور خوش مزاجی اور ظرافت کی تمام قوت اہلِ بیت کے ساتھ ہی صرف ہوتی تھی یہ بھی تصنیف کر لیا کہ ان تمام ناگوار حوادث کو جنابِ امیر نے بڑی رضامندی کی نگاہ سے دیکھا اور کچھ بھی جس و حرکت نہ کی۔

جب جناب سیدہ جہادِ خلفا سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائین تو اپنے گھر مین جناب امیر پر بھی اُنکو جہاد کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اپنے شوہر بزرگوار سے بھی اُنھون نے وہی معاملہ کیا جو عمرؓ وغیرہ سے کیا تھا اور کیون نہ کرتین ثقلین کے ساتھ تمسک کرنے کی رسولؐ نے وصیت کی تھی ثقلین سے قرآن اور عترت رسول مراد ہین جناب امیر نے ان دونون کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ اونکے سامنے قرآن مین تحریف ہوئی اور بڑی خوشی سے دیکھتے رہے اور اصلی قرآن کو چھپالیا اور اہلِ بیت کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ جناب سیدہ علیہا السلام کو تنہا مخالفون کی فوج سے لڑنے کے لئے گھر سے باہر بھیجدیا اور بذاتِ خود ذرا بھی مدد نہ کی اور کنجِ عافیت سے قدم باہر نہ نکالا۔ اس جلن مین خلفا کے جہاد سے واپس ہوکر جناب سیدہ نے جناب امیر پر جہاد شروع کیا اور جوشِ غضب مین جو گفتگو کی ہے اسکا ترجمہ فارسی جناب ملای مجلسی نے حق الیقین[1] مین بڑی فصاحت و بلاغت سے ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

”حضرت امیر المومنین علیہ السلام انتظار معاودت اومی کشید چون بمنزل

[1] حق الیقین صفحہ ۲۳۳۔

ام کلثوم تک نوبت پہنچائی۔

اسی زرارہ نے غصب ام کلثوم کی روایت کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے ایسے فحش[1] لفظون مین ذکر کیا کہ کسی مسلمان کو اہل بیت کرام کی نسبت اُن الفاظ کے استعمال کی جرأت نہوگی نہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو (معاذ اللہ منہا) محمد بن یعقوب کلینی شیخ المحدثین شیعہ کی ہی خوش اعتقادی تھی کہ اہل بیت کی اس توہین اور ان فحش الفاظ کو نہایت تعظیم سے قبول کرکے اپنی کتاب کافی مین داخل کیا اور آجتک مجتہدین شیعہ اُسکی درس تدریس کو عبادت سمجھتے ہین۔ حد سے زیادہ بے ادبی تو فقط غصب کے ہی لفظ سے ظاہر ہے اور پھر جس چیز کا غصب بتایا ہی وہ نہایت شرمناک مضمون ہی۔ کیا یہ مضمون مہذب لفظون مین ادا نہین ہوسکتا تھا اگر زرارہ کو تو اہل بیت کی توہین مقصود تھی اسی واسطے گالی کا لفظ اختیار کیا۔

دیکھو اسی مضمون کو قاضی نور اللہ شوستری نے کس چالاکی کے ساتھ مناقب جناب امیر مین شامل کرلیا۔ چنانچہ مجالس[2] المومنین مین اُنھون نے لکھا ہی۔

"اگر او (نبی) بوقت عجز[3] لغار فرار نمود این (علی) بوقت منع وعجز در خانہ بر روے خود فراز کرد اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد"

---

[1] فروع کافی کتاب النکاح ص۱۴۱ [2] مجالس المومنین مجلس سوم ترجمہ مقداد ص۸۹ مطبوعہ طہران۔ [3] یہ ادب بھی شوستری صاحب کا داد دینے کے لائق ہی کہ رسولؐ کے لئے تو یہ کہا کہ (فرار نمود) اور جناب امیر کے لیے لفظ فرار نہ لکھا بلکہ دروازہ بند کرلینے کا مضمون اختیار کیا۔ فرار کی نسبت رسول کی طرف ہوجائے تو مضایقہ نہین جناب امیر کی طرف نہو مگر اسکا کیا علاج کہ جناب سیدہ نے جناب امیر سے مخاطب ہوکر (مثل خائنان در خانہ

طرف کیون کھینچا مسئلہ تقیہ مین میان بی بی مین اختلاف کیون ہوا میان پردہ نشین ہو کر گھر مین بیٹھے بی بی نے باہر نکلکر بذاتِ خود تنہا جہاد کیا بلکہ جناب امیر کو گھر مین بیٹھ رہنے پر سخت ملامت کی اب فرمائے کہ ان دونون معصومون مین جو یہ مذہبی خلاف تھا ان مین کسکا مذہب صحیح تھا کسکا غلط۔

جنابِ سیدہ علیہا السلام نے جو وصیتِ رسولؐ کے خلاف عمل کیا اور صبر واجب چھوڑا تقیہ توڑا جناب ائمہ سے مخالفت کی۔ تنہا بذات خود میدانِ جہاد مین قدم رکھا اور عمرؓ سے ہاتھا پائی کی۔ یہ تمام جانفشانیان اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے نہ تھین جو اصل مقصود جہاد ہی بلکہ اس لئے تھین کہ پورا باغ فدک فقط اونھین کو کیون نہ دیا اور مال موقوفہ ٹھیرا کر تمام بنی ہاشم پر اُسکی آمدنی کیون تقسیم کی جسمین جناب سیدہ کا حصہ تھوڑا رہ گیا۔ سب آمدنی فقط اونھین کو نہ ملی۔ حالانکہ اُسوقت جناب سیدہ علیہا السلام کو یہ بھی معلوم تھا کہ اب اُنکی زندگی فقط دو ڈھائی مہینے کی باقی ہے۔ اسکے علاوہ جناب سیدہ کچھ محتاج نہ تھین بڑی دولتمند تھین۔ کافی مین ہے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات گانون بلا شراکت غیرے جناب سیدہ کے قبضہ مین تھے اور ان ساتون گانون کے نام یہ ہین۔ دلال۔ عفاف حسنی صافیہ۔ مالام ابراہیم۔ مبیت۔ برقہ۔ ان ساتون گانون مین حضرت عباس رضؓ نے میراث کا دعوی کیا تھا۔ مگر جناب سیدہ نے ایک حبہ بھی اونکو نہ دیا اور وہی جواب دیا جو خلیفہ اول نے فدک کے معاملہ مین کیا تھا یعنی یہ کہدیا کہ یہ وقف ہین

[1] فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۲۱

قرار گرفت خطاب ہای درشت با سید اوصیا نمود کہ مانند جنین[1]

در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان[2] در خانہ گریختہ۔

بعد ازانکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب اینان گردیدہ

اینک پسر ابو قحافہ بظلم و جبر بخشیدۂ پدرم و معیشت فرزندانم

ازمن می گیرد و بہ آواز بلند با من مخاصمہ و لجاج میکند و انصار مرا یاری

نمی کنند و مہاجران خود را یکبار کشیدہ اند و سائر مردم دیدہ ہا را

پوشیدہ اند نہ دافعے دارم و نہ مانعے و نہ یاورے و نہ شافعی خشمناک

بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ در روزیکہ دست از

سطوت خود برداشتی گرگان می درندی برند و تو از جائے خود حرکت

نمی کنی کاش پیش ازین ذلت و خواری مردہ بودم وائے برمن در ہر صبح

و شامے محل اعتماد من مرد و یاور من سست شد۔“

اس عبارت سے جو جو فوائد ثابت ہوتے ہین وہ اپنے محل پر مذکور ہونگے اور ملّا

مجلسی نے جو مصلحت کی تاویلین کی ہین اونکی حقیقت بھی ظاہر کیجائے گی۔

حضرات شیعہ نے یہ بھی تو غور نہ کیا کہ جناب سیدہ نے صبر واجب کو کیون

ترک کیا اور تقیہ چھوڑکر عمرؓ سے ہاتھا پائی کیون کی اور گریبان پکڑکر عمرؓ کو اپنے

---

[1] جنین وہ بچہ جو ماکے پیٹ مین ہو [2] خائبان خائب کی جمع ہے اور اوسکے معنی ہین ذلیل اور نامراد اور بعضی نسخون مین خانَنان لکھا ہے اور جناب مولوی سید محمد صاحب مجتہد لکھنوی کی یہ تحقیق تھی کہ یہ لفظ خائفان ہے۔ مگر ہم نے جس نسخے سے لکھا ہے اس مین خائبان لکھا تھا۔ ۱۲

ہمارے زمانے مین بھی خاندان شرفا مین جن مفلس محتاج بیوہ دکھیون کو
اس قسم کی شکایت ہوتی ہی وہ نہایت صبر کے ساتھ اپنے گھرون مین ہی بیٹھی ہوئی ہی
اپنے دُکھڑے رویا کرتی ہین۔ جناب سیّدہ پر تو یہ افترا باندھا گیا کہ اُنھون نے باوجود
کمال دولتمندی اور سامان رزق کے ایک باغ کی شکایت مین گھر سے باہر نکل کر
نامحرمون سے ہاتھاپائی شروع کر دی (العیاذ باللہ)

کیا یہی مقتضائے محبت اہل بیت ہی کہ بلا سوچے سمجھے اہلبیت کی ایسی
توہین کو مان لیا جاوے۔ استغفراللہ جن لوگون نے ایسے واقعات کو تسلیم
کرلیا درحقیقت انھون نے کچھ بھی اہلبیت کی وقعت نہ سمجھی اور جسطرح شجاعت
اور غیرت کی صفت سے جناب امیر کو پاک کر دیا اسیطرح صبر اور قناعت اور رضا
وتسلیم اور توکل کی صفت سے جناب سیدہ کو معرا کو بنا دیا۔ (معاذاللہ منہا)

یہ عقاید شیعہ اس موقع پر نہایت اجمال کے ساتھ بیان ہوئے ہین آیندہ
انکی پوری تفصیل مذکور ہوگی۔ یہ بدنما تصویر اُسی کمیٹی کی بنائی ہوئی ہی جس کے
پریسیڈنٹ جناب زُرارہ صاحب تھے۔ ان مطالب کو اس کمیٹی کے سب ممبر
ائمہ سے روایت کرتے تھے مگر چالاکی یہ تھی کہ ائمہ تو مدینہ مین تھے اور یہ روایتین
اونکی کوفہ وغیرہ دور و دراز ملکون مین بیان ہوتی تھین۔ مگر وہان بھی ایسے سلمان
ضرور ہوتے تھے جو ائمہ سے مِل چکے تھے۔ اونکی باتین سن چکے تھے اونکے
حالات سے واقف تھے وہ ان عجیب روایتون کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے

انمین میراث جاری نہ ہوگی اور حضرت علی علیہ السلام نے گواہی دی کہ یہ گانون فاطمہ پر وقف ہین۔ اوران ساتون گانون کی نسبت جناب سیدہ ایک وصیت نامہ لکھ گئین تھین کہ میرے بعد انپر علیؑ قابض ہین اُنکے بعد حسنؑ پھر حسینؑ پھر جو حسینؑ کی اولاد مین بڑا ہو۔ مقداد اور زبیر کی اوسپر گواہی ہے حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ ہے جسکی نقل کافی مین موجود ہے۔ اولاد حسن کو جناب سیدہ اس جائداد سے محروم کرگئین۔

اس جاگیر کے علاوہ خلیفہ اول نے بھی تمام مال اپنا نہایت التجا کے ساتھ جناب سیدہ کے سامنے حاضر کردیا تھا کہ جتنا چاہو لے لو۔ چنانچہ حق الیقین[1] مین ہے کہ جب جناب سیدہ مطالبہ فدک کا خطبہ پڑھ چکین تو خلیفہ اول نے بہت سے مناقب جناب سیدہ کے بیان کئے اور بہت سی معذرت کے بعد یہ کہا۔

"واموال واحوال خودرا از تو مضائقہ نمی کنم انچہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی وشجرہ طیبہ ازبرائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد وحکم تو نافذ ست در اموال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتہ پدر تو نمی توانم کرد"

قطع نظر اسکے نفقہ اُن کا اور اونکی اولاد کا جناب امیر کے ذمہ تھا جو صاحب جائداد کثیر تھے جسکی تفصیل اونکے وصیت نامہ سے ظاہر ہے۔ جو فروع[2] کافی کی جلد ثالث مین موجود ہے ان سب اسباب ظاہری سے اگر قطع نظر کی جائے تو اللہ کی رزاقی پر کافی اعتماد ہو سکتا تھا۔

[1] حق الیقین صد ۲۳۱۔ [2] فروع کافی جلد ثالث کتاب الوصایا صد ۱۰۳۔

اگر کوئی اونسے کہتا کہ ائمہ ہمیشہ اہل سنت کے جنازون مین شریک ہوتے ہین اونکی نمازین پڑھتے ہین اگر وہ اہل سنت کو بُرا سمجھتے تو اونکے جنازون مین کیون شریک ہوتے اُس کا جواب دیتے تھے کہ ہمیشہ رسول کی اور ائمہ کی یہ عادت تھی کہ منافقین اور نواصب کے جنازون مین شریک ہوتے تھے اور باطن مین اونکے لئے بددعا کرتے تھے۔ رسولؐ اور ائمہؑ کا ظاہر اور تھا باطن اور تھا۔

اگر کوئی اونسے کہتا کہ مجبوری جناب امیر اور ہبادجناب سیدہ اور قتل فاطمہ اور غصب ام کلثوم اور ارتداد تمام صحابہ وغیرہ وغیرہ جو کہانیان تم بیان کرتے ہو۔ یہ ایسی عجیب اور خلاف ظاہر ہین کہ کسی طرح عقل بھی اونکو قبول نہین کرتی نقل بھی اسکے خلاف ہے۔ بہت سے دلائل اور قرآن اسکی تکذیب کرتے ہین تو اسکا جواب دیتے کہ ائمہ نے کہدیا ہے کہ پیغمبر کہہ گئے ہین کہ آل محمد کی باتین ایسی مشکل ہوتی ہین کہ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین اور مومنین کامل کے سوا اور کو اونپر یقین نہین آتا پس تم کو چاہئے جو بات سمجھ مین آوے اوس کو مانو جو سمجھ مین نہ آوے اس کو اللہ اور رسول اور امام کی طرف رد کردو۔

اگر کوئی ان سے کہتا کہ تم تمام صحابہ کو مرتد بتاتے ہو۔ حالانکہ قرآن کی اکثر آیات سے تمام صحابہ۔ مہاجرین وانصار اور اصحاب بیعت رضوان کی اور آیت غار سے خلیفہ اول کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہوتی ہے تو جواب دیتے کہ قرآن کو ائمہ کے سوا اور کوئی نہین سمجھ سکتا اور یہ قرآن تو محرف ہے اصلی قرآن

---

[۱] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ [۲] اصول کافی صفحہ ۲۵۲۔

تھے کہ ہم بھی ائمہ سے ملے ہین اونکے عقائد اہل سنت کے عقائد کے مطابق ہین وہ[1]
ہرگز یہ باتین نہین کہتے جو تم کہتے ہو تو یہ چالاک راوی ذریات ابن سبا ویَن
بات بنانے تھے کہ ائمہ سب کے سامنے بغرض مصلحت جھوٹ بولا کرتے ہین اور
سنی بن جایا کرتے ہین - مگر تنہائی مین ہم سے یہ روایتین بیان کرتے ہین جو ہم
کہتے ہین - ظاہر مین وہ سنی ہین - باطن مین شیعہ - لہٰذا شیعون کے امام - وہ اپنے
دل کی باتین صرف ہمین چند آدمیون سے کہتے ہین کسی اور سے نہین کہتے اور ہمکو
بھی ان باتون کے چھپانے کی حد سے زیادہ تاکید کی ہے اور ان باتون کے ظاہر
کرنے والے کو قاتل ائمہ کہا ہے - چنانچہ ابوبصیر سے اصول کافی[2] مین روایت ہے
وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھسے یہ کہدیا ہے کہ جس نے ہمارے
امر مین سے کوئی بات ظاہر کردی اوس نے ہمکو عمداً قتل کیا - کبھی یہ کہدیتے تھے
کہ ائمہ اپنے مخلصین شیعہ[3] مین بھی اختلاف ڈالا کرتے ہین اور ہر ایک سے نئی بات
کہدیتے ہین - ہمکو ائمہ[4] نے یہ باتین خفیہ سکھائی ہین اور کہدیا ہے کہ ہم سے
اسکے خلاف سنو تو اوسکو دفع الوقتی سمجھیو - کبھی کہدیتے تھے کہ ائمہ[5] ہر شخص کی
آواز سنکر معلوم کرلیتے ہین کہ یہ نجات پانے والا ہے یا ہلاک ہونے والا ہے پس جیسا
شخص ہوتا ہے ویسا ہی اوس کو جواب دیتے ہین اور اس قول کا حاصل ظاہر ہی ہے
کہ جسکو ناجی سمجھتے ہین اوسکو ایمان سکھاتے ہین اور جسکو ناری سمجھتے ہین اوس کو کفر
سکھاتے ہین -

---

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۱ [2] اصول کافی صفحہ ۲۶۲ [3] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ [4] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ [5] صفحہ ۲۳۱ اصول کافی

روایتین اس مضمون کی تصنیف کردین۔ ایسی تصانیف اور ایجادات مین وہ بڑے مشاق تھے مگر خود ان چالاک اصحاب ائمہ کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ ائمہ معصوم ہین اسکا پتا بھی احادیث شیعہ مین بہت اچھی طرح موجود ہے۔ ملاے مجلسی نے حق الیقین[1] مین جو شہید ثانی کا قول اصول ایمان کے بیان مین نقل کیا ہے اُس مین اعتقاد عصمت ائمہ مین شیعون کے اختلاف کی تفصیل ہے اول قول تو یہ لکھا ہے کہ ائمہ معصوم ہین اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ائمہ معصوم نہین۔ اسکی دلیل یہ لکھی ہے

"از احادیث ظاہر می شود کہ جمعے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بعصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علمائے نیکو کار می دانستہ اند چنانکہ از رجال کشی ظاہر می شود و مع ذلک ائمہ علیہ السلام حکم بایمان بلکہ عدالت ایشان مے کردہ اند"

لیجئے اب تو عصمت کا پردہ بہت اچھی طرح نوٹ گیا اور ثابت ہوگیا کہ اعتقاد عصمت ائمہ ائمہ کے زمانہ مین نہ تھا اور خود اصحاب ایمہ عصمت ایمہ کے معتقد نہ تھے اور ائمہ کو امام نہین سمجھتے تھے بلکہ علمائے نیکو کار جانتے تھے اور ائمہ اونکے اس اعتقاد پر راضی تھے اور اونکو مومن بلکہ عادل جانتے تھے اور ظاہر ہے کہ جو معصوم نہ ہووے امام مفترض الطاعت کیسے ہوسکتا ہے۔

غور کرو کہ جو اصحاب ائمہ مذہب شیعہ کے روایت کرتے تھے اُنھون نے اس مذہب کو کن کن چالاکیون سے نقل کیا ہے اور وہ خود اس مذہب کے معتقد نہ تھے

---

[1] حق الیقین صفحہ ۴۹۶

ائمہ کے پاس ہی جو آخر کو سامرہ کے غار مین پہنچ گیا۔

اگر کوئی کہتا کہ تمھاری روایتین کیونکر مانی جاوین تم مین نہ امانت ہی نہ عہد ہی[1] نہ صدق ہے۔ نہ وفا ہے پھر ایسے لوگون کی بات کیونکر معتبر ہوگی تو جواب دیتے کہ اصحاب ائمہ اور شیعونکی خاص نشانی یہی ہی اور با این ہمہ یہی لوگ بخشے جاوین گے۔ اور امانت اور عہد اور صدق اور وفا کی صفتین تو سُنیون مین ہوتی ہین جنھین نجات نصیب نہ ہوگی۔

سمجھنے والے یہین سے سمجھ سکتے ہین کہ مذہب شیعہ کیونکر ایجاد ہوا اور ائمہ پر کسطرح افترا کئے گئے اور جو روایتین اہتمام تقیہ اور اخفاے دین کی تصنیف کی گئین ان تصنیف کرنے والون کا ان روایتون سے کیا مقصود تھا۔

یہی چند چالاک شخص ائمہ پر افترا کرتے تھے اور ان افتراؤن پر جو اعتراض وارد ہوتے تھے اونکے جواب اُنھون نے یہی جادو کے فقرے تجویز کرلئے تھے۔ یہ سب روایتین جو اُنھون نے اپنے جوابون کے لئے تجویز کی تھین کتب احادیث شیعہ خصوصًا کافی مین مذکور ہین اور انھین سے مذہب شیعہ کی ایجاد کا سراغ مل گیا۔

اس سے بڑھکر اور تکلف سنئے یہ لوگ ائمہ پر افترا کرکے جو باتین دوسرون کو سکھاتے تھے اونکے خود معتقد نہ تھے۔ مثلًا اَورون کو تو اُنھون نے یہ سکھایا کہ ائمہ مثل انبیا کے معصوم ہین کوئی خطا اُن سے ممکن نہین اور بہت سی

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صہ

جھوٹی باتین ہوتی ہین جو بنظرِ مصلحت بیان کیا کرتے ہین اور سچی باتین وہ ہوتی ہین جو تخلیہ مین مجھسے کہا کرتے ہین۔

اسکے بعد اب پھر اُسی روایت کی طرف توجہ کرو کہ زرارہ نے حضرت علی علیہ السلام کی کتاب کیونکر دیکھی

فلما دخلت علیہ اقبل علیّ ابنہ جعفر فقال اقرء زرارۃ صحیفۃ الفرائض ثم قام لینام فبقیت انا وجعفر فی البیت فقام فاخرج الی صحیفۃ مثل فخذ البعیر فقال لست اقرئکہا حتی تجعل لی اللہ علیک ان لا تحدث بما تقرء فیہا احدا ابدا حتی آذن لک ولم یقل حتی یاذن لک ابی

(زرارہ کہتا ہی) جب مین امام باقر علیہ السلام کے پاس گیا تو اونکے بیٹے جعفر میرے پاس آئے تو امام نے فرمایا کہ زرارہ کو فرائض کی کتاب پڑھادو پھر امام باقر علیہ السلام سونے کے لئے اوٹھ گئے اور اُس مکان مین فقط مین اور جعفر رہ گئے۔ تو جعفر کھڑے ہوتے اور ایک کتاب میرے لئے نکالی جو اونٹ کی ران کی برابر موٹی تھی تو جعفر نے کہا کہ مین یہ کتاب اُسوقت تک تجھکو نہ پڑھنے دونگا جب تک تو اللہ کی قسم کھاکر مجھسے یہ نہ کہدے کہ جو کچھ اسمین پڑھے اُس کو کبھی کسی سے بیان نکرے جبتک کہ مین تجھکو اجازت نہ دون اور انھون نے یون نہ کہا کہ جب تک میرے باپ اجازت نہ دین۔

یہ تمام تفصیل شیعون ہی کی کتابون سے لی ہو کہ ان چلتے پرزون نے کس طرح مذہب شیعہ کو ایجاد کیا۔ ؎

صیاد نے لگائی ہین پھندی کہان کہان
سارے پتے عیان ہین اسی سبز باغ مین

جو لوگ عقل سلیم رکھتے تھے وہ ان فریبون اور چالاکیون کو سمجھ گئے۔ بعض سادہ لوح اس مغالطے مین پھنس گئے اسیطرح مذہب شیعہ کا سبز باغ مرتب ہوگیا۔

آمدم برسرِ مطلب اس تمہید کے بعد یہ سمجھ لو کہ زرارہ نے جو یہ کہا کہ مین بعد ظہر امام سے تخلیہ کی ملاقات کیا کرتا تھا اور عام مجلس مین اُن سے کوئی سوال نہین کرتا تھا اس لئے کہ مجکو یہ خوف ہوتا تھا کہ وہ بنظرِ مصلحت جھوٹ بولدین گے یہ قول اُسکا وہی جادو کا فقرہ تھا جس سے مذہب شیعہ ایجاد ہوا۔

امام باقر علیہ اسلام کا ظاہر اور باطن ایک تھا جو اونکے دل مین تھا وہی اونکی زبان پر تھا یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ اونکے دل مین کچھ اور ہو اور زبان پر کچھ اور۔ اونکے واسطے تو بالتخصیص اللہ کا حکم یہ نازل ہوا تھا کہ تم احکام دین کے ظاہر کرنے مین اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو کوئی تمپر قابو نہ پائے گا پھر وہ تقیہ کیون کرتے۔

پس یقین جان لو کہ زرارہ امام باقر علیہ السلام پر افترا کا قابو ڈہونڈھنے کے لئے یہ ظاہر کیا کرتا تھا کہ امام کی باتین عام مجلس مین اور ہوتی ہین اور وہ بالکل

اسکے بعد زرارہ کہتا ہی کہ جو مسائل مسلمانون مین اجماعی اور اتفاقی تھے جن مین کسی کا بھی اختلاف نہ تھا اونکے مخالف باتین کتاب علی مین لکھی ہوئی تھین۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اول سے آخر تک اس کتاب مین دین اسلام کے سوا کسی ور دین کا بیان تھا۔

فقرأته حتی اتیت علی آخره بخبث نفس وقلة تحفظ واستقام رای	مین نے اسکو اول سے آخر تک خباثت نفس کے ساتھ دیکھا اور یاد کرنے کا قصد کم کیا اور غلط سمجھا

ف خبث نفس ہر جگہ زرارہ کے ساتھ تھا اسی لیئے کتاب علی کو بھی اس نے خبث نفس کے ساتھ دیکھا اور اسکے مسائل کو ایسا غلط سمجھا کہ یاد کرنے کا قصد بھی نہین کیا۔

فقلت وانا اقراه باطل حتی اتیت علی آخره ثم ادرجتها ودفعتها الیه	اور اول سے آخر تک پڑھ کر مین نے اسکو باطل سمجھ لیا پھر مین نے اسکو لپیٹ کر اونکے حوالے کر دیا۔
ثم لقیت اباجعفر علیه السلام فقال لی اقرات صحیفة الفرائض	پھر مین امام باقر علیہ السلام سے ملا تو انھون نے مجھسے پوچھا کہ کیا تو نے فرائض کی کتاب کو پڑھ لیا۔
فقلت نعم فقال کیف رایت ما قرات قال	مین نے کہا ہان پڑہ لیا تو امام نے فرمایا کہ تو نے جس کتاب کو پڑھا کیسا پایا۔
فقلت باطل لیس بشیء هو خلاف ما الناس علیه	زرارہ کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ وہ تو جھوٹی کتاب ہے کچھ قابل اعتبار نہین اور جو مذہب سب آدمیونکا ہے

قلت اصلحك الله لم تضيق على ولم يأمرك ابوك بذلك فقال لي ما انت بناظر فيها الا على ما قلت لك	(زرارہ کہتا ہی) کہ مین نے جعفر سے کہا کہ تم مجھپر اتنی تنگی کیون کرتے ہو حالانکہ تمھارے باپ نے اسکا تم کو حکم نہین کیا۔ تو جعفر نے مجھسے کہا کہ تو اس کتاب کو دیکھ نہین سکتا جبتک کہ اس شرط کو پورا نکرے جو تجھسے مین نے کی ہی۔
فقلت فذاك لك	(زرارہ کہتا ہی) تب مین نے کہا کہ مین اس شرط کو بھی تمھارے لئے قبول کرتا ہون۔
وكنت رجلا عالما بالفرائض والوصايا بصيرا بها فلما القى الى طرف الصحيفة اذا كتاب غليظ يعرف انه من كتب الاولين فنظرت فيها فاذا فيها خلاف ما بايدي الناس من الصلة والامر بالمعروف الذي ليس فيه اختلاف واذا عامته كذلك	(زرارہ کہتا ہی) کہ مین فرائض اور وصایا کا عالم اور بصیر تھا۔ جب میرے سامنے اس مکتوب کا کنارہ ڈالا گیا تو مین نے دیکھا کہ وہ ایک موٹی کتاب ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرانی کتاب ہے مین نے اس کتاب کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ جو احکام صلہ اور امر بالمعروف کے لوگون کو معلوم ہین جن مین کسی کا اختلاف نہین اونکی مخالف باتین اوس مین لکھی تھین اور وہ ساری کتاب ایسی ہی تھی

ف کتاب علی پر جو زرارہ نے ریویو بیان کی یہ اسکا پہلا فقرہ ہے زرارہ نے اول اپنا کمال علمی ظاہر کردیا اور اپنے آپ کو احکام شرعیہ کا عالم اور بصیر بتادیا

اسکو دکھائی اسپر بھی اُس نے اعتقاد نہ کیا آخر امام کو قسم کھانا پڑی پھر بھی زرارہ کی صورت سے ظاہر تھا کہ اُس منکر کو قسم پر بھی یقین نہیں ہوا اور امام کے قول و قسم کو اُس نے جھوٹ سمجھا۔ منکر کی صورت سے ہر شخص انکار کی علامتیں سمجھ سکتا ہے اسی وجہ سے امام بغیر اُسکے کچھ اور کہنے کے اُسکی صورت کے قراین سے سمجھ گئے کہ وہ امام کے قول کو باوجود قسم کے بھی جھوٹا سمجھتا ہے اور ظاہر ہے کہ اوسکے کچھ اور کہنے کی کیا حاجت تھی وہ تو اُس کتاب کو پہلے ہی باطل کہہ چکا تھا۔ آخر میں اپنے شک کو زرارہ نے وسوسہ شیطانی کی طرف منسوب کیا مگر یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ زرارہ وسوسہ شیطانی کو بُرا سمجھتا تھا شاید اسکا اعتقاد یہی ہو کہ وسوسہ شیطانی مثل الہام کے ہوتا ہے چنانچہ اہل جاہلیت کا اعتقاد یہی تھا۔

وکیف لا ادری الله املاء رسول الله وخط علی بیدہ وقد حدثنی ابی عن جدی ان امیرالمومنین علیہ السلام حدثہ ذلک

اور مجھے کیسے خبر نہ ہو کہ اس کو رسولؐ نے بتایا ہے اور علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے حالانکہ میرے باپ نے میرے دادا سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اُنسے یہ قصہ بیان کیا تھا۔

ف امام کا قول زرارہ نے نہ مانا۔ قسم زرارہ نے نہ مانی۔ بار بار تاکید کی تب بھی زرارہ نہ مانا اور جب امام نے اوسکی صورت دیکھکر قراین سے یہ

اور یکے خلاف ہے۔

قال فان الذی رایت واللہ یا زرارۃ ھو الحق الذی رایت املاء رسول اللہ صلی اللہ والہ وخط علی علیہ السلام بیدہٖ فاتانی الشیطان فوسوس فی صدری فقال وما یدریک انہ املاء رسول اللہ وخط علی بیدہ۔	امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زرارہ جو کتاب تونے دیکھی ہے واللہ وہی حق ہے۔ تونے جو کتاب دیکھی ہے اُسکو بتایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اور لکھا ہے علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے (زرارہ کہتا ہے) کہ میرے پاس شیطان آیا اور اُس نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے بتایا ہے اور حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے

ف شیطان تو اب آیا ہے زرارہ انکار پہلے ہی سے کر رہا تھا پس جو پہلے سے زرارہ کا قول تھا وہی شیطان نے تعلیم کیا پھر شیطان کے وسوسے کا ذکر فضول تھا۔

فقال لی قبل ان انطق یا زرارۃ لا تشکن ود الشیطان واللہ انک شککت	تو امام علیہ السلام نے میرے کلام کرنے سے پہلے ہی کہدیا کہ شیطان کا دوست بنکر شک مت کرو اللہ تونے شک کیا۔

ف زرارہ تو ایسا منکر تھا کہ امام کے قول کو اس نے نہ مانا۔ امام کے ولیعہد جعفر صادق علیہ السلام نے نہایت تاکید کے ساتھ اخفا کا عہد وقسم لیکر وہ کتاب

سند بیان کی حالانکہ زرارہ کو اُس سند کا حال خوب معلوم تھا کہ اُسکے راوی کیسے ہین اور جھوٹ سے کہانتک بچے ہین مگر امام سے کہدیا کہ اب مجھکو شک نہین اور اُسکے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ مجھکو ندامت ہی کہ مین نے تمام کتاب کو یاد کیون نہ کرلیا اگر مین پہلے سے اُسکو پہچانتا ہوتا تو ساری کتاب مجھکو یاد ہوگئی ہوتی۔

زرارہ نے جواب بات بنائی اور ندامت ظاہر کی یہ دروغ مصلحت آمیز تھا حال آنکہ اگر یہ ندامت سچی ہوتی تو دوبارہ امام سے کتاب مانگ لیتا امام نے تو اُس وقت بھی اوسے کتاب دکھائی تھی۔ جب اوسکے دل مین انکار تھا اور کتاب دیکھنا پسند نہین کرتا تھا اور اب تو بظاہر تصدیق کرنے لگا اسوقت تو امام اُسکو کتاب دکھانے مین اور زیادہ اہتمام کرتے۔ اس بات بنانے سے زرارہ کا مقصود یہ تھا کہ آیندہ امام تک رسائی باقی رہے اور تہمت و افترا کا سلسلہ بند نہو جائے۔ بہرحال کچھ ہو مگر یہ ظاہر ہوگیا کہ اُس کتاب کے مطالب مسائل اجماعیہ اور اتفاقیہ کے خلاف تھے اور تمام مسلمانون کا جو مذہب تھا اُسکے مخالف مضامین اُس مین مندرج تھے۔

افسوس کہ ائمہ نے یہ کتاب بھی شیعون کو نہ دی بھلا قرآن مین بخل کیا تھا تو یہ کتاب تو حوالے کر جاتے۔

البتہ ائمہ اپنے مخلصین شیعہ کو بعض علوم حقہ کا پتا بتا گئے[۱] ہنڈون مین بتا گئے گئے ہین بعض کا ذکر بطور نمونہ تھا شاید اشارہ یہ ہو کہ جسطرح ایک علم حق ان مین (لنگا)

۱؎ دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۲۶

سمجھ لیا کہ اس کو یہ شک ہی کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کتاب رسول نے بتائی
ہے اور علی نے اپنے قلم سے لکھی ہے تب مجبور ہو کر امام نے سند بیان کی مگر
کیا زرارہ جانتا نہ تھا کہ مصلحت کے لئے جھوٹ بولنا امام کا خاص شیوہ ہی
اور بالفرض اگر امام باقر علیہ السلام سچ کہتے ہوں تو ائمہ سابق کی بھی یہی عادت
تھی پھر ایسی سند کا کیا اعتبار خصوصاً جب راوی اُس سند کے ایسے ہوں جو
مصلحتی کذب کو واجب سمجھتے ہوں اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسے قصے
نقل کرتے ہوں کہ اونھوں نے اپنی خواہش پوری کرنیکے لئے بغیر ضرورت دینی
کے ایسا جھوٹ بولا کہ بیگناہوں پر چوری کا الزام لگایا۔

ان لوگوں میں دروغ مصلحت غیروں سے مختص نہ تھا بلکہ آپس میں بھی ایک
دوسرے سے تقیہ کرتے تھے چنانچہ اصول[1] کافی سے ثابت ہے کہ سلمانؓ
اور ابوذرؓ آپس میں ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے اسکا ذکر انشاء اللہ
قریب آنے والا ہے۔

قال قلت لا کیف جعلنی اللہ فداک وندمت علی ما فاتنی من الکتاب ولو کنت قرانہ دانا اعرف ان لا یفوتنی منہ حرف	(زرارہ کہتا ہی) میں نے کہا کہ مجکو شک نہیں اور میں آپ پر قربان ہوں مجھے کیونکر شک ہو سکتا ہی اور مجھے ندامت ہے کہ میں نے اُسے یاد نہ کر لیا اور اگر میں اُسکو پہچانتا تو ساری کتاب یاد کر لیتا ایک حرف بھی نہ چھوڑتا

ف دیکھئے زرارہ کی چالاکی۔ امام کا قول نہ مانا۔ قسم نہ مانی۔ اب جو امام نے

[1] اصول کافی صفحہ ۲۵۲

کہا (یہ بوڈھا ایسا ہے کہ مناظرہ کا طریقہ جانتا ہی نہین)

خلیل قزوینی نے صافی[1] شرح کافی مین اسکا ترجمہ یون کیا ہے۔

"این پیر بے دماغ شدہ سے دراندرون گفتگو باخصم" حالانکہ اسکے بعد جب امام نے بدلیل اس کو الزام دیا اسوقت زرارہ نے اپنی جہالت کا اقرار کیا یعنی جب تک الزام نہ کھایا تب تک نہ مانا اور امام کے قول کو حجت نہ سمجھا اسکی وجہ یہی تھی کہ زرارہ امام باقر علیہ السلام کی امامت کا معتقد نہ تھا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ اصحاب ائمہ ائمہ کی عصمت کا اعتقاد نہین رکھتے تھے اور جو معصوم نہین وہ امام ہی نہین۔

ملا باقر مجلسی نے بھی حق الیقین[2] مین یہ قول نقل کیا ہے کہ جو اصحاب ائمہ منکر عصمت ائمہ تھے ان مین زرارہ اور ابو بصیر بھی شامل تھے چنانچہ عبارت حق الیقین کی یہ ہے

"در باب جماعتے وارد شدہ است کہ اجماع صحابہ بر ضلالت ایشان شدہ است مثل زرارہ و ابو بصیر۔"

اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ زرارہ اور ابو بصیر کی ضلالت اجماعی ہے۔

یہ زرارہ اور ابو بصیر وہ شخص ہین کہ شائد ایک ثلث حدیثین کافی کی انھین کی روایت سے ہین اور یہان سے معلوم ہو گیا کہ اصحاب ائمہ کی کیا حالت تھی اور احادیث شیعہ کے راوی کیسے ہین یہی لوگ ہین جنھون نے مذہب شیعہ کو نقل کیا ہے

---

[1] جلد ثانی صافی کتاب الایمان والکفر صفحہ ۲۰۰ [2] حق الیقین صفحہ ۵۰۰

اسیطرح اور علوم حقہ بھی اونھین مین ڈھونڈلو۔

تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اتنا بھی غور نہین کرتے کہ اگر ائمہ کے پاس کوئی دوسرا قرآن ہوتا یا فی الواقع اس کتاب علی کا کوئی وجود ہوتا تو وہ اپنے مخلصون کو کیون نہ دیجاتے یہ شبہ لاحل تھا مگر زرارہ وغیرہ ممبران کمیٹی معلومہ نے جسطرح ائمہ کی امامت اور اونکے پاس ایک دوسرے قرآن اور کتاب علی وغیرہ کی روایتین تصنیف کین اُسی کے ساتھ اس لاحل شبہ کا جواب بھی تصنیف کر دیا یعنی تمام شیعون کو رجعت خیالی کا منتظر بنا گئے اور یہ سمجھا دیا کہ حضرت صاحب الامر کبھی غار مین سے نکلین گے اور قیامت سے پہلے بہت سے مُردے زندہ ہو جائینگے اور بڑا جماؤ ہو گا شیعونکی سلطنت ہو گی وہ ظالمون کو زندہ کرکے سزا دین گے قسم قسم کے تماشے ہونگے۔ یہ ناول شیعون کو ایسا دلچسپ معلوم ہوا جسکی دلفریبی نے اس شبہ لاحل کو اونکی نگاہون مین حل کردیا اور اس معاملہ پر غور کامل کرنے سے روکدیا۔

یہ زرارہ ایسا منکر امام تھا کہ ایک مرتبہ امام باقر علیہ السلام سے بحث کر رہا تھا اور اونکے قول کو بار بار رد کرتا تھا اور ہرگز نہین مانتا تھا اور چاہتا تھا کہ امام کو قائل کرے آخر اس نے اپنے دل مین جو کچھ خیال باندھ لیا وہ اصول کافی[1] مین اسطرح مذکور ہے۔

عن زرارۃ قال قلت فی نفسی شیخ لا علم له بالخصومۃ ﴿ زرارہ کہتا ہے کہ مین نے اپنے دل مین

[1] اصول کافی صفحہ ۹۹

قال قد خلت علیہ بعد فقلت اصلحک اللہ ان اصحابنا زعموا انک اتقیتنی فقال واللہ ما اتقیتک ولکنی اتقیت علیک ان تضمن فھل علم بذلک احد قلت لا قال فاعطھا ما بقی۔	کہ سب مال بیٹی کا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسکے بعد پھر مین امام کے پاس گیا اور مین نے کہا کہ اللہ تیری اصلاح کرے بیشک ہمارے اصحاب گمان کرتے ہین کہ تو نے مجھسے تقیہ کیا۔ امام نے فرمایا کہ واللہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا۔ اور لیکن مین نے تجھکو بچایا تھا کہ کہین تجھپر تاوان نہ پڑے کیا اسکی کسی کو خبر ہوگئی ہے مین نے کہا نہین۔ امام نے کہا کہ بیٹی کو دیدے جو باقی ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور روایت اسی کتاب مین عبد اللہ بن محرز سے ہے۔

قال سالت اباعبد اللہ علیہ السلام عن رجل اوصی الیَّ وھلک وترک ابنۃ فقال اعط الابنۃ النصف واترک للموالی النصف فرجعت فقال اصحابنا لا واللہ ما للموالی شیٔ فرجعت الیہ من قابل فقلت ان اصحابنا قالوا لیس للموالی شیٔ۔	وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنے مال کا مجکو وصی بنایا اور وہ مرگیا اور اس نے اپنی بیٹی چھوڑی تو امام نے فرمایا کہ بیٹی کو آدھا مال دیدے اور غلامون کے لئے آدھا چھوڑدے جب مین وہان سے آیا تو ہمارے اصحاب نے کہا کہ واللہ غلامون کا کچھ بھی حصہ نہین۔ پھر مین سال آیندہ مین امام کے پاس گیا اور مینے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہین کہ غلامون کا کچھ

شیعون نے اصحاب رسول کو معاذ اللہ مرتد سمجھ لیا۔ ائمہ کی حالت ایسی فرض کرلی کہ وہ بغرض مصلحت جھوٹ بولا کرتے تھے۔ جھوٹے مسئلے بیان کیا کرتے تھے۔ اصحاب ائمہ کی یہ حالت تھی جو مذکور ہوئی۔ اب فرمائیے دین رسول حاصل ہونے کا کیا ذریعہ ہے۔

۳ **کیا عوام** یہ سنکر پریشان نہ ہونگے کہ روایات شیعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ کی یہ عادت تھی کہ عمداً جھوٹے مسئلے بغیر تقیہ کے بھی بیان کیا کرتے تھے۔ فروع کافی[1] مین سلمہ بن محرز سے روایت ہے۔

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا ارمانیا مات واوصی الیّ بترکتہ فقال لی وما الارمانی قلت نبطی من انباط الجبال مات واوصی الیّ بترکتہ وترک ابنتہ قال فقال لی اعطہا النصف قال فاخبرت زرارۃ بذلک فقال لی اتقاک انما المال لہا۔	وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص ارمانی مرگیا اور اس نے اپنے مال متروکہ کا وصی مجھے بنایا تھا امام نے پوچھا ارمانی کسے کہتے ہین مین نے کہا کہ ایک پہاڑی قوم ہے ان مین سے ایک شخص مرگیا اور مجھے اپنے ترکے کا وصی بنا گیا اور اپنی ایک بیٹی چھوڑی راوی کہتا ہے کہ امام نے مجھسے کہا کہ اس بیٹی کو نصف مال دیدے۔ راوی کہتا ہے کہ مین نے زرارہ کو اسکی خبر کی تو اس نے مجھسے کہا کہ امام نے تجھسے تقیہ کیا صحیح یہی ہے کہ

[1] فروع کافی کتاب المواریث صفحہ ۴۳

امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہدنامہ مین تقیہ کی ممانعت تھی - اس سب کے علاوہ پوچھنے والا شیعہ خالص مخلص تھا اُس سے تقیہ کیون کرتے -

اب حضرات شیعہ فرمائین کہ کیا انہین ائمہ کی اطاعت واجب تھی جنکو ایسے مشہور مسئلے بھی معلوم نہ تھے جب امام کو اپنی غلطی پر تنبیہ ہوئی تو رفع ندامت کے واسطے سائل کے سامنے یون تاویل کی کہ مین نے جھوٹا مسئلہ اس لئے بتا دیا تھا کہ کہین غلام تجھسے جھگڑا کرین اور تجھ تاوان نہ پڑے یہ کیسی غلط تاویل تھی - جب غلامون کا کچھ حق نہین تو پھر وہ کس بنا پر جھگڑا کر سکتے - بالفرض یہ بھی خیال ہوتا تب بھی امام کو جھوٹا مسئلہ بتانا جائز نہ تھا - اور غلامون کا شر دفع کرنے کے لئے حکام کی عدالتین موجود تھین -

زرارہ اگر امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام جانتا تو اسطرح اونکی غلطی پکڑ کے اونکو رسوا نکرتا بلکہ اونکے جھوٹے فتوے کو بھی سچا جان لیتا - اس اعتراض مین زرارہ کے ساتھ اور بھی اصحاب ائمہ شریک ہوتے اس سے اوسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ اصحاب ائمہ ائمہ کو معصوم نہین جانتے تھے - بالفرض اگر ان معترضین کو امام کے تقیہ کا احتمال ہوا تھا تو تقیہ کے رازکو فاش کیون کیا - یہ راز فاش کرنا ایسا گناہ تھا جیسے امام کو عمداً قتل کرنا - بہرحال زرارہ اور دیگر اصحاب ائمہ جنہون نے امام کی غلطی پکڑی یا منکر امام تھے یا امام کے ایسے دشمن تھے جیسے قاتل -

عوام یہ سنکر بھی حیران ہونگے کہ ائمہ اپنی امامت کا فقط ممبران کمیٹی سبائیہ

واخصاء فقال فقال لا واللہ	بھی حصہ نہین اور بیشک امام نے تجھسے تقیہ کیا تو
ما اتقیتک ولکن خفت علیک	امام نے فرمایا کہ واللہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا
ان توخذ بالنصف فان کنت	اور لیکن مین نے تجھپر خوف کیا کہ کہین تجھسے نصف
لا تخاف فادالنصف الاخر الی	کا مواخذہ ہو پس اگر تجھکو خوف نہو تو دوسرا نصف
ابنتہ فان اللہ سیودی عنک	بھی اُسکی بیٹی کو دیدے پس بیشک اللہ تجھسے ادا کردیگا

صحیح مسئلہ یہ ہی کہ جب بیٹی کے سوا کوئی اور وارث نہین ہی تو سب مال بیٹی کو ملیگا۔ غلامون کو میراث مین کچھ نہین ملتا مگر امام نے یون بتا دیا کہ بیٹی کو آدھا مال دے اور باقی غلامون کے واسطے رکھ یہ حکم سراسر غلط اور باطل تھا آخر زرارہ وغیرہ نے امام کی غلطی پکڑ لی اور سال آیندہ مین جب وہ سائل پھر امام کے پاس گیا اور یہ سارا قصہ بیان کیا تب امام کو اپنی غلطی پر تنبیہ ہوئی اور یہ بھی خیال آیا کہ سب مین رسوائی ہوئی ہوگی اس لیے یہ بھی پوچھا کہ کسی کو اس مسئلے کی خبر تو نہین ہوئی سال بھر تک سائل غلطی مین پڑا رہا بڑی خیر ہوئی کہ امام کے قول پر عمل نہین کیا۔ ورنہ غلامون کو آدھا مال دیدیتا اور وہ خود برد کر جاتے تو کیسی حق تلفی ہوتی۔

بیان تقیہ کا احتمال بھی نہین کہ سب مسلمانون کا مذہب یہی ہی کہ ایسی صورت مین کل مال بیٹی کو ملتا ہی۔ اُسوقت خلفا کے فیصلے بھی اسی کے مطابق ہوتے تھے پھر امام کو سچا مسئلہ بتانے مین جان کا خوف کیا تھا جو تقیہ کرتے۔

قطع نظر اسکے امام نے قسم کھا کر کہا کہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا۔ اس کے سوا

یہ عبارت ہمنے بقدر ضرورت نقل کی اسکے بعد یہ ہے کہ جب وہ دونون سائل چلے گئے
تو امام نے اپنی امامت کی نشانیون کا ذکر شروع کر دیا۔ اب یہ فرماتے کہ امام نے
اُن دونون پر کیون لعنت کی وہ محض بے قصور تھے اور امام مفترض الطاعت
کی خبر سنکر کوفہ سے امام کی تلاش مین آئے تھے امام نے خود اپنی امامت سے انکار
کر دیا اب اونکی کیا خطا ہے اگر قیامت کے دن اُن سے یہ سوال ہوا کہ تم اپنے
زمانہ کے امام پر ایمان کیون نہ لائے تو اونکے پاس معقول جواب موجود ہی کہ امام صاحب
نے خود اپنی امامت سے انکار کیا تھا۔ ایسی امامت کا کیا اعتبار جسکا کسی کے سامنے
اقرار اور کسی کے سامنے انکار۔

امام نے صاف کہدیا کہ نہ مجھکو امام مفترض الطاعت کی خبر نہ مین نے عبد اللہ
بن یعفور وغیرہ اہل کوفہ کو یہ حکم کیا کہ مجھکو امام مفترض الطاعت سمجھین اگر وہ اپنی
طرف سے کہتے ہین تو اس مین میرا کیا گناہ ہے۔

اب فرمائے کہ یہ قول امام کا سچ تھا یا جھوٹ۔ امام کو تو یہ خبر سنکر ایسا
غصہ آیا کہ اونکا موںھ سرخ ہوگیا۔ یہ غصہ عبداللہ بن یعفور وغیرہ پر تھا جنھون نے
اپنی طرف سے امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام مفترض الطاعت بتایا تھا۔

یہ حدیث اصول کافی[1] مین بھی موجود ہی چنانچہ جو مضمون ہم لکھ چکے ہین اوسکے بعد کا
حصہ جو کافی مین موجود ہی حاصل اسکا یہ ہے کہ امام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ کی تلوار ہمارے پاس ہی عبد اللہ بن حسن نے بلکہ اسکے باپ نے بھی

[1] اصول کافی صفحہ ۱۴۳

کے سامنے اقرار کیا کرتے تھے انکے سوا اوٗرون کے سامنے انکار کرتے تھے

چنانچہ مجالس المومنین[1] مین لکھا ہے۔

"در کتاب مختار از سعید منقول ست کہ گفت: وزرے در خدمت امام جعفر علیہ السلام بودم کہ دو کس در مجلس اذن دخول طلبیدند و انحضرت ایشان را اذن کرد چون بنشستند یکے از ایشان از اہل مجلس پرسید کہ آیا در شما امام مفترض الطاعۃ ہست آن حضرت فرمودند کہ چنین کسے درمیان خود نمی شناسیم او گفت در کوفہ قومے ہستند کہ زعم ایشان آنست کہ درمیان شما امام مفترض الطاعۃ موجودست و ایشان دروغ نمی گویند زیرا کہ صاحب ورع و اجتہاد اند و از جملہ ایشان عبد اللہ یعفور و فلان فلان اند۔ پس آنحضرت فرمودند کہ من ایشان را باین اعتقاد امر نکردہ ام گناہ من در آن چیست و مقارن این گفتار بر رخسار مبارک او آثار احمرار[2] و غضب بسیار ظاہر شد و چون آن دو کس او را از غضب دیدند از مجلس برخاستند و چون از مجلس بدر شدند آنحضرت باصحاب خود فرمود کہ آیا می شناسید این دو مرد را گفتند سبلے ایشان از زیدیہ اند و گمان آن دارند کہ شمشیر حضرت رسول نزد عبد اللہ بن الحسن ست پس انحضرت فرمود کہ دروغ گفتہ اند و بار بر ایشان لعنت فرستاد"

---

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صہ ۱۴۶ مجلس پنجم ذکر سعید [2] احمرار یعنی سُرخی مراد یہ ہے کہ غصہ مین امام کا چہرہ سُرخ ہوگیا

قطع نظر اسکے جب اونکے پاس انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی موجود تھی تو ہر شخص کو مسخر کر سکتے تھے اونکے پاس عصائے موسی موجود تھا جو اژدہا بنکر سب دشمنون کو نگل جاتا اونکے پاس اسم اعظم موجود تھا جسکی برکت سے کوئی آسیب نہ پہونچتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو بذریعہ نجوم وجفر وغیرہ علوم الٰہ کے یہ بھی معلوم تھا کہ ان دونون شخصون سے اونکو کوئی مضرت نہ پہنچے گی۔ پھر امام کو کیا خوف تھا اور کیون جھونٹ بولتے۔

اگر امام ان آثار انبیا سے کچھ کام نہین لے سکتے تھے تو بیکار یہ چیزین اونکو کیون دیگئی تھین اور جب وہ ڈر کے مارے جھونٹ بولتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار اُن کو کیون ملے تھے۔

چون تقیہ شعار ایشان بود
برائمہ سلاح جنگ چہ سود

اور جب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے مفترض الطاعت ہونے سے انکار کردیا اور یہ بھی فرمادیا کہ مین نے کسیکو یہ حکم نہین کیا تو مذہب شیعہ بالکل باطل ہوگیا اب شیعے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس قول مین جھونٹا بنا کر اونکو امام مفترض الطاعۃ بتاتے ہین۔

اب اگر یہی فرض کیا جاوے کہ امام نے بلحاظ مصلحت جھونٹ بولا تھا تو عبداللہ بن یعفور وغیرہ اصحاب امام نے جو کو ذرا امام کے اس راز کو فاش کیا

کبھی اُسکو نہ دیکھا ہوگا اگر وہ دونون سچے ہین تو اُس تلوار کی علامتین بتادین پھر امام نے فرمایا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلعم کی زرہ اور خود اور مغفر اور علم ہے اور ہمارے پاس الواح موسی اور عصای موسی اور خاتم سلیمان ہے اور ہمارے پاس وہ اسم اعظم ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانون اور مشرکون کے درمیان کردیتے تھے تو پھر مشرکون کا تیر مسلمانون تک نہین پہنچتا تھا اور ہتھیار ہم مین امامت کی نشانی ہے جسکے پاس ہتھیار نہین وہی امام ہے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ امام نے اپنے امام مفترض الطاعت ہونے کا انکار کیا اور آخر مین مطلق امامت کا اقرار کیا جسکے معنی فقط پیشوا کے ہین اور ایسی بات ان مین سنیون کو بھی تسلیم ہے۔ بس ان دونون قولون مین تناقض نہین اور اگر اخیر قول کے یہ معنی سمجھے جاوین کہ آخر مین امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آپ کو امام مفترض الطاعۃ بتایا تو اس سے لازم آوے گا پہلے جو امام نے انکار کیا تھا وہ صریح جھوٹ بولا تھا جو بڑے شرم کی بات ہے۔

افسوس کہ حضرات شیعہ امام کے قول کو جھوٹا سمجھنے پر بڑے دلیر ہین کچھ بھی شرم نہین کرتے اور باین ہمہ اُن کو مفترض الطاعت بھی سمجھتے ہین جسکا امام خود انکار کرتے ہین۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو تو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اس لئے کہ اللہ اونکو حکم کرچکا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو اور تم حفاظت اور امان مین رہوگے

ہمیشہ سنی بنے رہے۔ اپنے مخلصین شیعہ مین بھی اختلاف ڈالتے رہے اور ایک سوال اگر تین آدمیون نے پوچھا تو ہر ایک کو جدا جواب دیا۔

جب بزعم شیعہ بعد رسولؐ کے دین رسول کا مدار ہر زمانے مین ایک امام پر ٹھہرا اور ائمہ کی یہ حالت تھی تو اب فرمائیے کہ ائمہ کا کونسا قول سچا مانا جاوے ائمہ کو اللہ نے اس لئے امام مقرر کیا تھا کہ بندے اونکے احکام کی اطاعت کرین پس ضرور ہے کہ اللہ اونکی اتنی حفاظت کرے کہ احکام باطل اونکی زبان پر جاری نہ ہون اس لئے کہ احکام باطلہ کا اونکی زبان پر جاری ہونا اللہ کی اس غرض کے منافی ہے جس غرض سے اونکو امام مفترض الطاعۃ مقرر کیا ہے۔ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[1] مین فرمایا ہے۔

"چون غرض از بعثت ایشان اینست کہ مردم اطاعت نمایند و ہرچہ از اوامر و نواہی الٰہی بایشان فرمایند امتثال کنند اگر معصوم (یا محفوظ) نگرداند ایشانرا منافی غرض از بعثت خواہد بود و بر حکیم روا نیست کہ فعلی کند کہ منافی غرض او باشد"

قرآن مین اللہ نے صاف فرمادیا ہے فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ یعنی ان سے مت ڈرو مجھسے ڈرو۔ اور نیز اللہ نے فرمایا ہے فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ یعنی اگر تم مومن ہو تو انسے مت ڈرو بلکہ مجھسے ڈرو۔ اور نیز اللہ کا حکم پہنچانے والون کی صفت قرآن مین یہ مذکور ہے۔ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ اللہ سے ڈرتے ہین اور اللہ کے سوا کسی سے نہین ڈرتے۔ اس آیت سے صاف

[1] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۵

وہ نافرمان اور مرتکب گناہ کبیرہ اور قاتل امام تھے۔
یہیں سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح امام پر افترا کیا کرتے تھے اور امام کو اُسکی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ اس روایت کے اول کے انکاری حصہ کے ساتھ آخر کا اقراری حصہ اس لئے تصنیف کیا گیا کہ پہلا حصہ مصلحتی جھوٹ بن جاوے
تعجب ہے کہ عصائے موسیٰ نے معرکہ کربلا میں جناب امام حسین علیہ السلام کو کچھ کام نہ دیا کہ اژدہا بنکر دشمن کی تمام فوج کو نگل جاتا۔ نہ خاتم سلیمانؑ نے دشمنوں کی تمام فوج کو مسخر بنایا اور اس سے بھی اوسی مضمون کی تائید ہوتی ہے جو پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ جناب امام حسینؑ نے باوجود قدرت کے بچاؤ کے طریقے اختیار نہ کئے اور قصداً اُس معرکہ میں موت قبول کی۔

موسیٰ کی عصا کا تھا فقط نام تو بیکار + خاتم بھی سلیمان کی ندی کام تو بیکار
جب خوف یہ غالب تھا کہ کہہ سکتے نہ تھے حق + پھر گھر میں پیمبر کی تھی صمصام تو بیکار

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائیں کہ یہ کیسے امام مفترض الطاعت تھے کہ علانیہ جھوٹ بولا کرتے تھے مکہ میں مشرکین کا کیسا غلبہ تھا مگر کبھی رسول نے مشرکین کے خوف سے بتوں کی تعریف نہیں کی۔ شرک کو جائز نہیں کہا۔ اپنی رسالت سے انکار نہیں کیا پھر ائمہ نے علانیہ جھوٹے حکم دینے کا طریقہ کیوں اختیار کیا۔ کبھی حرام جانور کو حلال کہدیا۔ کبھی بیٹی کی میراث کا مسئلہ غلط بتادیا۔ حالانکہ اس مسئلہ میں تقیہ بھی نہ تھا محض بے علمی تھی۔ کبھی اپنی امامت سے صاف انکار کر دیا۔ علم مجھ کو

نے کیسی کیسی ایذائین اوٹھائین مگر کلمۂ حق سے کبھی تجاوز نہین کیا۔ ائمہ تو شیعون کے
اعتقاد مین انبیاء سابقین سے بھی افضل ہین پھر انھون نے جھوٹے مسئلے کیون بیان کیے
جب کہ اللہ نے قرآن مین یہ حکم دیا ہے کہ میرے سوا کسی سے نہ ڈرو تو اُسکے ساتھ یہ بھی
خبر دی ہے کہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ صالحین کا مددگار اور کارساز ہوتا ہے چنانچہ فرماتا ہے
وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ اور اللہ کارساز ہوتا ہے صالحین کا پھر ائمہ کو اس وعدہ پر
اعتماد کیون نہ تھا اور جھوٹے مسئلے کیون بیان کرتے تھے۔

جناب سیدہ علیہا السلام نے باوجود عورت ہونے کے اتنا بھی خوف نہ کیا
کہ دعویٰ فدک سے دست بردار ہون بلکہ اتنی جرات کی کہ گھر سے باہر نکلکر عمرؓ
سے ہاتھا پائی کی (معاذاللہ) اور ائمہ پر باوجود مرد ہونے کے ایسی ہیبت
چھائی کہ ڈر کے مارے جھوٹے حکم بیان کرنے لگے۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے قتل ہونا گوارا کیا مگر تقیہ نکیا یہ جرات باقی ائمہ
کو کیون نہ نصیب ہوئی۔ حال آنکہ ائمہ اگر دعا کرتے ضرور مقبول ہوتی مگر
تعجب ہے کہ ائمہ نے اپنے خوف دور ہونے کی دعا بھی نہ مانگی۔ عصاے موسی
اور خاتم سلیمان جو اونکے پاس تھی اُس سے بھی کام نہ لیا۔ رسول کے ہتھیارون
کو معطل کیا اور گھر مین چھپا کر رکھ چھوڑے اُن سے کام لینے کی بھی جرات
نہ ہوئی۔

سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ اونکو اپنی موت کا وقت بھی معلوم تھا مرنا

ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ امامت کا دعوی کرین اور آدمیون سے ڈر کر اللہ کے
حکم جھوٹے بیان کرین وہ ہرگز اللہ کا حکم پہنچانے والے نہین۔
شیعے کہتے ہین کہ یہ آیتین متروک العمل ہین اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم نے اوپر عمل نہین کیا اور مشرکین سے ڈر کر غار مین جان چھپائی۔
مگر اسکا جواب یہ ہے کہ رسولؐ نے ہمیشہ انہین کے مطابق عمل کیا اور مشرکین سے
کبھی خوف نکیا ہمیشہ اونکے سامنے شرک اور بتون کی برائی صاف صاف
بیان کرتے رہے کبھی اُنسے ڈر کر کوئی حکم خلاف حق بیان نہین کیا اور غار مین تشریف
لیجانا خوف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ اُسوقت تک جہاد کی
اجازت نہ تھی۔
البتہ موافق روایات شیعہ ائمہ نے ان آیتون کے خلاف عمل کیا اس لئے کہ
مخالفون سے ڈر کر علانیہ جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے اور عام مجلسون مین
اپنے آپ کو سُنی کہتے تھے خلفا کی تعریف کرتے تھے۔ اللہ پر اُن کو کچھ بھی
توکل نہ تھا۔
اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے کا حکم اگرچہ قرآن مین بھی موجود تھا مگر ائمہ کے
واسطے بالتخصیص بھی عہد نامون مین بھی حکم نازل ہوا جن مین امام باقر اور
امام جعفر علیہم السلام سے خاص خطاب تھا مگر پھر بھی اونکا خوف زائل نہ ہوا اور
ڈر کے مارے جھوٹے مسئلے علانیہ بیان کرتے رہے۔ انبیاء سابقین نے

اب اگر یہ بھی فرض کرو کہ اونکو اپنی جان کا خوف تھا اس لئے جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے تو بھی تعجب ہی کہ انھون نے یہ خیال کیون نہ کیا کہ اگر حق کہنے پر مارے جائین گے تو شہید اکبر ہونگے پھر ایسی موت سے کیون بھاگتے تھے اگر اپنی جان اس لئے عزیز تھی کہ ہدایت کا کام انسے متعلق تھا تو یہ بھی معلوم تھا کہ زمانہ امام سے خالی نہین رہتا اونکے مرتے ہی اونکا جانشین قایم ہو جاوے گا ظاہری قوت بھی اونکو ایسی تھی کہ پوری فوج تیار کر سکتے تھے اس لئے کہ بہت سے مسلمان اہلبیت کی مدد پر آمادہ تھے بڑی دلیل اسکی یہ ہی کہ سادات نے جب کبھی خروج کیا ایک بھاری فوج اونکے ساتھ ہوتی تھی شکست کی وجہ سو تدبیری تھی اگر امیہ بذات خود جہاد کا انتظام کرتے تو غالبًا فتح پاتے اور چونکہ خاندان سادات مین ائمہ سب مین افضل سمجھے جاتے تھے اگر یہ خروج کرتے تو انکے ساتھ جمعیت بھی زیادہ ہوتی اکثر لوگ لشکر زید شہید کے اس لئے بھاگے کہ امام ساتھ نہ تھے انھین کے بھاگنے سے اورون کے پانون اکھڑ گئے یہی وجہ شکست کی ہوئی چنانچہ مجالس المومنین[۱] مین سلیمان بن خالد کے بھاگنے کی وجہ یہی لکھی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام پر خوف و ہراس ایسا غالب ہوا کہ باپ کی غیرت کو بھول گئے اور یزید کے سامنے نہایت عاجزی کے ساتھ غلامی کا اقرار کیا مگر جب اونکے مخلصین شیعہ مین سے مختار نے کامل غلبہ پایا اور خون حسین کا پورا انتقام لیا اور کئی برس تک بہت بڑے ملک پر سلطنت کی اوسوقت امام سے

[۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۵۰۔

اپنے اختیار مین تھا جو حوادث اُن پر واقع ہونے والے تھے وہ بھی پہلے سے معلوم تھے پھر کیا خوف تھا چنانچہ اصول[۱] کافی مین ایک باب اسی بات مین باندہا ہے۔

باب ان الائمۃ علیھم السلام یعلمون متی یموتون وانھم لا یموتون الا باختیار منھم	باب اس بیان مین کہ ائمہ علیہم السلام جانتے ہین کہ کب مرینگے اور وہ نہین مرتے مگر اپنے اختیار سے

جن لوگون کو اپنی موت کا وقت معلوم نہ ہو وہ تو موت کے خوف سے ڈرتے ہین ائمہ کو تو اپنی موت کا وقت معلوم تھا اُس سے پہلے ہرگز اونکو موت کا خوف نہین ہوسکتا تھا پھر کیون ڈرتے تھے اور جھوٹے مسئلے کیون بیان کرتے تھے

ائمہ پر جتنے حوادث آنے والے ہوتے ہین وہ سب اونکو پہلے سے معلوم ہوتے ہین چنانچہ اصول[۲] کافی مین ہے۔

عن ابی بصیر قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام ای امام لا یعلم ما یصیبہ والی ما یصیر فلیس ذلک بحجۃ اللہ علی خلقہ	ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس امام کو یہ معلوم نہ ہو کہ اسکو کیا پہنچنے والا ہی اور اُسکی کیا حالت ہونے والی ہے وہ مخلوق مین اللہ کی حجت نہین

پس جب ہر امام کو اپنے حوادث پہلے ہی سے معلوم تھے اُس سے زیادہ کوئی آفت اونپر نہین آسکتی پھر جھوٹے فتوے کیون دیتے تھے۔

[۱] اصول کافی صفحہ ۱۵۸ [۲] اصول کافی صفحہ ۱۵۸

کرکے مالک کو نکالدیا اور اسکے بعد ابو بکرؓ نے خالد کو فوج جرار کے ساتھ مالک
سے لڑنے کے لئے بھیجا۔
اگر جناب امیر اس قوم کو ساتھ لیکر جہاد کرتے تو اچھی خاصی فوج اونکے واسطے
موجود تھی غضب تو یہ ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کی حمایت کی وجہ سے جب مستحق میں
مالک کی لکد کاری ہوئی اُسوقت بھی جناب امیر نے مالک کی ذرا بھی مدد نہ کی اور
جب خلیفہ اول کی فوج غضب الہی کی طرح قوم بنو حنیف پر پہنچی اُسوقت بھی جناب امیر
نہایت رضامندی کے ساتھ یہ تماشا دیکھتے رہے اور اپنے جان نثاروں کی ذرا بھی
معاونت نہ کی ورنہ اگر اُس قوم کو حسن تدبیر کے ساتھ لڑاتے تو کیا عجب تھا کہ فتح
پاتے جس طرح رسولؐ کے زمانہ میں فقط ایک جناب امیر کی جنگ سے بڑی بڑی
معرکے فتح ہو گئے۔ کیا تعجب تھا کہ مالک کی فوج میں بھی جناب امیر کی شراکت وہی
جلوہ دکھا دیتی بلکہ جناب امیر نے یہ کیا کہ جب اُس قوم کے قیدی گرفتار ہو کر آئے
تو اُن میں سے ایک باندی خولہ اپنے حرم سرا میں داخل کر لی جو محمد بن حنفیہ کی
ماں ہے۔ اس الزام کو مٹانے کے لئے شیعوں نے عجیب عجیب روایتیں
تصنیف کر لی ہیں۔
اس کے علاوہ اگر جناب امیر کوشش کرتے تو تمام انصار کو اپنے ساتھ کر لیتے
اس لئے کہ انصار کے قبیلہ خزرج کا سردار سعد بن عبادہ جناب امیر کی امامت کا معتقد
تھا اور نص رسولؐ کے خلاف عمل کرنا نہیں چاہتا تھا اسی وجہ سے خلافت اُس نے

یہ ہوسکا کہ مختار کو ساتھ لیکر بذاتِ خود جہاد کا انتظام کرتے مجالس المومنین میں لکھا ہے۔

"مختار ابن ابی عبیدہ الثقفی رحمہ اللہ تعالے علامہ حلی اورا ازجملہ مقبولان شمردہ۔"

جناب امیر علیہ السلام نے خلافت کا چھن جانا جناب سیدہ علیہا السلام کا گھر سے باہر نکلکر عمر رض سے ہاتھا پائی کرنا اور آخر کو قتل ہونا فدک کا چھن جانا ام کلثوم کا غصب ہو جانا۔ اپنی گردن میں رسّی باندھ کر کھنچنا وغیرہ وغیرہ گوارا کیا اور ان ناگوار تلخیوں کو شربت کے گھونٹ کی طرح پی گئے۔ مگر جہاد پر کمر باندھنے کی جرات نہ ہوئی۔ حالانکہ عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمان اور لشکر جنات اور اختیار اظہار معجزات کے علاوہ شجاعت ذاتی۔ اور تمام جوانان بنی ہاشم اور قبیلہ بنو حنیف جان نثاری کے لئے موجود تھے۔ مجالس المومنین[۵۱] میں لکھا ہے۔

"بنو حنیف طائفہ از عرب بادیہ اند کہ در زمان حضرت رسالت پناہ مسلمان شدند و رئیس آن قوم مالک بن نویرہ بود کہ از ارادف ملوک و شجاعان روزگار بود و شرف صحبت حضرت رسالت پناہ دریافتہ بود و ہمگی ایشان انجملہ محبان علی ابن ابیطالب۔"

اسکے بعد مجالس المومنین میں یہ قصہ لکھا ہے کہ مالک بن نویرہ ابوبکر رض کے خلیفہ ہو جانے کی خبر سنکر مدینہ میں آیا اور مسجد میں جاکر ابوبکر رض سے لڑا۔ اور نص امامت جناب امیر یاد دلائی اور دونوں طرف سے سخت کلامی واقع ہوئی پھر ایک جماعت نے انکو گھر

[۵۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۵۰

بقتل جملہ بطون یمن وایں مقدور شما نباشد وبیش از وسع شماست"

پس اگر جناب امیر عزم جہاد کرتے تو سعد بن عبادہ ضرور اونکے ساتھ ہوتے اور سعد کی وہ قوت تھی کہ خلفا باوجود اپنی شان وشوکت کے سعد پر غالب نہیں ہوسکتے تھے تمام انصار سعد کے ساتھ ہوکر جناب امیر کے شریک ہوجاتے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ جناب امیر کے شریک تھے جیسے خالدؓ بن سعیدؓ مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ سلمانؓ۔ بریدہ اسلمیؓ۔ عمارؓ۔ ابو الہیثم ابن تیہانؓ۔ عثمان بن حنیفؓ خزیمہ بن ثابتؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ ابو ایوبؓ انصاری۔ بلالؓ۔ اسامہ بن زیدؓ عباسؓ مع تمام بنی ہاشم کے جن میں عباسؓ کے چاروں بیٹےؓ اور جعفرؓ اور حمزہؓ کی اولاد اور عقیلؓ اور اونکی اولاد وغیرہ شامل تھی۔ قنبرؓ اور جناب امیر کے چند غلام جناب امیرؓ کے ساتھ تھے اور ان میں سے ہر ہر شخص کے ساتھ دو چار آدمی تابعین میں سے بھی تھے۔ بنی ہاشم کے غلاموں کی بہت بڑی جماعت تھی۔

ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[۱] میں لکھا ہے کہ بارہ ہزار اصحابی ایسے تھے جو محب اہل بیت اور خالص مخلص تھے عبارت اوسکی یہ ہے۔

"(ابن بابویہ) بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ است کہ اصحاب رسول خدا دوازدہ ہزار نفر بودند ہشت ہزار نفر از مدینہ و دو ہزار از اہل مکہ و دو ہزار از رہا وآزادہ کردہا وکیے از ایشان قدری نبود ومکلہ بجبر قایل باشند ومرجی نبودند کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم ست حروری

[۱] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۰۸۔

قبول نہ کی مجالس[۵۱] المومنین مین لکھا ہے۔

شیخ فاضل حسن بن علی بن محمد الطبری درکتاب کامل بہائی کہ آنرا بنام صاحب اعظم خواجہ بہاء الدین جوینی نوشتہ ذکر نمودہ کہ سعد بن عبادہ رئیس قبیلہ خزرج واز اتقیائے انصار بود چون مردم در بیعت ابو بکر شروع کردند انصار گفتند چون ترک نص خدا و رسول کردید و اتباع ہوا می کنید یکے از دیگرے اولے نیست ما کہ انصاریم سعد بن عبادہ را رئیس و خلیفہ خویش می کنیم سعد چون این سخن شنید گفت من دین خدا را بدنیا نمی فروشم و خدا و رسول را خصم خود نکنم و این کار قبول نکنم تا ایشان من و دیگران پیش خدا تعالی فرق باشد چون سعد چنین گفت کار ابو بکر قوتے گرفت و مردم میل بران طرف کردند و از سعد بیعت طلب نمودند ابا کرد و گفت این دروغ بخود نخواہم بدیگرے ہم نخواہم و از برائے خاطر دیگران بہ دوزخ نروم و سعد بر ابو بکر بیعت نکرد و بزمان عمر الحاح کرد او قبول نکرد و از قوت و کثرت قوم وے با وے اکراہی نتوانستند کرد و زہرہ اجبار او نداشتند لاجرم با وے تظاہر می ساختند و در تحصیل بیعت او سلیمامی پرداختند تا آنکہ قیس پسر سعد روزے عمر را نصیحت کرد و گفت نصیحت من قبول کن و از سر شفقت بشنو کہ سعد سوگند یاد کردہ کہ بر شما بیعت نکند و از وے جبر بیعت نتوان گرفت الا بعد از قتل وے و قتل وے منوط ست بقتل جملہ خزرج و قتل خزرج منوط ست بقتل اوس و قتل اوس منوط ست

[۵۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۰۱ ۹۲ ابابینی انکار ۱۲

امیر پہر حملہ کیا اُس وقت تنہا جناب امیر نے لشکر کفار کو شکست دی اور غالب
آئے۔ حیاتؔ القلوب مین لکھا ہے۔

"چون صبح طالع شد کفار قریش ہمہ برخاستند و شمشیرہا کشیدند و بر سر
امیرالمومنین دویدند و خالد بن ولید در پیش ایشان بود۔ پس آن شیر خدا
از جا برجست و رو بایشان دوید و خالد را گرفت و دستش را پیچید و او مانند
شتر فریاد مے کرد پس شمشیر خالد را گرفت و رو برایشان آورد و ہمہ گریختند
و چون ہمہ را بیرون کرد شناختند کہ امیرالمومنین ست گفتند ما را با تو کارے
نیست محمد کجاست حضرت فرمود کہ شما او را بمن سپردہ بودید شما خواستید او را
بیرون کنید او خود بیرون رفت۔"

جب کہ اکیلے جناب امیر نے تمام کفار مکہ کو عاجز کر دیا تو اس سے ظاہر ہے کہ اُن کو
کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہ تھی وہ اگر تنہا بھی لڑتے تو خلفا پر فتح پاتے
کفار نے حملہ اس وجہ سے کیا تھا کہ جناب امیر کو پہچانا نہ تھا اگر جناب امیر اپنی ذات
کو ظاہر کر دیتے تو کفار کا گروہ ہٹ جاتا اُنسے کچھ سروکار نہ کرتا جناب امیر نے بلا
ضرورت جنگ کی حالانکہ اسوقت تک جہاد کی اجازت نہین ہوئی تھی اسی وجہ سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ کے ہجرت کی ورنہ جناب امیر رسولؐ
سے زیادہ بہادر نہ تھے رسولؐ کی موجودگی مین کبھی اونکو ایسی جنگ کرنے کا شوق
نہ ہوا۔ جناب امیر نے غضب کیا کہ رسولؐ کے باہر چلے جانیکی صاف صاف

سلہ حیات القلوب صفحہ ۳۰۹۔

نبودند کہ امیر المومنین را تا سنہ اگو یند و معتزلی نبودند کہ گویند خدارا در عمل بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا بہ رائے خود سخن نمے گفتند و در شب و روز گریہ می کردند و مے گفتند خداوندا روحہائے ما را قبض کن پیش از انکہ خبر شہادت حضرت امام حسین بشنویم"

پس یہ بارہ ہزار آدمی حضرت علی ؓ کے ساتھ تھے جن مین سے آٹھ ہزار خاص مدینہ مین موجود تھے۔ علمائے شیعہ یہ بھی کہتے ہین کہ ان صحابہ کا نام اس وجہ سے معلوم نہین کہ جن کتابون مین انکا ذکر تھا وہ کتابین مفقود ہو گئین چنانچہ مجالس[۱] المومنین مین لکھا ہے۔

"متقدمین اصحاب مانند شیخ اعظم محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی کتابہا در ذکر رجال اخیار از صحابہ سید مختار نوشتہ اند اگرچہ فی الحال ازانہا اثرے نیست و بواسطہ سوختن و شستن مخالفان خبرے نہ۔"

یہ سب لوگ فقط اس وجہ سے مجبور ہو گئے کہ جناب امیر پر خلفا کی ہیبت ایسی چھا گئی تھی کہ باوجود اتنی قدرت کے اُنھون نے جہاد پر کمر نہ باندھی۔ گواہ چست مدعی سست کا حساب ہو گیا۔

حال آنکہ جناب امیر مین ذاتی شجاعت ایسی تھی کہ وہ تنہا بڑی بڑی فوجون پر غالب آتے تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر کو اپنی بستر پر سلا کر غار ثور مین تشریف لے گئے تو صبح کو تمام کفار قریش نے جمع ہو کر جناب

[۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران ص ۱۱

(علی بن ابراہیم) از ابو واثلہ روایت کردہ است کہ گفت روزے با عمر بن الخطاب
بجاے میرفتم ناگاہ اضطرابے در او یافتم و صداے از سینہ او شنیدم مانند کسیکہ
از ترس مدہوش شود گفتم چہ شد ترا اے عمر گفت مگر نمی بینی شیر بیشہ شجاعت را
و معدن کرم و فتوت راو کشندہ طاغیان و باغیان را و زنندہ شمشیر و علمدار
صاحب تدبیر را چون نظر کردم علی بن ابیطالب را دیدم گفتم اے عمر این علی
بن ابی طالب ست گفت نزدیک من بیا تا شمہ از شجاعت و دلیری و بسالت او براے
تو بیان کنم۔ بدانکہ حضرت رسولؐ در روز احد از ما بیعت گرفت کہ نگریزیم و ہر کہ از
ما بگریزد گمراہ باشد و ہر کہ کشتہ شود شہید باشد و پیغمبر ضامن بہشت باشد براے
او چون بجنگ ایستادیم ناگاہ دیدیم کہ صد نفر از شجاعان و صنادید قریش نزد
ما آوردند کہ ہر یک صد نفر یا بیشتر از دلیران با خود داشتند پس مارا از جاے
کندند و ہمہ گریختیم در آنجا علی را دیدیم کہ مانند شیر ژیان کہ بر گلہ موران حملہ کند
بر مشرکان حملہ میکرد و از ایشان پروائی کرد چون مارا دید کہ میگریزیم گفت قبیح و
پارہ پارہ و بریدہ و خاک آلود باد رُوہاے شما کجا میگریزید بسوے جہنم میشتابید
چون دید کہ ما برنمیگردیم بر ما حملہ کرد و شمشیر پہنے در دست داشت کہ مرگ از آن میچکید
و گفت بیعت کردید و بیعت را شکستید و اللہ کہ شما سزاوار ترید بکشتہ شدن از آنہا
کہ من میکشیم چون بدیدہا ش نظر کردیم مانند دو کاسہ روغن زیت کہ آتش در آن
افروختہ باشند میدرخشید و مانند دو قدح پُر خون از شدت غضب سرخ شدہ بود

خبر دی جبھی تو کفار نے بیرون مکہ رسول کی تلاش شروع کی اسوقت رسول مکہ کے قریب غار مین موجود تھے اگر جناب امیر ایسی تصریح سے خبر نہ دیتے تو شاید کفار کو یہ گمان ہوتا کہ رسول اسی شہر مین کسی کے گھر ہونگے باہر کی طرف اونکا خیال کم جاتا۔ اس قسم کی غلطیان جناب امیر سے اکثر ہوتی تھین یہی وجہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو اپنے ساتھ نہ لیا اور سفر ہجرت مین رفاقت کے لئے ابوبکرؓ کو منتخب کیا افسوس کہ جناب امیر کو بلا ضرورت تو جنگ ناجائز کا ایسا شوق اور ضرورت کے وقت خلفا کے مقابلے مین ایسی گریز کہ بی بی جنگ کے لئے گھر سے باہر نکلے اور خود پردہ نشینی اختیار فرماوین غصب ام کلثوم کے وقت بھی کچھ حس و حرکت نکرین بلکہ غصب ام کلثوم کو اس وجہ سے غنیمت اور مصلحت سمجھین کہ داماد بن جاوینگے تو اسکے بعد عمرؓ جبر نہ کرینگے چنانچہ علامہ شوستری نے مجالس المومنین مین کتاب شفی مصنفہ سید مرتضی سے ابوالحسن علی بن اسمعیل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"پرسیدند کہ چرا آنحضرت دختر بہ عمر بن الخطاب داد گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود بزبان و اقرار فضل حضرت امیر مے کرد و درآن باب اصلاح غلظت[۱] و فظاظت او نیز منظور بود۔"

دیکھئے جناب امیر کی فطرت کہ عمرؓ کو داماد بنا کر راضی کر لیا حالانکہ جن عمرؓ سے جناب امیر ایسے مجبور تھے کہ اب اونکو داماد بنانے کی ضرورت پڑی یہ وہی عمرؓ ہین جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے کہ اونکی صورت دیکھکر بدحواس ہو جاتے تھے چنانچہ حیات القلوب مین

[۱] غلظت بمعنی سختی۔ فظاظت بمعنی درشت خوئی یعنی یہ بھی منظور تھا کہ داماد ہو جانے کی وجہ سے عمرؓ کی سختی و درشت خوئی کی اصلاح ہو جاوے [illegible]

حیلہ ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے بنا بنایا کام بگڑ جاتا تھا چنانچہ ملای مجلسی حق الیقین مین فرماتے ہین۔

"پس حضرت امیر المومنین بیتاب شد و برجست و گریبان عمر را گرفت و برزمین زد و گردنش را پیچید کہ آنرا بکشد بخاطر آورد وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ اورا امر بصبر و نہی از مقابلہ ایشان فرمودہ بود دست برداشت"۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جتنی دیر تک جناب امیر عمرؓ سے کشتی لڑتے رہے اوتنی دیر حکم رسول کی مخالفت کے مرتکب تھے شاید اُس وقت عصمت زایل ہوگئی ہوگی۔

دوسری بار پھر یہی اتفاق ہوا چنانچہ حق الیقین مین ہے۔

"پس عمر برخاست کہ بر سلمان حملہ کند حضرت امیر المومنین برجست و گریبان آنرا گرفت واورا برزمین زد وگفت اے پسر صہاک حبشہ اگر نہ آن باشد کہ پیش نوشتہ شدہ وعہدے کہ از حضرت رسول پیشتر شدہ ہر آئنہ بتو می نمودم کہ کیست کہ یاورش ضعیف تر ست و عددش کمتر ست"۔

اس مرتبہ بھی جناب امیر نے صبر چھوڑا اور حکم رسول کی مخالفت کی حالانکہ عہد یاد تھا پس اسوقت بھی صفتِ عصمت زائل ہوگئی تھی اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر ظاہری قوت اور عدد رفقا کی کثرت مین بھی اپنے آپ کو بمقابلہ خلفا کے غالب سمجھتے تھے اور یہ خیال کہ جناب امیر کا کوئی یار و مددگار نہ تھا محض باطل ہے

من جزم کردم کہ ہمہ مارا بیک حملہ ہلاک خواہد کرد پس من از سائر گریختگان بہ نزدیک او رفتم وگفتم ای ابوالحسن بخدا ترا سوگند میدہم کہ دست از ما برداری۔ زیرا کہ عرب کار شان اینست کہ گاہ میگریزند وگاہ حملہ می کنند ننگ گریختن را برطرف میکنند گویا از روی من شرم کرد و دست از ما برداشت و برکافران حملہ کرد و تا این ساعت ترس او از دل من بدر رفتہ است و ہرگاہ کہ او را می بینم چنین ہراسان می شوم۔

تعجب ہی کہ رسولؐ کی وفات پاتے ہی وہ ہیبت عمرؓ کے دل سے کیون نکلگئی بلکہ جو حالت پہلے عمرؓ کی علیؓ کے سامنے ہوتی تھی اب وہ علیؓ کی عمرؓ کے سامنے ہونے لگی اور جناب امیر اُس طرح آنکھین لال پیلی بنالینے کی تدبیر کیون بھول گئے جس سے تمام صحابہ پر ہیبت بیٹھ جاتی۔ اور جناب امیر کی خلافت کا کوئی مزاحم نہ ہوتا یہ تو ایسی تدبیر تھی کہ بغیر جنگ کے کام بن جاتا۔ مگر افسوس کہ جناب امیر کے دل پر ایسی ہیبت بیٹھ گئی تھی کہ اونکو اب اُس طرح آنکھین لال بنالینے پر قدرت نہ رہی۔ دستور ہے کہ جب سپاہی کے اوسان بگڑ جاتے ہین پھر اُس سے کچھ بھی نہین ہو سکتا اور سارے حربے جو اُسکے پاس ہین بیکار ہو جاتے ہین۔

اسی ہیبت زدگی کی حالت مین جب کبھی اپنی پرانی شجاعت جناب امیر کو یاد آجاتی تھی تو حکم صبر کو فراموش کر کے لپٹ پڑتے تھے اور دشمن کو پچھاڑ دیتے تھے مگر ضعف قلب کی وجہ سے ہیبت غالب آجاتی تھی اور حکم صبر کا یاد آجانا جنگ سے گریز کرنیکا

يقتلونني ان قتل عليا فلما فرغ من
التشهد التفت الى خالد قبل ان
يسلم فقال لا تفعل ما امرتك به ثم
قال السلام عليكم فقال علي لخالد
اكنت تريد ان تفعل ذلك
قال نعم فمد يده الى عنقه وخنقه
باصبعيه حتى كادت عيناه
يسقطان من راسه وناشده
بالله ان يتركه وشفع اليه
الناس فخلاه ثم كان خالد بعد
ذالك يرصد الفرصة والفجاة
ليقتل عليا غرة فبعث بعد ذالك عسكر
مع خالد الى موضع فلما خرجوا من المدينة
وكان خالد مدججا وحوله شجعان قد
امروا ان يفعلوا كلما يامرهم خالد فرأى عليا
يجيء من ضيعته منفردا بلا سلاح فلما
دنى منه وكان في يد خالد عمود ا

کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ مین نے تجھے جو حکم کیا تھا
اوس پر عمل مت کیجیو اسکے بعد ابو بکر نے نماز کا سلام
پھیرا۔ پھر علی نے خالد سے کہا کہ کیا تو ایسا کرنا
چاہتا تھا تو خالد نے کہا کہ ہان۔ تو علی نے اوسکی
گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دو انگلیون سے
اُسکا گلا اس زور سے گھونٹا کہ اُسکے سر سے اُسکی
آنکھین نکلی پڑتی تھین اور اُس نے اللہ کی قسمین دلانا
شروع کین کہ مجھے چھوڑ دو اور لوگون نے علی سے
اوسکی سفارش کی تب علی نے اُسکو چھوڑا۔
خالد اسکے بعد موقع اور گھات کا منتظر تھا کہ علی کو
دھوکے مین قتل کرے۔ تو اسکے بعد خالد کے
ساتھ لشکر کسی جگہ کو بھیجا گیا جب شہر سے باہر نکل گئے
اور خالد ہتھیار باندھے ہوئے تھا اور اسکے گرد
بہادر لوگ تھے اُن سب کو یہ حکم تھا کہ خالد جو حکم کرے
اسی کی تعمیل کرین۔ تو خالد نے دیکھا کہ علی اپنے
کھیت سے آتے ہین اکیلے نہتے اور خالد کے ہاتھ
مین لوہے کا ایک عمود تھا اُسے علی کے سر پر مارنے

یہ بھی ظاہر ہے کہ صبر کا حکم ضعف اور بیکسی کی صورت مین تھا اور جب قوت حاصل ہو
رفقا مدد کے لئے موجود ہون تو ہرگز صبر کا حکم نہ تھا ورنہ حضرت علیؑ امیر شام کے
مقابلے مین بھی صبر کرتے۔

جناب امیر اگر خلفا کے مقابلے مین عہد صبر پر عمل کرتے تو بار بار کشتی کیون لڑتے
اس لئے کہ عہد مین یہی تھا کہ غصہ مت کیجیو۔ اصول کافی مین ہے۔

علی الصبر منك علی کظم الغیظ } تیری طرف سے صبر چاہئے غصہ کو پی جانے مین۔
پس جب غصہ کرنا بھی منع تھا تو کشتی لڑنا بدرجۂ اولی منع ہوگا۔

اگر روایات شیعہ پر نظر ڈالی جاوے تو ظاہر ہوگا کہ جناب امیر نے بڑی بڑی
قوتین اپنی خلفا کے مقابلے مین ظاہر کی ہین قطب الدین راوندی نے کتاب
الخرائج والجرائح مین لکھا ہے۔

ان ابا بکر امر خالد بن الولید ان یقتل علیا اذا سلم من صلوة الفجر بالناس فاتی خالد وجلس الی جنب علی ومعه سیف فتفکر ابوبکر فی صلوته فی عاقبة ذلك فخطر بباله ان بنی هاشم

ابوبکر نے خالد بن الولید کو یہ حکم کیا تھا کہ جب علی فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر سلام پھیرین اسوقت انکو قتل کردے تو خالد تلوار لیکر علی کی برابر آبیٹھا پھر ابوبکر نے اپنی نماز مین اس کے انجام کی فکر کی تو اسکے دل مین یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اگر علی مارے گئے تو بنی ہاشم مجھکو قتل کر ڈالین گے جب ابوبکر تشہد سے فارغ ہوا تو سلام پھیرنے سے پہلے خالد

تقیہ پر محمول نہین ہو سکتا۔

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ابوبکر اپنی خلافت کے زمانے مین بھی بنی ہاشم سے ڈرتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ بنی ہاشم علیؓ کے ساتھ ہین۔

جناب امیر کی وہ قوت تھی کہ دو انگلیون سے اُنھون نے خالد کا گلا گھونٹ لیا مسجد مین بہت سے لوگ موجود تھے خلیفہ بذاتِ خود موجود تھا مگر سب ملکر اپنی قوت سے علیؑ کو دفع نہ کرسکے اور مجبور ہو کر علی کی خوشامد کرنا پڑی نہ اسکے بعد خلیفہ کسی طرح اسکا بدلہ علیؑ سے لے سکا۔

جناب امیر خالد پر اُسوقت بھی غالب آئے جب وہ ایک بھاری فوج کے ساتھ تھا اور وہ کُل فوج خالد کی مطیع تھی ایسی حالت مین جناب امیر نے لوہے کے عمود کو موڑ کر طوق کی طرح خالد کے گلے مین ڈالدیا جو پھر کسی تدبیر سے نہ نکل سکا آخر مجبور ہوکر ابوبکر خلیفۂ وقت نے جناب امیر کی خوشامد کی تب جناب امیر نے ایک اُنگلی کے اشارے سے اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

اسکے بعد بھی خلیفۂ وقت کو یہ جرات نہ ہوئی کہ اپنی خلافت کی قوت کو صرف کرکے اس حرکت کا جناب امیر سے بدلا لیتے۔

اگرچہ قتل کا حکم فسخ ہوچکا تھا مگر پھر بھی جناب امیر نے خالدؔ کا گلا گھونٹ دیا اور حکم صبر کی مخالفت کی۔

کبھی کبھی جناب امیر نے خلفا کے مقابلے مین عصائے موسی سے بھی کام لیا ہے

من حديد فرفعه ليضرب به	کے گئے اوٹھا یا علی نے اُسکو خالد کے ہاتھ
على راس على فانتزعه على من يده	سے چھین لیا اور گلوبند کی طرح موڑ کر خالد کی گردن
وجعله فی عنقه وفتله كالقلادة	مین ڈالدیا تو خالد لوٹ کر ابو بکر کے پاس آیا سب
فرجع خالد الی ابی بکر فاحتال	لوگون نے اُسکے توڑنے کی تدبیر کی مگر وہ نہ ٹوٹ سکا
القوم فی کسرہ فلم یتہیا لھم ذلك	جب اونھون نے اُسکا حال جان لیا تو یہ کہنے لگے
فلما علموا حاله قالوا علی هو الذی	کہ فقط علی وہ شخص ہے کہ اسی طرح اُس کو نکالے گا جیسے
تخلصه من ذلك كما جعله	خالد کی گردن مین ڈالا ہے اللہ نے لوہا اُسکے ہاتھ
فی جیده وقد الان الله له	مین ایسا نرم کر دیا ہے جیسا داؤد کے ہاتھ مین نرم
الحديد كما الانه لداؤد فشفع	کر دیا تھا تو ابو بکر نے علی سے سفارش کی تب علی نے
ابو بکر الی علی فاخذ القلادة وفكه	اُس گلوبند کو پکڑا اور ایک انگلی لگا کر جا بجا سے
بعضه من بعض باصبعه فبهتوا	توڑ دیا تو سب حیران ہو گئے۔

ف بفرض محال اگر کوئی شخص جناب امیر کے قتل کا حکم دیتا (معاذ اللہ) تو عمدہ موقع اُسکا حالت نماز مین بلکہ مین سجدہ مین تھا اس روایت کے تصنیف کرنے والے نے سلام پھیرنے کے بعد قتل علی کی تجویز اس لئے تصنیف کی کہ قبل سلام ابو بکر کی باتین کرنے کا جوڑ ملاوے۔

یہ قتل کا حکم اُس شخص کی نسبت تصنیف کیا گیا جو نماز مین جناب امیر کا امام تھا اور چونکہ جناب امیر ہرگز مجبور نہ تھے پوری قوت رکھتے تھے اس لئے یہ اقتدا

اور اپنے آپ کو مغلوب سمجھ لیا تب مجبور ہو کر کمان کو اژدہا بنانا پڑا۔

اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ غصب خلافت اور غصب ام کلثوم اور غصب فدک کے وقت اس کمان کو اژدہا کیون نہ بنایا جب گردن مین رسّی باندھ کر کھینچی گئی اُسوقت بھی کچھ حس و حرکت نہ کی اور ہیبت کے مارے مُردہ بدست زندہ کی کیفیت ہو گئی۔ آخر جناب سیدہ اپنے بچون کو لیکر واویلا مچاتی ہوئین مسجد مین تشریف لائین اور جناب امیر کی جان بچا کر گھر مین لیگئین۔ جب جناب سیدہ کے شکم پر دروازہ گرا گیا جو باعث شہادت و محصوم ہوا (معاذ اللہ منہا) اُس وقت بھی جناب امیر کمان کو اژدہا بنانے کا عمل بھول گئے۔ جس وقت مجبور ہو کر ابو بکر کی بیعت کی[ل] اُس وقت بھی کمان کا اژدہا نہ بن سکا۔

ان سب قوتوں کے علاوہ جناب امیر کو ایک قوت یہ بھی حاصل تھی کہ جب چاہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک سے باہر بلا لیتے تھے اور جو چاہتے تھے کہلوا دیتے تھے۔ حیات القلوب[۵] مین لکھا ہے۔

"وایضاً بہ سند ہای بسیار از حضرت صادق روایت کردہ اند کہ چون ابوبکر از حضرت امیر المومنین غصب خلافت کرد حضرت باو گفت کہ آیا رسول خدا ترا امر نکرد کہ مرا اطاعت نکنی آن گفت نہ و اگر مرا امر می کرد میکردم حضرت فرمود کہ اگر الحال پیغمبر را ببینی و ترا امر کند باطاعت من آیا خواہی کرد گفت آرے حضرت فرمود کہ با من بیا بسوے مسجد قبا چون بہ مسجد قبا

سلہ[۵] حیات القلوب جلد دوم ۔۔ ۲۲۵ سلہ باب ۵۲ با جیسا کہ ام مجلل اھوانا یعنی علیؑ کو جب بدگلا [illegible] ۔۔۔ ۱۳۹

کتابٌ الخرائج مین ہے۔

من سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ	سلمان فارسی سے روایت ہی کہ علی کو یہ خبر پہونچی کہ
قال ان علیا بلغہ عن عمرؓ ذکر	عمرؓ نے علیؓ کے دوستون کا کچھ ذکر کیا پھر مدینہ کے
شیعتہ فاستقبلہ فی بساتین	باغون مین عمرؓ سے سامنا ہو گیا اور علیؓ کے ہاتھ مین
المدینۃ وفی ید علی قوس	تلوار تھی۔ تو علی نے کہا کہ اے عمرؓ مجھے تیری یہ خبر
فقال یا عمر بلغنی عنک ذکرک	ملی ہے کہ تونے میرے دوستون کا ذکر کیا تو عمر نے
شیعتی فقال اربع علی ظلعک	کہا کہ اپنے اوپر رحم کرو تو علی نے کہا کہ اسی جگہ ٹھہرے
فقال انک لہاھنا ثم رمی بالقوس	رہو پھر اپنی کمان زمین پر پھینکدی تو دفعتًا وہ ایک
علی الارض فاذا ھو ثعبان کالبعیر	اژدہا اونٹ کی برابر بن گئی پھر وہ اژدہا منہ پھیلاکر
فاغرفاہ وقد اقبل نحو عمر لیبتلعہ	عمر کی طرف دوڑا کہ اُسکو نگل جاوے تو عمر نے چیخنا
فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن	شروع کیا کہ خدا کے واسطے اے ابوالحسن بچاؤ
لا عدت بعدھا فی شئ	اب مین کسی امر مین تمہاری مخالفت نکرونگا اور
وجعل یتضرع الیہ فضرب بیدہ	علیؓ کے سامنے عاجزی شروع کی تب علی نے اپنا
الی الثعبان فعادت القوس کما کانت	اژدہے پر ہاتھ مارا تو وہ پھر کمان بنگئی جیسی پہلے تھی

پس جبکہ جناب امیر معجزات کی قوت سے بھی خلفا کے مقابلے مین کام لیتے تھے تو پھر ہرگز خلفا سے کمزور نہ تھے۔

تعجب یہ ہے کہ اکیلے عمرؓ کے مقابلے مین ہاتھ پانوؤن کی قوت نے کام ندیا

ملہ کتاب الخرائج صفحہ ۲۰۔

تقیہ نکیا۔ حیات القلوب[1] مین تفسیر امام حسن عسکری سے نقل کیا ہو کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان یہودیون مین پہنچ گئے تھے اُن مین کچھ وعظ و تلقین کی۔ یہودیون نے کہا کہ ہم تمکو مارتے ہین تم اپنے رب سے دعا مانگو کہ وہ ہمکو نہ مارنے دے سلمان نے یہ دعا نہ مانگی بلکہ توفیق صبر کی دعا مانگی یہودیون نے اتنے کوڑے مارے کہ مارتے مارتے تھک گئے آخر تھک کر اُنھون نے چھوڑا اور وہ تعجب کرتے تھے کہ اتنی مار پر سلمان زندہ کیسے رہے تھوڑی دیر کے بعد یہودیون نے کہا کہ یا تو محمد کا انکار کرو ورنہ ہم پھر مارتے ہین۔ سلمان نے کہا کہ مین ہرگز محمد کا انکار نکرونگا پھر یہودیون نے کوڑے مارنے شروع کئے یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گئے مگر سلمان نے اب بھی محمد سے انکار نکیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر یہودیون نے تیسری بار پھر کوڑے مارنے شروع اور اس حالت مین بھی سلمان صبر کی دعا مانگتے رہے۔ آخر یہودیون نے سلمان سے کہا کہ تم کو محمد نے تقیہ کی اجازت دی ہے تم تقیہ کرکے محمد کا انکار کیون نہین کردیتے اور کوڑونکی ضرب کیون جھیلتے ہو تو سلمان نے جواب دیا کہ تقیہ اگرچہ اللہ نے جائز کیا ہے مگر واجب نہین کیا اور اولی یہی ہے کہ تقیہ نہ کرے صبر کرے اس لئے مین تقیہ نکرونگا۔ چنانچہ اصل عبارت حیات القلوب کی یہ ہے۔

پس آن کافران گفتند اے سلمان واے برتو آیا محمد ترا رخصت نداده است که از برائے تقیہ از دشمنان خود بگوئی کفرے را که خلاف آن چیز یست

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۱۲۔

رسیدند ابوبکر دید کہ حضرت رسول خدا ایستادہ است و نماز میکند چون حضرت از نماز فارغ شد حضرت امیر المومنین گفت یا رسول اللہ ابوبکر انکار میکند کہ تو او را امر باطاعت من کردہ حضرت رسول با ابوبکر گفت کہ من مکرر ترا امر کردہ ام باطاعت او بروا او را اطاعت کن۔

یہ روایت کتاب الخرائج والجرائح مین بھی متعدد سندون سے مروی ہے افسوس کہ جناب امیر نے فقط ایک ابوبکر کے سامنے مسجد قبا مین یہ کرشمہ ظاہر کیا اگر مسجد نبوی مین عام مجمع صحابہ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کردیتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس حکم کو سنکر اور اس معجزہ عجیب کو دیکھکر تمام صحابہ جناب امیر کے ساتھ ہوجاتے۔

شجاعت ذاتی اور معجزات کی جتنی قوتین تھین وہ جناب امیر کی طرح تمام ائمہ کو برابر حاصل تھین۔ رفقا اور معاونین کی قوتین بھی باقی ائمہ کو کچھ کم نتھین اس لئے کہ بلا بابا سادات خروج کرتے تھے اور ہمیشہ انکے ساتھ ایک بھاری فوج ہوتی تھی پس جناب امیر سے لیکر آخر وقت تک ائمہ کبھی مجبور نہین ہوئے۔ تعجب ہے کہ ان ائمہ نے باوجود قوت کے خلافت کیون نہ طلب کی جسکی طلب اونپر واجب تھی۔ اور جھوٹے مسئلے بیان کرکے لوگون کو کیون غلطی مین ڈالا۔ جناب امیر نے ایسی ناگوار باتین کیون گوارا کین۔

حضرت سلمان کی یہی حالت ملاحظہ فرمائے کہ انھون نے کیسی سختیان جھیلین مگر

اوسکی ہڈیان توڑ کر اُس کو نگل گیا۔ اسیطرح وہ سب کا فران سانپون کے پیٹ مین پہنچ گئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت اس قصہ کی صحابہ کو خبر دی۔ وہ سانپ وہان سے نکلکر مدینہ کی گلی کوچون مین پھرتے تھے آخر رسول کی دعا سے دوزخ کے سانپون مین شامل ہو گئے۔

افسوس کہ ائمہ کو وہ صبر و استقلال بھی نصیب نہ ہوا جو حضرت سلمان کو حاصل تھا۔ سلمان نے کیسی ایذا اوٹھائی مگر تقیہ گوارا نہ کیا اور کلمۂ ناحق زبان سے نہ نکالا۔ ائمہ کو نہ کوئی ایذا دیتا تھا نہ چھری گردن پر رکھتا تھا صرف خیالات اور توہمات کی بنیاد پر اُنھون نے جھوٹے مسائل بیان کرنے شروع کر دئے بلکہ ایسی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ اپنے مخلصین شیعہ سے بھی تقیہ کرتے تھے۔ امام جعفر صادق ع نے سلمہ بن محرز کو بیٹی کی میراث کا مسئلہ غلط بتا دیا حالانکہ سلمہ مخلص شیعہ تھا اسوقت کس نے امام پر جبر کیا تھا۔ شکار باز و شاہین کی حرمت مین کوئی وجہ خوف کی نہ تھی جسکو امام باقر علیہ السلام نے حلال کہدیا۔ کیا ہر وقت کوئی جلاد شخص چھری لئے ہوئے اونکے ساتھ رہتا تھا کہ جب شکار باز کو حرام کہین اُسی وقت اونکو ذبح کر دیا جائے۔ امام جعفر ع نے اپنی امامت سے انکار کر دیا۔ کیا اُن دونون سائلون نے امام پر جبر کیا تھا۔ سلمان پر کوڑے پڑ رہے تھے مگر وہ مستقل تھے ائمہ پر کوئی جبر نہ تھا مگر ڈر کے مارے جھوٹے مسئلے ہر وقت زبان پر جاری تھے۔ حالانکہ ہر ایک قسم کی قوت اونکو حاصل تھی تقیہ اونکو جایز بھی نہ تھا۔

کہ در خاطر تست و اعتقاد بآن داری پس چرا نمی گوئی انچہ را جبر میکنیم ترا بآن از برائے تقیہ۔ سلمان گفت کہ خدا مرا رخصت دادہ است کہ دین امر تقیہ کنم و بر من واجب نگردانیدہ است۔ بلکہ جائز ساختہ است از برائے من کہ بگویم انچہ شما مرا بآن جبر مے نمائید و صبر کنم بر آزار ہا و مکروہات شما و این رابہتر گردانیدہ ازانکہ از روی تقیہ انچہ گوئید بگویم و من غیر از این اختیار نہ خواہم کرد۔"

اسکے بعد پھر یہودیون نے اتنے کوڑے مارے کہ سلمان کے بدن سے خون جاری ہوگیا پھر وہ ظالم بطور تمسخر کے سلمان سے کہنے لگے کہ تم اللہ سے یہ دعا کرتے ہو کہ ہمارے ضرر سے تمھین بچاوے نہ بطور تقیہ پیغمبر کے منکر ہوتے ہو کہ ہم تم کو چھوڑ دین اب تم یہ دعا مانگو کہ ہم ہلاک ہو جاوین اس دعا سے بھی سلمان نے انکار کیا اور کہا کہ شاید تم مین کوئی ایسا ہو جو اسکے بعد ایمان لاوے تب یہودیون نے کہا کہ تم یون دعا مانگو کہ اے اللہ جسکو تو یہ جانتا ہو کہ کفر پر مرے گا اس کو ہلاک کردے اسوقت اُس مکان کی ایک دیوار پھٹ گئی اور سلمان نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے موجود ہین اور سلمان سے کہتے ہین کہ انکے ہلاک ہونے کی دعا مانگ آخر سلمان نے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد اُن کافرون کی خواہش کے بموجب ایسی دعا مانگی کہ ہر ایک شخص کے ہاتھ مین جو کوڑا تھا وہ دو موتھہ کا سانپ بنگیا ایک منھ سے اُس کافر کا سر اور دوسرے منھ سے اسکا دست راست پکڑ کر

سے لڑکر اونکے دشمنون کو قتل کرتے تھے اور خود بھی قتل ہوتے تھے وہ تقیہ
یہ تھا کہ احکام ظلم وجور اور امور منہیہ جو بزعم شیعہ سابق سے جاری تھے اسی
طرح جاری رکھے حالانکہ بادشاہ جو ظلم اظلم روا رکھے وہ اسکے نامۂ اعمال مین
لکھا جاتا ہی۔ کافی کی کتاب[1] الروضہ مین ایک طویل خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا
منقول ہی جسمین بعد حمد وصلوٰۃ اور بہت سی تمہید اور ذکر فتن کے یہ مذکور ہی۔

ثم اقبل بوجھہ وحولہ ناس من اھل بیتہ وخاصتہ وشیعتہ — پھر سامنے کیا اپنا رُخ اور اونکے گرد آدمی تھے اونکے اہل بیت مین سے اور خاصون مین سے اور شیعون مین سے۔

ف اس سے ظاہر ہی کہ اصل خطاب جناب امیر کا اپنے اہل بیت اور شیعون اور
خاص لوگون سے تھا اونمین کی جناب امیر کو یہ شکایت تھی کہ اگر مین احکام جور کو مٹاونگا
تو تم میرا ساتھ چھوڑکر بھاگ جاؤگے۔

فقال قد عملت الولاۃ قبلی اعمالا خالفوا فیھا رسول اللہ متعمدین لخلافہ ناقضین لعھدہ مغیرین لسنتہ ولو حملت الناس علی ترکھا وحولتھا الی مواضعھا والی ما کانت فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لتفرق عنی جندی — تو فرمایا کہ جو حکام مجھسے پہلے تھے اونھون نے ایسے کام کئے ہین جن مین جان بوجھکر رسول کی مخالفت کی اور عہد رسول کو توڑا اور سنت رسول کو بدل دیا اور اگر بر انگیختہ کردن مین لوگون کو اُن اعمال کے چھوڑنے پر اور بدل دون اُن اعمال کو اونکے مواقع کی طرف اور اُس طرف جیسی کہ عہد رسول مین تھے تو البتہ میرا لشکر مجھسے متفرق ہوجائے گا۔

[1] کتاب الروضہ صفحہ ۲۹۔

سلمان رضی اللہ عنہ نے تقیہ کے مسئلے کی خوب تشریح کردی کہ حالت اکراہ مین بھی تقیہ واجب نہین بلکہ جائز خلاف اولی ہے۔ سلمان کا یہ قول مع تمام قصہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا اور آپ نے سلمان کے اس قول مین کوئی غلطی نہ بتائی پس بہ تقریر رسول حکم مسئلہ تقیہ کا ثابت ہوگیا اور جناب سیدہ اور سلمان اور امام حسین علیہ السلام کا فعل بھی اسی کے مطابق تھا اس لئے کہ سلمان اور امام حسین علیہ السلام نے حالت اکراہ مین تقیہ نہین کیا اور جب ایسا نازک وقت تھا جبکہ جناب امیر ڈر کے مارے گھر مین چھپ کر بیٹھے تھے اُسوقت جناب سیدہ نے عمرؓ سے ہاتھا پائی کی اور ہرگز تقیہ نکیا چنانچہ اصول[1] کافی مین امام باقر اور امام جعفر علیہما السلام دونون سے روایت ہی کہ۔

اخذت بتلابیت عمر ثم جذبته الیھا۔	فاطمہ علیہا السلام نے عمر کا گریبان پکڑ لیا پھر عمر کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

اس تحقیق کے بعد ظاہر ہوگیا کہ وجوب یا اولویت تقیہ کا قول صحیح نہین اور حالت اکراہ مین تقیہ جائز ہی مگر افضل یہ ہے کہ تقیہ نکرے اور روایات وجوب تقیہ اور فضائل تقیہ باطل اور موضوع ہین۔

جناب امیر کا ایک اور قسم کا تقیہ ہی جو حد سے زیادہ عجیب ہی اور وہ یہ ہے کہ جناب امیر نے اپنے خلافت کے زمانہ مین بھی تقیہ کیا حالانکہ تمام عرب مین اونکی حکومت تھی اور ہزارہا آدمی اون پر جان نثاری کے لئے موجود تھے اور اونکی طرف سے

[1] اصول کافی صفحہ ۲۹۱۔

وحملت الناس علی حکم القرآن
ومحوت دواوین العطایا واعطیت
کما کان رسول اللّٰہ یعطی بالسویۃ
وحرمت المسح علی الخفین۔
اذا لتفرقوا عنی واللّٰہ لقد
امرت الناس ان لا یجتمعوا فی
شہر رمضان الا فی فریضۃ و
اعلمتہم ان اجتماعہم فی النوافل بدعۃ
فتنادی بعض اہل عسکری
ممن یقاتل معی یا اہل الاسلام
غیرت سنۃ عمر ینہانا عن الصلوٰۃ
فی شہر رمضان تطوعا

اور ترغیب دون مین آدمیون کو حکم قرآن پر۔
اور محو کردون مین دفتر عطایا کا اور دون مین جسطرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے برابری کے
ساتھ اور حرام کردون مین موزون کے مسح کو۔
اسوقت البتہ تم جدا ہو جاؤ گے مجھسے۔ واللہ بیشک
حکم کیا مین نے آدمیونکو کہ نہ جمع ہوین رمضان کے
مہینے مین مگر فرض نماز کے لئے اور مین نے انکو بتادیا
کہ نوافل کے لئے انکا جمع ہونا بدعت ہی۔
تو ندا کی میرے لشکر سے بعض شخصون نے وہ ایسے
سے ہین جو میرے ساتھ ہو کر لڑتے ہین اے مسلمانو عمر
کی سنت بدل دی گئی رمضان کی نماز نفل سے علی
ہمکو منع کرتے ہین۔

مجالس المومنین[1] مین لکھا ہی کہ اس زمانہ کے قاضیون نے جناب امیر سے یہ پوچھا
کہ اب ہم احکام قضا کس طرح جاری کرین تو جناب امیر نے فرمایا۔

اقضوا بما تقضون حتی تکون
الناس جماعۃ او اموت کما
مات اصحابی

تم جیسے پہلے حکم دیا کرتے تھے اوسی طرح حکم دیتے
رہو اوسوقت تک کہ سب آدمی اتفاق کرلین یا مین
بھی مر جاؤن جیسے میرے اصحاب مر گئے۔

[1] مجالس المومنین صفحہ ۹۳

ف اس قول سے ظاہر ہی کہ جناب امیر نے امر معروف اور نہی منکر کا فرض اپنی خلافت کے زمانہ مین چھوڑ دیا تھا اور جو امور مخالف سنت تھے اونکے ترک کی ترغیب اسوجہ سے نہین دیتے تھے کہ اونکے لشکر کے لوگ ان سے جدا ہو جاینگے تو خلافت چھن جائیگی پس سلطنت کی اونکو طمع ایسی تھی جسکی وجہ سے حکم حق کہ اونھون نے زبان بند کرلی تھی اور مخالفت رسول اور تغیر سنت کو گوارا کیا تھا (معاذ اللہ) اسکے بعد جناب امیر نے بہت سے امور کی تفصیل بیان کی ہی کہ اگر مین ان امور کو بدل دون تو تم مجھسے جدا ہو جاوگے ہم ان مین سے بنظر اختصار بعض احکام کو ذکر کرتے ہین۔

ولو رددت فدك الى ورثة فاطمة عليها السلام وامضيت قطائع اقطعها رسول الله صلى الله عليه واله لاقوام لم تمض لهم ولم تنفذ

اگر مین واپس کردون فدک کو فاطمہ علیہا السلام کے وارثون پر اور جاری کردون مین جاگیرین جنکو مقرر کردیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قومون کے لئے نہین جاری ہوئین اونکے لئے نافذ ہوئین۔

ورددت قضايا من الجور قضي بها ونزعت نساء تحت رجال بغير حق فرددتهن الى ازواجهن

اور رد کردون مین ظلم کے احکام کو جنکا حکم دیا گیا ہی اور نکال لون مین عورتون کو جو بطور ناحق کے مردون کے تحت مین ہین اور رد کردون مین اونکو اونکے شوہرون کی طرف۔

مجبور ہوتے۔

یہ تقیہ جناب امیر کا جان کے خوف ہی نہ تھا بلکہ حکومت کے لالچ مین تھا (معاذ اللہ منہا)

دوسرا فائدہ اس روایت سے یہ حاصل ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھی سنت خلفا کو پسند کرتے تھے اور چونکہ ان مین بہت سے صحابی تھے جنھون نے بلا واسطہ رسول سے اسی طرح دین حاصل کیا تھا جیسے جناب امیر نے حاصل کیا تھا پس خلفاے ثلثہ کی وفات کے بعد جو وہ صحابی سنت خلفا کو پسند کرتے تھے یہ دلیل اس امر کی ہی کہ سنت خلفا کو وہ سنت رسول کے مطابق جانتے تھے اور بعض ظلمون کا ان مین شامل کرنا شیعہ راویون کا افترا ہی اس لئے کہ جو لوگ جناب امیر کے مناقب اور فضائل کے معتقد ہین وہ ہرگز اس امر کو قبول نکرین گے کہ جناب امیر معاذ اللہ ظلم کو باقی رکھین۔ یا قاضیون کو اجراے احکام ظلم کا حکم دین بالفرض اگر جناب امیر مجبور رہوتے تو خلافت سے دست بردار ہوکر اس قوم سے جدا ہو جاتے جیسے امام حسن علیہ السلام جدا ہو گئے تھے۔

درحقیقت ممبران کمیٹی سابقہ بانیان مذہب شیعہ پر جب مسلمانون نے یہ اعتراض کیا کہ فدک کو اگر خلفانے (معاذ اللہ منہا) غصب کیا تو جناب امیر نے جناب سیدہ علیہا السلام کے وارثون کو واپس کیون نہ کیا اسیطرح اگر موزون پر مسح کرنے کو اور نماز تراویح کو جناب امیر جائز نہین سمجھتے تھے تو اپنی خلافت کے زمانہ مین ان چیزون سے منع کیون نکیا اور سیرت خلفائے ثلثہ کو اگر جناب امیر پسند نہین

ان روایتون سے دو فائدے حاصل ہوتے۔
ایک یہ کہ جو احکام ظلم کے پہلے سے جاری تھے وہی جناب امیر نے جاری رکھے
فدک کو بھی واپس نکیا مسلمانونکی بیبیان جو ظالمون نے زبردستی چھین کر اپنے قبضہ
مین کر لین تھین انکو بھی جناب امیر نے واپس نکرایا یہانتک کہ لوگون کو قرآن کے
بموجب عمل کرنے کا حکم بھی جاری نہ کیا موزون پر مسح کرنے کو بھی حرام نہ کیا۔
قاضیون کو حکم دیدیا کہ ظلم کے احکام جیسے پہلے جاری کرتے تھے ادسی طرح
اب بھی جاری کرو۔ بیت المال کا روپیہ جسطرح ناجائز طور پر خرچ ہوتا تھا اوسی طرح
جاری رکھا۔ یہ تمام امور جناب امیر نے اس لئے اختیار کئے کہ کہین بادشاہت
نہ چھن جائے۔ ایسی حکومت پر خاک کیون نہ ڈالی جس مین ظلم کے احکام جاری کرنا
پڑتے تھے۔
کیا یہی امام مفترض الطاعت تھے جنھون نے دنیا کی حکومت کو دین پر ترجیح دی
جو بادشاہ اپنے قاضیون کو احکام جور جاری کرنے کا حکم دے وہ خود ظالم ہے
(معاذاللہ منہا) جناب امیر کو حکومت کا ایسا کیا مزا تھا جسکے لئے اجرائے احکام
ظلم مین مبتلا ہوئے۔ حالآنکہ بعلم امامت یہ بھی معلوم تھا کہ اسی حالت مین خاتمہ
ہونے والا ہے اور باسباب ظاہر بھی اس تقیہ سے باہر نکلنے کی امید نہ تھی اس لئے
کہ جو لوگ جناب امیر کے مددگار تھے اور جنکی قوت سے وہ لڑتے تھے وہی ایسے
تھے جنکی تالیف کے لئے جناب امیر ظلم کو باقی رکھنے اور ظلم کے احکام جاری کرنے

۴ **سب سے** زیادہ عجیب بات روایات شیعہ سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ صحابۂ رسول مین سے پانچ چار شخص جو شیعون کے نزدیک مقبول اور صاحب مناقب کثیرہ ہین جیسے سلمان اور ابوذر اور مقداد رضی اللہ عنہم انکے عقائد باہم مختلف تھے مگر ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے اور اپنا عقیدہ ایک دوسرے سے چھپاتے تھے۔ ظاہر مین ایک تھے مگر دونون مین اختلاف تھا۔ ابوذر اگر سلمان کے دل کا حال معلوم کرلیتے تو سلمان کو قتل کردیتے چنانچہ اصول کافی[1] مین معصوم سے روایت ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ذکرت التقیۃ یوما عند علی بن الحسین علیہما السلام فقال واللہ لو علم ابو ذر ما فی قلب سلمان لقتلہ ولقد آخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بینہما فما ظنک بسائر الخلق ان علم العلماء صعب مستصعب لا یحتملہ الا نبی مرسل او ملک مقرب او عبد مومن امتحن اللہ قلبہ للایمان

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے تقیہ کا ذکر ہوا تو اُنھون نے فرمایا کہ واللہ اگر ابوذر کو معلوم ہوجاتا کہ سلمان کے دل مین کیا ہی تو سلمان کو قتل کرڈالتا اور البتہ دونون کو بھائی بنادیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے پھر کیا گمان ہے تیرا تمام مخلوق مین بیشک علما کا علم مشکل اور سخت ہے نہین اُٹھا سکتا اُسکو مگر نبی مرسل یا فرشتہ مقرب یا بندۂ مومن جسکے دل کا اللہ نے ایمان کے لیے امتحان کرلیا ہو۔

[1] اصول کافی صفحہ ۲۵۴۔

کرتے تھے تو اس کو باقی کیون رکھا۔ اس سخت مواخذہ کے جواب مین ان لوگون نے یہ جادو کا فقرہ تصنیف کرلیا کہ فدک اور نماز تراویح اور مسح خفین وغیرہ کا معاملہ تو بڑا سہل تھا۔ جناب امیر نے تو اپنے ساتھیون کی تالیف کے لئے بڑے بڑے ظلم باقی رکھے اور قاضیون کو احکام ظلم کے جاری کرنے کا حکم کیا اگر جناب امیر ایسا نکرتے تو اونکی فوج اونسے جدا ہو جاتی اسلئے کہ اونکے جتنے ساتھی تھے سب سیرت شیخین کے معتقد تھے۔

بھلا حضرات شیعہ کے سوا اور کون اس روایت کو قبول کرے گا کہ جو لوگ جناب امیر کے ساتھ ہوکر اونکے دشمنون کو قتل کرین اور خود بھی قتل ہون اور اپنی جانین جناب امیر پر نثار کرین وہ جناب امیر کا حکم نہ مانتے ہون اگر وہ جناب امیر کے سچے طرفدار نہوتے تو اونکی طرف کیون آتے امیر شام کی طرف جاتے۔

حضرات شیعہ کو جس قسم کی روایتون کی ضرورت ہوتی ہے اوسی قسم کی روایتین تصنیف کرلیتے ہین یہان جناب امیر کے ساتھیون کو نافرمان بنا دیا اور جب شیعون کی کثرت ظاہر کرنی منظور ہوئی تو اونھین نافرمانون کو مخلصین شیعہ بنا دیا۔ دروغ گو را حافظہ نباشد کا حساب ہے۔ مجالس[1] المومنین مین مذکور ہے۔

"آنجماعت کہ با حضرت امیر در قتال ناکثین[2] و قاسطین و مارقین طریق موافقت پیمودہ اند از دل و جان شیعہ با اخلاص او بودہ اند۔"

---

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۴۰۔ [2] ناکثین کے معنی عہد شکن اور اس سے مراد اہل جمل ہین۔ قاسطین یعنی ظالمین اور اس سے مراد اہل شام ہین۔ مارقین یعنی خارجین اس سے مراد خوارج ہین۔

ہونے کی کیا صورت ہے۔

اس حدیث کا ترجمہ خلیل قزوینی نے صافی شرح کافی میں یون کیا ہے۔

"اگر میدانست ابوذر آنچہ را کہ در دل سلمان بود ہر آئینہ بکشتن میداد او

سلمان را بوسیلہ فاش کردن سر او از کم حوصلگی۔"

ابوذر رضی اللہ عنہ کیسے جلیل القدر صحابی ہیں مگر علمای شیعہ کی دلیری دیکھئے

کہ اونکو بھی کم حوصلہ بتا دیا (معاذ اللہ منہا)

خلیل قزوینی بیچارہ کیا کرے خود امام زین العابدین علیہ السلام نے اس حدیث مین

ابوذر کی پوری توہین کر دی ہو اونکی کم علمی اور کم فہمی کی طرف اشارہ کر دیا حالانکہ

امام زین العابدین علیہ السلام کو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی زیارت بھی نصیب

نہین ہوئی اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے تو بہت بڑا حصہ اپنی عمر کا رسول کی خدمت

مین صرف کیا ہے۔

قزوینی نے جو تاویل اس حدیث کی کی ہے وہ حد سے زیادہ عجیب ہے اور وہ

یہ ہے کہ خلیفہ ثانی نے سلمان کو مداین کا عامل مقرر کر کے بھیجا تھا اور خلیفہ ثانی

کو اس امر پر بڑا فخر تھا کہ سلمان ہماری طرف سے عامل ہے اسی وجہ سے وہان کے

خراج کا روپیہ بھی سلمان سے طلب نہین کرتے تھے مگر سلمان جناب امیر سے

سازش رکھتے تھے اور مداین کے خراج کا روپیہ جناب امیر کے پاس بھیجدیتے

تھے۔ ابوذر کو یہ راز معلوم نہ تھا اگر ابوذر کو معلوم ہوتا تو اپنی کم حوصلگی کی وجہ سے

فقال وانما صار سلمان من العلماء لانہ امرء منا اھل البیت فلذلک نسبتہ الی العلماء۔	پھر فرمایا کہ بیشک ہوگیا سلمان عالموں سے اس لئے کہ وہ ایک شخص ہم اہل بیت مین سے ہے اسی لئے مین نے اسکو علما کی طرف منسوب کیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ سلمان کے اعتقادات باطنی ایسے تھے کہ اگر ابوذر کو اونکی خبر ہوجاتی تو ابوذر سلمان کو قتل کرڈالتے۔ حال آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے دونون کو بھائی بنادیا تھا پس باوجود اخوت کے اونکے عقائد دلی مین ایسا اختلاف تھا جیسا کہ کفر و اسلام مین ہوتا ہے۔

جب ابوذر کی یہ حالت تھی تو آجکل کے علماء اور مجتہدین اگر سلمان کی باطنی حالت پر مطلع ہوجاوین تو ضرور اونکو مرتد اور لائق قتل سمجھین۔ (معاذ اللہ منہما)

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ کاملین بسبب تفاوت مراتب باہم ایک دوسرے سے تقیہ کرتے ہین اگر ایسا نہ کرین تو ایک دوسرے کو قتل کرڈالے۔ اس قاعدہ کے بموجب رسول بھی جناب امیر سے ضرور تقیہ کرتے ہونگے اور اگر خدا نخواستہ جناب امیر کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے اسرار باطنی پر خبر ہوجاتی تو شاید وہی حالت ہوتی جو ابوذر کی حالت سلمان کے ساتھ ہوتی۔

ہر امام بھی اپنے جانشین امام سے ضرور تقیہ کرتا ہوگا ورنہ ہلاکت کا خوف تھا۔ اور جبکہ رسول سے لیکر امام یازدہم تک ایک دوسرے سے تقیہ کرتے رہے اور ہر امام اپنے اصحاب سے تقیہ کرتا رہا تو ایسی حالت مین مذہب حق کو ثابت

معلوم کرنے سے مقداد کافر ہو جاتے (معاذ اللہ منہا) پس اگر رسول اللہ کے دل کی
حالت جناب امیر معلوم کر لیتے تو وہ کیا ہو جاتے اور اگر جناب امیر کے دل کی حالت
حسنینؑ یا سلمانؓ وغیرہ معلوم کر لیتے تو کیا بنجاتے اور اگر حسنینؑ کے دل کی حالت
باقی ائمہ کو معلوم ہو جاتی تو وہ کیا ہو جاتے اور اگر ائمہ کے دل کی حالت تمام متقدمین
ومتاخرین شیعہ خصوصاً اس زمانہ کے شیعوں کو معلوم ہو جاتے تو وہ کیا ہو جائیں

جنکی ظاہر کی تجلی سے مسلمان ہوئے
اونکے باطن کی خبر پائیں تو کافر ہو جائیں

اب ہم روایاتِ شیعہ سے اس امر کے قرائن اور آثار ڈھونڈتے ہیں جس سے یہ پتا چلے
کہ سلمان کے دل میں وہ کیا ارتداد تھا جسپر ابوذر اطلاع پاتے تو سلمان کو قتل کر ڈالتے
اگرچہ مخلصین جناب امیر میں سلمان کا مرتبہ سب میں عالی سمجھا جاتا ہے مگر بہت سے
قرائن ایسے ہیں کہ یہ سب باتیں ظاہری تھیں اور باطن سلمان کا خلفا کی طرف تھا کیونکہ
تغیر حالت سلمان کا تو شیعے علانیہ تسلیم کرتے ہیں۔ کلینی[1] نے حدیث خطبہ طالوتیہ
میں روایت کی ہے کہ جناب امیر نے جب اپنی بیعت کرنے والوں کو یہ حکم دیا کہ صبح کو سر
منڈا کر احجار زیت پر آویں تو فقط ابوذر اور مقداد اور عمار آئے سلمان ان میں سب
سے پیچھے آئے اسی سے ظاہر ہو گیا کہ دل میں وہ جوش نہ تھا کہ اس کام میں سبقت
کرتے۔ اور حیات القلوب میں ہے[2]
"شیخ کشی بسند معتبر روایت کردہ است کہ ہیچ یک از صحابہ نبود کہ بعد از حضرت رسول حرکتے

[1] کتاب الروضہ صلا [2] حیات القلوب جلد دوم ص

خلیفۂ ثانی کو خبر کر دیتے اور اس صورت مین خلیفۂ ثانی سلمان کو قتل کر دیتے پس ابوذر اس راز کے فاش کرنے مین گویا سلمان کے قاتل ہو جاتے۔

اہل انصاف ملاحظہ فرماتین کہ اس جھوٹی کہانی کو اس حدیث سے کیا مناسبت ہے شاید قزوینی حدیث کا مطلب ہی نہین سمجھے قطع نظر اسکے یہ لازم آیا کہ ابوذر اگر سلمان کے اس راز پر خبر پا لیتے تو انکو ہرگز ضبط نہ ہوتا اپنی کم حوصلگی اور کم ظرفی کی وجہ سے فوراً عمر سے چغلی کھا دیتے۔ غور فرمائے کہ کیسی بُری خصلت ابوذر کی طرف منسوب کی۔ (معاذاللہ منہا)

اگر جناب امیر کو ایسے مال مغصوبہ کا لینا پسند ہوتا تو سلمان کیطرح اپنی اور اپنی اولاد کے لئے بھی اسی قسم کے منصب حاصل کر کے تمام مال غصب کر سکتے تھے۔

قزوینی کو یہ بھی خبر نہین کہ سلمان کے قلب کی یہ حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے سے تھی اور وہ جھوٹی کہانی جو اس نے نقل کی خلیفہ ثانی کے عہد کی ہے اور جسطرح سلمان کی دلی حالت پر واقف ہونے سے ابوذر قاتل سلمان بن جاتے اسی طرح اگر مقداد سلمان کے بھید پر واقف ہو جاتے تو مقداد کافر ہو جاتے۔ معاذ اللہ چنانچہ حیات القلوب[1] مین لکھا ہے۔

"(شیخ کشی) بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول فرمود کہ اے سلمان اگر علم ترا عرض کنند بر مقداد ہر آئینہ کافر خواہد شد"

اب حضرات شیعہ اس معمے کو حل کرین کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ سلمان کے دل کی حالت

---

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۴۳ باب شصت و کیم مناقب مقداد

پیچھے ہو گئے چنانچہ خواجہ نصیر الدین طوسی نے اخلاق ناصری مین لکھا ہی۔

"و امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مزاح بودے تا بحدے کہ مردمان او را بدان عیب کردند و گفتند لولا دعابۃ فیہ[1] و سلمان فارسی رضی اللہ عنہ او را گفت در مزاحے کہ با و کرد ہذا اخرک الی الرابعۃ[2]۔"

سلمان رض کو جناب امیر سے مذہبی مخالفت بھی قدیمی تھی چنانچہ مسئلہ تقیہ مین جناب امیر وجوب کے قائل تھے[*] اور سلمان تقیہ کو خلاف اولی سمجھتے تھے۔ سلمان رض حدیث پر عمل کرنے والون کو ملامت کرتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ مقولہ حسبنا کتاب اللہ سے موافق تھے چنانچہ حیات القلوب[3] مین کشی کی سند معتبر سے بحوالہ امام باقر علیہ السلام یہ نقل کیا ہے۔

"سلمان ہر دم گفت کہ گریختید از قرآن بسوے حدیث زیرا کہ قرآن را کتاب دقیقے یافتند در آنجا شمارا حساب می نماید بر نقیر و قطمیر و فتیل یعنی ہر امر خوردی و ریزہ و بر قدر دانہ خردے پس تنگی کرد بر شما احکام قرآن پس گریختید بسوی احادیثے کہ کار را بر شما کشادہ و آسان کردہ است۔"

سلمان رض کو خلیفہ اول کے ساتھ خلوص اور عقیدت قدیمی حاصل تھی اور جسوقت سلمان مسلمان ہوئے تھے تو بہت سے مناقب اور فضائل خلیفہ اول کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کئے تھے اور یہ کہا تھا کہ ابو بکر مسلمان ہو گئے تو تمام اہل عرب مسلمان ہو جائین گے چنانچہ مجالس المومنین[4] مین لکھا ہے۔

---

[1] کاش ان مین مزاح کی عادت نہ ہوتی ۱۲ [2] اسی نے پہونچادیا تم کو چوتھے نمبر پر ۱۲ [3] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۲۰۔ [4] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۹۰ مجلس سوم ذکر سلمان۔

نکند. مگر مقداد بن اسود۔"

اس روایت سے بھی معلوم ہو گیا کہ سلمان اُن لوگوں مین تھے جنکو لغزش ہوئی تھی۔

عجیب بات یہ ہے کہ سلمان کے دل مین یہ لاحل شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھکے منافقین کو ہلاک کیون نہین کر دیتے چنانچہ حیات القلوب[1] مین ہے۔

" (کشی) بسند حسن از حضرت امام باقر روایت کردہ است کہ صحابہ بعد از حضرت رسول مرتد شدند (معاذ اللہ منہا) مگر سہ نفر سلمان و ابوذر و مقداد راوی گفت عمار چہ شد حضرت فرمود کہ اندک میلے کرد و برودی برگشت پس فرمود کہ اگر کسے را خواہی کہ ہیچ شک نکرد و شبہ او را عارض نشد او مقداد ست اما سلمان در دل او عارض شد کہ نزد امیر المومنین اسم اعظم الہی ست اگر تکلم نماید بآن ہر آئینہ زمین آن منافقان را فرو می برد پس چرا چنین مظلوم در دست ایشان ماندہ است چون در خاطرش گزشت گریبانش را گرفتند و رسنے در گلویش کردند و پیچیدند تا آنکہ کندہ در ملقش بہم رسید پس حضرت امیر المومنین براو گزشت و باو گفت کہ ای ابو عبد اللہ این کندہ گلوے تو از آن چیزیست کہ در خاطر تو خطور کرد بیعت کن با ابو بکر پس سلمان بیعت کرد۔"

سلمانؓ جناب امیر مین کثرت مزاح اور خوش طبعی کا عیب لگاتے تھے بلکہ اُنھون نے جناب امیر کے منھہ پر صاف کہدیا تھا کہ اسی عیب کی وجہ سے تم خلافت مین سب سے

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۴۳۔

صاحب اخلاق سلمان وکتب دارانست ومفتون بزرگی وزیادہ طلبی ست بواسطہ طمع در جاہ شما ساعی جمیلہ بظہور خود خواہد آورد و در باب اطاعت چنین کسے!
دلیل حقیت دین شما خواہند دانست واگر ابتدا دعوت از دیگران کنید او عناد خواہد کرد چون معارقہ[1] این رائے با حضرت امیر وابو طالب نمودند ایشان نیز رائے سلمان راپسندیدند و حضرت رسالت با ابوبکر ملاقات نمود وبتدریج تالیف قلب او کردہ تا آنکہ او را بجانب خود مائل ساخت وخاطر او را بحصول جاہ وتوسعہ دستگاہ امیدوار گردانید تا آنکہ آن طمع مسلمان شد وحضرت رسول کنیت و نام او را کہ ابو الفصیل وعبد العزیز بود با ابوبکر وعبد اللہ تبدیل فرمود وہمیشہ درمیان اصحاب میگفتند ماسبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوۃ ولکن لشیٔ وقر فی صدرہ ـ ''

اس حدیث کا ترجمہ یہ ہوا کہ ابوبکر صوم وصلوۃ میں تم پر سبقت نہیں لیگیا مگر اس صفت میں سبقت لیگیا ہے جو اُسکے سینہ میں قایم ہوگئی ہے۔ یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام صحابہ سے ہے جنمیں جناب امیر اور سلمان۔ اور ابوذر۔ اور مقداد۔ اور عمار رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

اہل انصاف اور ارباب عقل سلیم جانتے ہیں کہ اس حدیث سے مدح ابوبکر مقصود ہے اور اس عبارت سے صاف ٹپک رہا ہے کہ ابوبکر کے سینہ میں جو صفت تھی وہ حب معرفت الٰہی تھی مگر علامہ شوستری کا تعصب دیکھئے کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ حب سلطنت

[1] معارقہ سے موافقت مراد ہے ۔

"سید المتألهین حیدر بن علی الآملی در کتاب کشکول آورده که بروایت
مشائخ حدیث از عبدالله بن عفیف از پدر او مرویست که سلمان پیش از
ظهور حضرت پیغمبر بمکه آمده بود و دین حق را جستجو می نمود چون حضرت
رسالت مبعوث شد بخدمت آنحضرت آمده بشرف اسلام فائز گردید چون آنحضرت
کفایت سلمان را در علم و عمل و رای دید با او مشورت نمود که ابتدای
دعوت بکدام یک از اهل مکه نماید و غرض آن بود که مافی الضمیر سلمان از
اخلاص و نفاق در آن مشورت ظاهر گردد سلمان بعرض رسانید که ابتدای
دعوت برای الفضیل عبدالعزی پسر ابوقحافه باید نمود که در میان عرب
بعلم تعبیر خواب و تاویل منام معروفست و عرب علم تعبیر را نوعی از علم غیب
می دانند و اعتقاد تمام بآن دارند و از تواریخ و انساب و احساب ایشان
با خبرست و نیز معلم صبیان ایشان هست و در معاملات خود با او رجوع و مشورت
می نمایند و وساوس او را در قلوب ایشان اثری تمام هست و هرگاه
اینچنین مردی بردست شما مسلمان شد و برسالت شما ایمان آورد آوازه
نبوت شما در میانه عرب شائع خواهد شد و مردم از آن اعتبار گرفته
دلهای ایشان نرم شده از عصبیت و جاهلیت فرود آمده مستعد هدایت
خواهند شد و بعد از آن تصرف در مزاج ایشان کرده رواج دین مسلمانی
خواهد داد زیرا که چون از کتب سابقه نبوت شما را دانسته و محب ریاست هم

سے پیش آتے تھے تاکہ ابوذر اونکے پاس آنا چھوڑ دین۔ ابوذر کے ساتھ جو سلمان کی بدسلوکیان تھین اونکے بہت سے قصے منقول ہین۔ سلمان کی عادت تھی کہ اکثر ابوذر کی ضیافت کرتے جب وہ کھانے کے لئے آتے تو نہایت ناگوار کھانا پیش کرتے جب اونھین اُس کھانے مین کچھ تامل ہوتا تو سلمان اونپر بہت خفا ہوتے اور ناشکرا بتا کر ذلیل کرتے۔ ایک مرتبہ دعوت کی اور دو روکھی روٹیان کچّی اونکے سامنے رکھدین ابوذر اس سامانِ دعوت کو دیکھکر نہایت حیران ہوتے۔

فقط دو روکھی روٹیان وہ بھی کچّی ایسی ناگوار اور قلیل طعام کے کھانے کو بھی جی نہین چاہتا اگر اپنی طبیعت پر جبر کرکے کھاتے ہین تو کچّی روٹی ہضم نہ ہوگی اگر نہین کھاتے تو حضرت سلمان قہر نازل کرنے کو تیار۔ ہر طرح مشکل کا سامنا تھا۔ اسی حیرانی مین حضرت ابوذر نے اُن روٹیون کو اُلٹنا پلٹنا شروع کیا۔ حضرت سلمان کو تو اس ضیافت سے ابوذر کا ذلیل کرنا مقصود تھا اس لئے ابوذر سے پُوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ روٹیون کو اُلٹتے پلٹتے کیون ہو کھاتے کیون نہین۔ ابوذر حیران ہوئے کہ اسکا کیا جواب دین ڈرتے ڈرتے اتنا کہا کہ مجھکو یہ خوف ہے کہ کہین یہ روٹیان کچّی نہ ہون اتنا کہنا تھا کہ حضرت سلمان کو تاب کہان تھی غضب کا جوش ایسا اوٹھا جو کسی طرح ضبط کے قابل نہ تھا اس مضمون کو ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[۱] مین اسطرح لکھا ہے۔

"وابن بابویہ بسند معتبر از حضرت امام محمد تقی روایت کردہ ست کہ روزی حضرت سلمان ابوذر را بہ ضیافت طلبید پس دو گردۂ نان نزد او حاضر

---

[۱] جلد دوم حیات القلوب صفحہ ۶۱۵۔

مرادہی۔ ہم کہتے ہین کہ جب ریاست کا امیدوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا تو ایسی ریاست کی طلب ہی صفت محمود تھی۔ یہ وعدہ رسول کا وعدہ حصول خلافت تھا جو درحقیقت آیت استخلاف کی تفسیر ہے۔

تعجب ہے کہ جناب امیر تو حُبّ ریاست مین احکام جو قایم رکھین اور جاری کرین اور اور خلیفہ اول کے لئے حُبّ ریاست عیب ہو جاتے۔ سلمان نے ابوبکر مین وہ صفتین بیان کین جن سے ثابت ہوتا تھا کہ ابوبکر وزیر اور نائب بنانے کے لایق ہین اور اس راستے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر اور ابوطالب کا بھی اتفاق ہوگیا اور اسی قصد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ مین سے سب سے پہلے دعوت اسلام ابوبکر پر پیش کی اور اونکو خلافت کا امیدوار بنایا اور آخر کو ابوبکر مین وہ کمال پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو مطلع کردیا کہ صفات ظاہری مین اگرچہ ابوبکر تمہاری برابر ہے مگر صفات باطنی مین تم سب پر غالب ہے۔

اگر ان سب قرائن پر غور کیا جائے تو اس مین کوئی شک باقی نہین رہتا کہ اگرچہ حضرت سلمان بظاہر جناب امیر کے ساتھ تھے مگر دل اُنکا خلفا کے ساتھ تھا۔

شاید جناب امیرؑ نے حضرت ابوذرؓ کو سلمانؓ کی صحبت مین اس لئے متعین کردیا تھا کہ وہ سلمان کے دل کو خلفا کی طرف سے پھیر کر جناب امیر کی رفاقت کا مشورہ دیتے رہین لیکن ابوذرؓ کو سلمانؓ کے دل کا حال معلوم نہ تھا اگر معلوم ہو جاتا تو سلمان کو قتل کر ڈالتے۔ سلمان چونکہ ابوذر کی صحبت سے ناراض تھے اس لئے نہایت کم خلقی

مگر اس طولانی تقریر مین کوئی فقرہ ایسا مذکور نہ ہوا کہ روٹیونکے کچے ہونے کا شبہ
رفع ہوتا۔ ابوذر نے اس غیظ و غضب کو دیکھکر بجز توبہ کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا
حالانکہ گناہ کچھ بھی نہ تھا وہ کہتے تھے کہ روٹیان کچی ہین اور سلمان کہتے تھے کہ یہ
عرش سے اترا ہے۔

سلمان نے اسکے بعد ابوذر کی ایک اور دعوت کی جسکا تکلف پہلی دعوت سے بھی بڑھا
ہوا تھا روٹیونکے سوکھے ٹکڑے توڑکر ہمیانی مین بھر لئے جب ابوذر آئے تو سلمان نے
ہمیانی جھاڑکر وہ سوکھے ٹکڑے نکالے اور پانی مین بھگو کے ابوذر کے سامنے رکھدیئے
وہ بیچارے اس سامانِ دعوت کو دیکھکر بہت پریشان ہوئے۔ پہلی دعوت کا قصہ یاد تھا
حضرت سلمان کا مزاج معلوم تھا۔ اتنی تاب کہان تھی کہ کچھ شکایت کر سکتے مگر مشکل یہ تھی
کہ جو ماحضر پیش کیا گیا تھا کھانے کے قابل نہ تھا مجبور ہوکر اول تو اُس کھانے کی تعریف
کی مگر ڈرتے ڈرتے اتنا بھی کہہ گذرے کہ کاش اسکے ساتھ نمک ہوتا تو بہت خوب
ہوتا یہ سُنکر سلمان نے اپنی حرکتون سے ظاہر کیا کہ یہ فرمایش اونکو بہت ناگوار ہوئی
آخر حضرت سلمان اپنا لوٹا لیکر باہر تشریف لے گئے اور اُسکو گرو رکھکر نمک لائے۔
جب حضرت ابوذر نے یہ حالت دیکھی تو وہی وقت یاد آگیا جو پہلے گذر چکا تھا ناچار نمک
چھڑک چھڑک کر ٹکڑون کو کھانا شروع کیا۔ سوکھے ٹکڑون کی شکایت کرتے تو خدا
جانے حضرت سلمان کا کیسا غضب نازل ہوتا۔ حضرت ابوذر بھی حد سے زیادہ ظریف
تھے اس لئے شکایت کے مضمون کو شکر کے پہلو مین بڑے لطف کے ساتھ ادا کیا اور

ساخت ابوذر گردہ ہائے نان را برداشت و می گردانید و در آن نظر می کرد سلمان گفت کہ از برائے چہ کار این نان ہا را میگردانی گفت می ترسم کہ خوب پختہ نشدہ باشد پس سلمان بسیار در غضب شد و فرمود کہ چہ بسیار جرات داری کہ این نان ہا را می گردانی و نظر میکنی بخدا سوگند کہ درین نان کار کردہ است آبے کہ در زیر عرش الٰہی ست و ملائکہ در آن کار کردہ است تا آنکہ آن را در ہوا افگندہ اند و باد در آن عمل کردہ ست تا آنکہ آنرا با بر افگندہ است و ابر در آن کار کردہ ست تا آنکہ آنرا بر زمین افشاندہ است در عدد ملائکہ وران ہمہ کار کردہ اند تا آنکہ قطرات آنرا در جا ہاے خود گذاشتہ اند و کار کردہ اند در آن زمین و چوب و آہن و چہار پایان و آتش و ہیزم و نمک وانچہ را من احصائی تو انم کرد زیادہ ازان ست کہ گفتم از کارکنان درین نان پس چگونہ می توانی بشکر این نعمت قیام نمائی پس ابوذر گفت کہ توبہ می کنم بسوئے خدا و طلب آمرزش میکنم ازانچہ کردم و بسوئے تو عذر می طلبم ازانچہ تو نخواستی۔"

ابوذر بیچارے کو تو روٹی کے کچے ہونے کا خوف تھا اسکے جواب میں سوال اور سیان و جواب اور آسمان ہوگیا۔ زمین و آسمان کے قلاوے ملادئے۔ عرش سے پانی کے اترنے اور بادل میں پہنچنے اور مینہ برسنے کے عجائبات قدرت اور تمام کھیتی کا سامان بیان ہوگیا۔ گویا ابوذر باوجود صحابی جلیل القدر ہونے کے ان امور سے ناواقف تھے

مرتبہ حضرت ابوذر تشریف لاتے تو سلمان کی دیگ مین جوش آ رہا تھا یکایک ہانڈی اولٹی ہوگئی اور زمین پر نہ شوربا گرا نہ چکنائی گری ابوذر کو یہ حالت دیکھ کر تعجب ہوا استنے مین حضرت سلمان نے دیگ سیدھی کردی۔ دوسری بار پھر یہی اتفاق ہوا کہ دیگ اولٹی ہوگئی اور نہ شوربا زمین پر گرا نہ چکنائی گری یہ تماشا دوبارہ دیکھ کر حضرت ابوذرؓ کے دل مین ایسی ہیبت چھائی کہ ڈر کے مارے بے اختیار اوٹھکر بھاگے چنانچہ حیات القلوب[۱] مین لکھا ہے

"وایضا شیخ کشی و شیخ مفید بسندہاے معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ اند کہ روزے ابوذر بخانۂ سلمان فہ آمد و قزقان[۲] سلمان در بار بود پس در اثنائی آنکہ باکدیگر سخن میگفتند قزقان سرنگون شد و ہیچ از مرق[۳] و چربی آن برزمین نہ ریخت پس ابوذر تعجب بسیارے کرد ازان و سلمان باز قزقان را برگردانید و برحال خود گذاشت و مشغول سخن شدند پس باز قزقان سرنگون شد و ہیچ از مرق و چربی آن برزمین نریخت پس تعجب ابوذر زیادہ شد و از خانۂ سلمان دہشت زدہ بیرون آمد"

اسکے بعد اس روایت مین یہ بھی ہے کہ راستے مین ابوذرؓ کو جناب امیر ملگئے اور تسلی دیکر پھر اونکو سلمان کے پاس واپس لاتے اور بلحاظ مصلحت بہت سے مناقب حضرت سلمان کے بیان کردئے اور حضرت سلمان کو بھی سمجھا دیا کہ ابوذر کو ڈرایا مت کرو۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابوذر صحابی جلیل القدر، صاحب خوارق و کرامات تھے اگر

[۱] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۰۰ [۲] دیگ سلمان کی جوش مین تھی [۳] مرق شوربا۔

یوں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ قناعت دی ہے کہ میں سوکھے ٹکڑے کھا رہا ہوں یہ سنتے ہی حضرت سلمان بگڑ گئے اور فرمایا کہ تجھے قناعت ہوتی تو میرا لوٹا گرو نہ رکھا جاتا۔ تعجب تو یہ ہے کہ ان دونوں پرتکلف دعوتوں میں کبھی حضرت سلمان بذات خود مہمان عزیز کے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہوئے۔ یہ قصہ بھی حیات القلوب میں روایت سابقہ کے ذیل میں اسی سند اور حوالہ سے منقول ہے۔

"و فرمود کہ روزے دیگر سلمان ابو ذر را طلبید و از ہمیان خود چند پارہ نان خشک بیرون آورد و آن نان ہا را تر کردہ از مطہرہ کہ داشت و نزد ابو ذر گذاشت پس ابو ذر گفت کہ چہ نیکوست این نان کاش نمکے با آن بود۔ سلمان برخاست و بیرون رفت۔ و مطہرہ خود را گرو گذاشت و نمکے گرفت و برائے ابو ذر آورد پس شروع کرد ابو ذر، و آن نان ہا را میخورد و نمک بر آن مے پاشید و می گفت حمد میکنم خداوندے را کہ روزی کردہ است مارا چنین قناعتے۔ سلمان گفت کہ اگر قناعت میداشتی مطہرہ من گرو نمی رفت۔"

سلمان یہ کج ادائیاں اسلئے کرتے تھے کہ تنگ ہو کر ابو ذر ان کے پاس آنا چھوڑ دیں مگر ابو ذر کو خبر نہ تھی کہ سلمان کے دل میں کیا ہے اگر خبر ہوتی تو سلمان کو قتل کر دیتے۔ جب سلمان کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اور ابو ذر نے ساری ذلتیں جھیلیں مگر آنا نہ چھوڑا تب سلمان نے یہ تدبیر نکالی کہ ابو ذر کو ڈرانا شروع کیا یہ ڈرانا اس دن ہوتا تھا جس دن کوئی مومن شوربا حضرت سلمان کے باورچیخانہ میں تیار ہوتا تھا چنانچہ ایک

ڈرا ڈرا کر بھگاتے۔ خلیفہ اول کے ساتھ اونکو قدیمی خلوص تھا چنانچہ جسوقت حضرت سلمان مسلمان ہوئے اوسیوقت خلیفہ اول کے بہت سے فضائل اور مناقب سول سے بیان کئے اور صاف کہدیا کہ ترقی اسلام ابو بکر کی ذات پر منحصر ہے۔ مقولہ حسبنا کتاب اللہ مین خلیفہ ثانی سے موافق تھے۔ سلمان نے جو سانپ یہودیون کے غارت کرنے کے لئے نکالے تھے وہ جناب امیر کی مدد کے لئے نہ نکالے۔ یہ تمام قراین حضرت سلمان کے دل کا حال بہت اچھی طرح ظاہر کر رہے تھے۔ آخر حضرت سلمان سے ضبط نہ ہوسکا اور تقیہ کا پردہ توڑ کر کھلم کھلا جناب امیر کی رفاقت چھوڑ کر خلیفہ ثانی کی حضور مین پہنچے اور مداین کی حکومت حاصل کر کے سیدھے چلدئے پھر کبھی جناب امیر کی صورت بھی نہ دیکھی۔ اسکے بعد حضرت ابوذر کو بھی سفر کی ضرورت پیش آئی مگر باوجود بھائی ہونیکے سلمان کے پاس جانا اونھون نے گوارا نہ کیا۔

۲۴ **سب سے** زیادہ عجیب ایہ کی تفسیرین ہین جنکی بدولت قرآن کی فصاحت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اس مختصر رسالے مین ہم ایک آیت کی تفسیر جو جناب امیر سے کافی مین منقول ہے بطور نمونہ نقل کرتے ہین۔ اول قرآن کی آیت سمجھ لیجئے جو سورہ لقمان مین ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ	اور حکم کیا ہے ہمنے انسان کو ماں باپ کے حق کا۔ حمل مین رکھا ہے انسان کو اوس کی ماں نے ضعف پر ضعف اوٹھاکر اور دودھ

حضرت سلمان کی ہانڈی اوٹنے اور شوربا نہ گرنے مین کچھ کرامت کا اثر ہوتا تو حضرت ابو ذر ہرگز نہ ڈرتے۔ شاید اُنھون نے اس شعبدے کو کرامت کے اثر سے خالی پایا اسی وجہ سے ہیبت زدہ ہوکر بھاگے۔

ان تمام قرائن پر غور کرنے سے بہت اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ سلمان جس امر کا ابو ذر سے تقیہ کرتے تھے اور ابو ذر کو باطن سلمان کی خبر ہوجاتی تو سلمان کو قتل کر ڈالتے وہ یہی امر تھا کہ سلمان کا دل خلفا کی طرف تھا اور بظاہر جناب امیر کے ساتھ تھے مگر جو بات دل مین بیٹھی ہوئی تھی اُسکا اثر کسی نہ کسی طرح ہمیشہ ظاہر ہوتا رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جناب امیر کی رفاقت مین اونکو سبقت کا جوش نہ تھا اجازت پر سب کے پیچھے گئے مقداد کی طرح پورے ثابت قدم نہ نکلے بلکہ ان صحابہ مین شامل تھے جنکو بعد وفات رسول کے لغزش ہوئی۔ یہ شبہ بھی اونکو پیش آیا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھکر منافقون کو غارت کیون نہین کر دیتے۔ جناب امیر سے اُنھون نے صاف کہدیا کہ تم مین مزاح اور خوش طبعی کا عیب ہے اسی عیب کی وجہ سے تم خلافت مین سب سے پیچھے ہوگئے۔ ابو ذر کے ساتھ اُنھون نے وہ کج خلقی کی جو حقوقِ اخوت اور خلق محمدی کے بالکل مخالف تھی اسکی وجہ بھی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ ابو ذر کو میرے دل کا بھید معلوم ہوجائیگا تو مجکو قتل کر دینگے اسی لئے وہ ابو ذر سے تقیہ کرتے تھے اور ایسی تدبیرین کرتے تھے کہ ابو ذر انکے پاس آنا چھوڑ دین۔ کبھی دعوت کرکے ذلیل کرتے تھے اوکھی روٹیان اور سوکھے ٹکڑے پیش کرتے تھے اور پھر بھی ناشکرا بتاتے تھے اور جب مرغن شوربا پکاتے تو ابو ذر کو

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اور حکم کیا ہمنے انسان کو ان دونون کے حق کا مضمون نے علم پیدا کیا ہے اور حکمت کی میراث دی اور جن دونون کی اطاعت کا اللہ نے سب آدمیون کو حکم کیا ہے۔

ف یعنی یہ حکم ماں باپ کے لئے نہین بلکہ ان دونون کے لئے ہے جو علم کے والد اور حکمت کے مورث ہین۔ جناب امیر نے یہ نہ بتایا کہ وہ دونون کون ہین مگر خلیل قزوینی نے ترجمہ اصول کافی مین لکھا ہے کہ ان دونون سے مراد قرآن اور امام ہین قرآن مان ہے۔ اور امام باپ ہے۔ پس یہ دونون والدین ہوئے۔

اہل انصاف خود فرمائین کہ اگر یہ تحریف نہین تو اور کیا ہے۔ ؟

حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اسکی تفسیر خود تو جناب امیر نے کچھ نفرمائی مگر علماے شیعہ نے جناب امیر کے کلام سے استنباط کرکے تفسیر کرنیکا حق ادا کیا ہے جو بعد کو مذکور ہوگی۔

اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ یعنی میرا شکر کر اور علم حکمت سکھانے مین جو والدین ہین اونکا شکر کر۔ میری طرف پھر کر آنا ہے۔

وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا اور اے پیغمبر اگر عمرؓ اور ابوبکرؓ تجھسے جھگڑا کرین کہ علیؓ کی وصیت مین تو اونکو بھی شریک کردے اور علیؓ کی اطاعت کا جو تو نے حکم کیا ہے اس مین تو علیؓ کے ساتھ اونکو بھی برابر کردے جسکی تیرے پاس کوئی دلیل نہین تو اس باب مین تو عمرؓ اور ابوبکرؓ کی اطاعت مت کر۔

اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ۖ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝	چھٹانا اُسکا دو برس مین ہی۔ یہ کہ شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ میری طرف پھر کر آتا ہی اور اگر وہ دونو تجھسے جھگڑا کرین اسپر کہ شرک کرے تو میرے ساتھ جسپر تیرے پاس کوئی دلیل نہین تو اون دونوں کی اطاعت مت کر اور صحبت رکھ اونسے دنیا مین نیکی کے ساتھ اور پیروی کر اُس شخص کے رستے کی جو میری طرف رجوع کرے۔ پھر تم سب کا میری طرف پھر کر آنا ہی تو مین تمکو آگاہ کر دونگا اوسپر جو تم عمل کرتے تھے۔

ف اللہ فرماتا ہی کہ ہمنے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم کیا ہی کہ ہمارا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کر۔ ماں کا یہ حق ہی کہ اُس نے ایام حمل مین ضعف پر ضعف اوٹھایا ہی اور دو برس تک دودہ پلایا ہی۔ اے انسان اس حکم کو ضرور ادا کر اسلیے کہ آخر کو ہمارے سامنے آنا ہی۔ اور اگر ماں باپ تجھسے یہ چاہین کہ تو اللہ کے ساتھ شرک کرے جو بے دلیل حکم ہی اور اس امر پر تجھسے جھگڑا کرین تو اس امر مین تو ہرگز اونکی اطاعت مت کر۔ مگر دنیا مین اونکے ساتھ نیکی کر۔ اور اُسکا طریقہ اختیار کر جو اللہ کی طرف رجوع کرے۔

اس ترجمہ و تفسیر کو خوب سمجھ لیجے صاف مضمون ہی کسی قسم کی پیچیدگی نہین اب حضرت علی نے جو اس آیت کی تفسیر بیان کی ہی اوسکو ملاحظہ فرمائے۔

جو تفسیر جناب امیرؓ سے منقول ہو اُس میں کلام کی فصاحت اور قواعد عربیت کی تطبیق اور الفاظ کی مناسبت کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسی تفسیر نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ بیشک ائمہ کے سوا قرآن کی صاف اور واضح آیتوں کو بھی کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر ایسی ہی تفسیر ہے تو قرآن بیشک حجت نہیں۔

جناب امیرؓ کی عظمت و شان کو غور کرو کیا وہ قرآن کی ایسی تفسیر کریں گے۔ معاذاللہ منہا۔ اب اصل روایت کافی[1] کا بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

عن الاصبغ بن نباتة انه سأل امیر المؤمنین علیه السلام عن قوله تعالیٰ ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر فقال الوالدان اللذان اوجب الله لهما الشکر هما اللذان ولدا العلم وورثا الحکم وامر الناس بطاعتهما ثم قال الله الی المصیر فمصیر العباد الی الله والدلیل علی ذلك الوالدان ثم عطف القول علی ابن حنتمة وصاحبه فقال فی الخاص والعام وان جاهداك علی	اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ اس نے امیر المومنین علیہ السلام سے آیہ کریمہ ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر کی تفسیر پوچھی تو امیر المومنین نے فرمایا کہ دونوں والد جنکا شکر اللہ نے واجب کیا ہے وہ دونوں ہیں جنھوں نے علم پیدا کر دیا اور حکمت کی میراث دی اور سب آدمیوں کو ان دونوں کی اطاعت کا حکم کیا گیا ہے پھر اللہ نے فرمایا کہ الی المصیر پس رجوع کرنا بندوں کا اللہ کی طرف ہوگا اور والدین اسکی دلیل ہیں۔ پھر اللہ نے اپنی بات کو پھیر کر ابن حنتمہ (عمرؓ) اور اسکے ساتھی (ابو بکرؓ) کے ذکر سے ملایا اور

[1] اصول کافی صفحہ ۲۷۰۔

مسلمانو خدا کے واسطے انصاف کرو کیا کسی کی سمجھ مین آتا ہے کہ یہ مضمون
اس آیت کی تفسیر ہو بلکہ یقیناً تحریف ہے۔ پہلے سے تو والدین کا ذکر تھا اور جاھداک
اور لا تطعھما مین جو تثنیہ کی دونون ضمیرین ہین اللہ نے اپنے کلام مین وہ ضمیرین
انسان کے مان باپ کی طرف پھیرین تھین جناب امیرؓ نے عمرؓ اور ابو بکرؓ کی طرف پھیرین
جنکا نہ یہان ذکر تھا نہ کسی قسم کا تعلق اور ربط تھا ان تشرک بی مین اللہ کے ساتھ شریک
کرنے کا ذکر تھا جناب امیرؓ نے اپنی ولایت مین شریک کرنا مراد لے لیا۔
اس تفسیر مین جو کچھ بوالعجبی ہے وہ تو ظاہر ہے اسکے سوا ایک نکتہ یہ بھی معلوم ہوا
کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی طرف سے پیغمبر پر نازل ہوئی تھی نہ اللہ کی طرف سے۔ اور انہون نے
اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کی نہی نہین بلکہ حضرت علی نے اپنی ولایت مین کسی کو شریک
کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اب حضرات شیعہ انصاف کرین کہ قرآن کی کیا حالت ہو گئی۔

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا اور علم و حکمت سکھانے مین جو والدین ہین انکی ساری
دُنیا کے سامنے تعریف کر۔ **ف** اس سے پہلے فلا تطعھما کی ضمیر عمرؓ
اور ابو بکرؓ کی طرف تھی اب صاحبھما کی ضمیر پھر والدین کی طرف پہونچ گئی۔ والدین
سے جو کچھ مراد ہے وہ پہلے معلوم ہو چکی اگر صاحبھما سے بھی شیخین مراد ہوتے
تو انکی بہت بڑی فضیلت ثابت ہو جاتی اس لئے چار نا چار والدین کی طرف رجوع کرنا
پڑا۔ معروفا کے لفظ نے فضیلت اور تعریف کے معنی پیدا کر دیتے۔

مذکور ہے خلافت ابو بکرؓ ہے اور اُسکے اوپر ضعف ثانی جو قرآن مین اول مذکور ہے خلافت عمر ہوئی پس چونکہ قرآن مین پہلے خلافت عمر کا ذکر تھا اسی لئے جناب امیر نے اول ابن حنتمہ یعنی عمرؓ کا ذکر کیا۔ مگر قزوینی نے یہ ظاہر کیا کہ حملتہ مین جو ضمیر (ہا) ہے وہ کدھر کو پھرے گی۔

وفصاله فی عامین کی تفسیر قزوینی نے یہ کی ہے کہ ابو بکر کی خلافت دو برس مین ختم ہوگئی۔ اس تفسیر سے ظاہر ہوگیا کہ قزوینی مطالب تفسیری کے بیان کرنے مین جناب امیر پر بھی غالب رہے۔ ؎

گر تو تفسیر چنین دانی
بس بری رونق مسلمانی

کافی کی اس حدیث کا ترجمہ ملائی مجلسی نے بھی حیات القلوب[1] مین لکھا ہے اور وہ یہ ہے

"در کافی بسند معتبر از اصبغ بن نباتہ روایت کردہ است کہ او سوال کرد از حضرت امیر المومنین از تفسیر قول حق تعالی ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر حضرت فرمود کہ والدان کہ خدا شکر ایشان را واجب گردانیدہ آن دو پدر اند کہ علم از ایشان متولد شدہ وحکمت از ایشان میراث ماندہ وما مور شدہ اند مردم با طاعت ایشان پس فرمود حق تعالی الی المصیر پس بازگشت بندگان بسوے خدا است ودلیل تاویل نفقہ والدانست پس گردانید سخن را بابو بکر و عمر و فرمود وان جاھداک علی ان تشرک بی یعنی اگر ابو بکر و عمر با تو

[1] حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۶۷۔

ان تشرکت بی فقول لہ فی الوصیۃ ولقد امرت بطاعتہ فلا تطعہما ولا تسمع قولہما ثم عطف القول علی الوالدان فقال وصاحبہما فی الدنیا معروفا یقول عرف الناس فضلہما وادع الی سبیلہما۔

خاص و عام مین کہدیا وان جاہداک علی ان تشرک بی یعنی اگر عمرؓ اور ابوبکرؓ وصیت مین جھگڑا کرین اور اس بات پر لڑین کہ تو اونکو اوس شخص کے ساتھ برابر کردے جسکی اطاعت کا تونے حکم دیا ہے تو اے پیغمبر تو عمرؓ اور ابوبکرؓ کی بات مت مان اور ان دونون کا قول مت سن پھر اللہ نے اپنی بات کو پھیر کر والدین کا ذکر کیا اور فرمایا وصاحبہما فی الدنیا معروفا اللہ فرماتا ہی بیان کر آدمیون مین والدین کی فضیلت اور ان دونونکے رستے کی طرف بلا۔

قزوینی نے لکھا ہی۔ حنتمہ بفتح حای بے نقطہ وسکون نون وفتح تای دو نقطہ در بالا ما در عمر ست وصاحب حنتمہ ابابکر ست یعنی حنتمہ عمرؓ کی مان کا نام تھا بس ابن حنتمہ سے عمر مراد ہین اور اونکے ساتھی سے ابوبکر مراد ہین۔ ترتیب خلافت اس امر کی مقتضی تھی کہ پہلے ابوبکر کا نام ہوتا پھر عمرؓ کا لیکن جناب امیر نے اس تفسیر عجیب وغریب مین اول عمرؓ کا ذکر کیا اسکا نکتہ خلیل قزوینی نے جو بیان کیا ہی وہ بھی نہایت عجیب ہی چنانچہ قزوینی نے حملتہ امہ وہنا علی وہن کی جو تفسیر کی ہی اوس مین لفظ (امہ) سے قرآن مراد لیا ہی۔ یعنی قرآن نے ضعف بالائے ضعف اوٹھایا۔ ایک ضعف خلافت ابوبکرؓ کا اور دوسرا ضعف خلافت عمرؓ کا اس صورت مین ضعف اول جو قرآن مین موخر

عثمانؓ سے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح کر دیا ملا ئے مجلسی نے حیات القلوب
مین لکھا ہے۔

"عیاشی روایت کردہ است کہ از حضرت صادق پرسیدند کہ آیا حضرت رسول دختر
خود را بہ عثمان داد حضرت فرمود کہ بلے راوی گفت کہ چون دختران حضرت راشہید
کرد باز دخترے دیگر باو داد حضرت فرمود کہ بلے۔"

حضرات شیعہ اس موقع پر انصاف فرمائین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مدینہ مین پہنچ گئے تو کوئی مجبوری نہ تھی پھر عثمان سے قرابت کیون کی جو بزعم شیعہ
مومن صادق بھی نہ تھے اور یہ لحاظ کیون نہ کیا کہ مومنہ متقیہ پر ایسے شخص کی اطاعت
اور صحبت عذاب الیم ہوگی۔ یہ کیسا ظلم تھا کہ اپنی پیاری بیٹی ایک ایسے شخص کے
پھندے مین پھنسا دی جسکے دل مین بقول شیعہ ایمان بھی نہ تھا اور باین ہمہ
ایسا ظالم تھا کہ اس نے رسول کی بیٹی کو قتل کر دیا (معاذ اللہ منہا) اگر آجکل کوئی
شیعہ اپنی بیٹی کو اسطرح مصیبت مین گرفتار کرے تو ساری قوم اسکو کیا کہے گی۔
پیغمبرؐ اپنی بیٹی کی حالت سے ایسے بے خبر کیون ہوگئے تھے کہ ہلاکت تک نوبت پہنچی
پہلے سے اسکا تدارک کیون نہ کیا۔ حالانکہ رقیہؓ نے بار بار اپنی حالت کی خبر بھیجی
مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پروا نہ کی اگر شوہر کی شکایت ناپسند تھی تو عیادت تو
کی ہوتی۔ آخر خبر لی تو اسوقت جب وہ صدمہ لاعلاج ہوگیا تھا۔ حیات القلوب[۲] مین
لکھا ہے کہ اوّل عثمان نے اونٹ کے کجاوہ کی لکڑی سے رقیہ بنت رسول کو مار مار کر بہت

---

[۱] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۶۳ [۲] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۶۳۔

مجادلہ کنند کہ شریک بیادہی یعنی در وصیت شریک گردانی بآن کسے کہ
خدا امر فرمودہ ست کہ وصی خود گردانی یعنی علی بن ابی طالب دیگرے را
پس اطاعت ایشان مکن وسخن ایشان را مشنو پس برگردانید سخن را بسوے
والدین و فرمود وصاحبھما فی الدنیا معروفاً یعنی بمردم شناسان فضیلت
ایشان را و مردم را دعوت کن براہ متابعت ایشان "

ابونصر عراقی نے کتاب الامالی مین لکھا ہے کہ ہشام خارجی نے کتب شیعہ مین
علیؓ کی تفسیرون کو دیکھکر یہ کہا کہ اگر بفرض تسلیم شیعون کا یہ قول مانا جاوے کہ خلفاؓ
نے علیؓ پر کچھ تشدد کیا تھا تو اُسکا عذر علی کی ان تفسیرون سے ظاہر ہے شاید خلفا کو علیؓ
کی ایسی تفسیرون کی خبر ہوگئی ہوگی جو اہل کتاب کی تحریف سے بھی بدتر ہین۔
بھلا خلفاؓ کو یہ تاب کہان تھی کہ اونکے سامنے کوئی قرآن کو اسطرح بگاڑے یہ علی
ہی کی رعایت تھی کہ قرآن کو بگاڑنے اور تحریف کرنے کے عوض مین بھی صرف کسیقدر
تنبیہ اور تشدد پر اکتفا کیا ورنہ اگر کوئی اور شخص قرآن کو اونکے سامنے اسطرح بگاڑتا
تو بڑی سختی سے قتل کرتے۔

۲۵ **سب سے زیادہ** عجیب یہ ہے کہ روایات شیعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
رسول اپنی اولاد پر ایسے نامہربان تھے کہ اونھون نے مدینہ مین پہنچ جانے کے
بعد اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح عثمانؓ سے کیا اور جب رقیہ کو (معاذ اللہ منہا) عثمانؓ نے
قتل کر دیا تو عثمانؓ سے قصاص بھی نہ لیا نہ اور کسی قسم کی سزا دی بلکہ فوراً اونھین

سلہ دوم رقیہ گویند کہ او را عتبہ پسر ابولہب تزویج نمود در مکہ و او را طلاق گفت ودر مدینہ عثمان او را تزویج
نمود ۱۲ حیات القلوب حصہ دوم صفحہ ۵۶۰ –

چرا تراکشت واین در روز یکشنبہ بود پس روز دوشنبہ وسہ شنبہ آن ملعونہ بر بستر درد والم خوابید و در روز چارشنبہ با علی درجات شہیدان ملحق گردید"

کیا شریعت مین یہ حکم ہو کہ عورت اپنے شوہر کے ظلم سہ سہ کر ہلاک ہوجاوے اور فریاد نکرے اگر کوئی غیر عورت اپنے شوہر کے ظلم کی فریاد کرتی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اوس کی فریاد سُنتے اور انصاف کرتے لیکن اپنی بیٹی کی مصیبت کی خبر پاکر عمداً کئی روز تک بے پروائی کی۔ مزاج پرسی کو بھی تشریف نہ لے گئے۔ نواسے کی شہادت جو اونکی وفات سے پچاس برس بعد ہونے والی تھی اُسکا تو ایسا صدمہ تھا کہ اللہ کی بھیجی ہوئی بشارت بار بار رد ہوتی تھی اور بیٹی کی شہادت کا حادثہ جو اونکے سامنے ہورہا تھا اُس سے ایسی بے پروائی۔ ان واقعات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر شیعون کی روایتون کو سچا فرض کیا جائے تو یہ لازم آتا ہے کہ پیغمبر نے اپنی بیٹی کی حالت سے ایسی غفلت کی کہ گویا خود اُس کو قتل کرایا۔

سب سے بڑھ کر غضب یہ ہے کہ رقیہؓ کے قتل کے بعد قاتل سے نہ قصاص لیا۔ نہ علیحدہ تعزیر سزا دی۔ اگر کوئی غیر شخص اپنی بی بی کو اسطرح مار ڈالتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تعزیر ضرور اوسپر جاری کرتے یا خونبہا لیتے مگر پیغمبر کی بیٹی کا خون معاف تھا اُسکے قاتل کے واسطے شریعت مین کوئی سزا مقرر نہین ہوئی تھی۔

اس سے بھی زیادہ تعجب یہ ہے کہ اس جانگزا حادثہ کے بعد پیغمبر نے فوراً اپنی دوسری بیٹی کا عثمانؓ کے ساتھ نکاح کردیا اور جس شخص کی حالت کا ایسا تجربہ ہوچکا تھا

ملا ۹۶ ضمیمہ الشیعہ صفحہ ۹۲۔

بہت زخمی کیا جب انھون نے رسول کے پاس اطلاع بھیجی تو رسول نے شوہر کی شکایت
ناپسند کی اسکے بعد پھر چند مرتبہ رقیہ نے اپنی مصیبت کی خبر بھیجی مگر ہر مرتبہ رسول نے
اسی طرح ٹالا۔ چوتھی مرتبہ جب یہ خبر بھیجی کہ اب مین مری تب علی کو بھیجا۔ اصل عبارت
حیات القلوب کی یہ ہے۔

وچوب جہاز شتر را گرفت و بسیار براو زد و اورا خستہ ومجروح گردانید پس
آن مظلومہ بخدمت پدر خود فرستاد واز عثمان شکایت کرد و حال خود را بآن حضرت
عرض کرد حضرت درجواب او فرستاد کہ حیاے خود را نگاہدار کہ بسیار قبیح است کہ
زنے کہ صاحب نسب و دین باشد ہر روز شکایت از شوہر خود نماید پس چند مرتبہ دیگر
فرستاد و بخدمت آنحضرت شکایت کرد و در ہر مرتبہ حضرت چنین جواب فرمود تاآنکہ
در مرتبہ چہارم فرستاد کہ مراکشت دین مرتبہ آنحضرت علی بن ابی طالب را طلبید
وفرمود کہ شمشیر خود را بردار وبرو بخانہ دختر عم خود واورا بنزد من بیاور واگر
عثمان مانع شود و نگذارد او را بہ شمشیر خود بکش و حضرت بیتابانہ از عقب او رواں
شد مانند شدت اندوہ گویا حیران گردیدہ بود وچون حضرت رسول بدرخانہ عثمان
رسید حضرت امیرالمومنین آن شہیدہ مظلومہ را بیرون آوردہ بود وچون نظرش بآنحضرت
افتاد صدا بگریہ بلند کرد وحضرت نیز از مشاہدہ حال او بسیار گریست واورا باخود
بخانہ آوردہ وچون بخانہ داخل شد پشت خود را کشود و بہ پدر بزرگوار خود نمود حضرت
دید پشتش تمام سیاہ ومجروح گردیدہ است پس حضرت سہ مرتبہ فرمود کہ

اسکی وجہ یہی ہو کہ یہ دونون رسول کے داماد مین اسی لئے ندا مین ان دونون کی تخصیص ہوئی۔
عثمانؓ کا وہ مرتبہ تھا کہ واقعہ حدیبیہ مین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منظور ہوا کہ مکہ مین
جو ضعفائے مومنین کافرون کے گروہ مین گھرے ہوئے تھے اونکے پاس یہ بشارت بھیجین
کہ اللہ نے فتح مکہ کا وعدہ کیا ہی تو یہ فضیلت عثمانؓ کو ہی نصیب ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سفارت کے منصب پر مقرر ہو کر اوس نازک وقت مین کہ جان کا
خوف تھا مکہ مین گئے اور سفارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا کی۔ اگر عثمانؓ مومن
کامل نہ ہوتے تو رسول اللہ صلعم اونکو اپنی طرف سے سفیر مقرر کرکے کیون بھیجتے۔
حیاتؔ القلوب مین لکھا ہی۔

"پس حضرت بہ نزد عثمانؓ فرستاد کہ برد بسوے قوم خود از مومنانؓ بشارت دہ
ایشان را بانچہ وعدہ دادہ است مرا خدا از فتح مکہ پس عثمان داخل شد ورسالت حضرت را رسانید"
اس سے بڑھکر فضیلت عثمانؓ کی یہ ہی کہ اسکے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر
پہنچی کہ مشرکین نے عثمانؓ کو قید کرلیا تو اسوقت آپ نے مشرکین سے لڑنے کا قصد کیا اور
ایک درخت سے تکیہ لگا کر صحابہؓ سے بیعت لی اسی بیعت کا نام بیعت رضوان ہی اس بیعت
مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور یہ فرمایا کہ
یہ عثمانؓ کی طرف سے بیعت ہی۔ حیاتؔ القلوب مین ہی۔

وبروایت شیخ طبرسی چون مشرکان عثمان را حبس کردند وخبر بحضرت رسید کہ
اورا کشتند حضرت فرمود کہ ازینجا حرکت نمیکنم تا بایشان قتال کنم ومردم را

سلہ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۰۴ سلہ حیات القلوب جلد دوم ص ۴۰۴

اب پھر اُسکو داماد بنالیا۔ اور دوسری بیٹی ام کلثوم بھی اُسکے حوالے کردی چنانچہ
حیات القلوب مین دختران پیغمبرؐ کی تفصیل مین لکھا ہے۔
"سوم اُم کلثوم داور انیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود۔"
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عثمانؓ کو اپنا داماد بنایا اور ایک بیٹی کے مرجانے کے بعد
دوسری بیٹی کا عثمانؓ کے ساتھ نکاح کیا یہ دلیل واضح ہو کہ عثمانؓ مومن کامل اور متقی
تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونکی حالت کو پسند کرتے تھے اور اگر (معاذ اللہ)
عثمانؓ کی وہ حالت ہوتی جو شیعون نے فرض کرلی اور اس روایت سے ثابت ہوتی
تو پیغمبر ہرگز اونسے قرابت نہ کرتے اور بالفرض اگر غلطی سے پہلی قرابت ہوگئی تھی او
اُسکا نتیجہ ایسا خراب ظاہر ہوا تھا تو دوسری قرابت نکرتے۔ شیعے جب اس قرابت کی
فضیلت کو نہ چھپا سکے تو انھون نے اپنی عادت کے مطابق یہ افترا کیا کہ رقیہؓ بنت
رسول کو عثمان رضؓ نے اتنا مارا کہ وہ اس صدمہ سے ہلاک ہوگئین۔
رُوات شیعہ کو اسکی کیا پروا تھی کہ اس روایت کی بدولت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
پر کتنے الزام قایم ہوگئے۔ حضرات شیعہ کتنا ہی حق کے بگاڑنے مین کوشش
کرین مگر عقل سلیم شاہد ہے کہ رسول نے دوبارہ جو عثمانؓ سے قرابت کی اس سے بہت
بڑی فضیلت عثمان رضؓ کی ثابت ہوئی جسکو حضرات شیعہ کسیطرح نہین چھپا سکتے۔
آسمان سے[ف۵] جو ہر شام کو یہ ندا ہوتی ہے کہ عثمان اور اونکے گروہ والے نجات پانے
والے ہین اور صبح کو یہ ندا ہوتی ہو کہ علیؓ اور اونکے گروہ والے نجات پانے والے ہین

ف دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۲۰ — ۵ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۴۳ —

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتکلف ثابت کرتے ہین حالانکہ وہان اتحاد او عینیت مراد نہین بلکہ قرابت مراد ہے اس لیے کہ وانفسنا وانفسکم کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے قرابت والون کو بلاؤ ہم اپنے قرابت والون کو بلائین پھر اس سے اتحاد اور عینیت کیونکر ثابت ہوئی۔ لیکن انصاف کرو تو مضمون اتحاد مثل عینیت کا اس فعل رسولؐ سے عثمان رضؓ کے لیے بے تکلف ثابت ہوا اس لیے کہ رسول نے بغیر اجازت عثمانؓ کے عثمانؓ کی طرف سے وہ معاہدہ کیا جس مین جان دینے کا وعدہ تھا۔ بس کمال اتحاد کی وجہ سے بذات خود قایم مقام عثمان کے بنے یہین سے سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عثمان پر کیسا کامل بھروسا تھا اگرچہ مضمون اتحاد کا اقوال رسول سے جناب امیر کے لئے بھی ثابت ہی مگر لفظی قول مین مجاز اور استعارہ کو بھی دخل ہوتا ہی اور جو کمال اتحاد رسولؐ کو عثمانؓ کے ساتھ تھا اُسکو رسول نے اپنے فعل سے بھی ثابت کردیا اس فعل سے رسولؐ کا مقصود یہ تھا کہ اگرچہ عثمانؓ موجود نہین مگر وہ بھی اصحاب بیعت رضوان مین شامل ہوجاوین جنکی نسبت اللہ نے صاف فرمادیا ہی کہ ہم اُن سے راضی ہوگئے یہ آیت سورۂ فتح مین ہے

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ	بیشک اللہ راضی ہوگیا مومنون سے جب کہ بیعت کرتے تھے تجھسے درخت کے نیچے تو جان لیا اللہ نے جو اونکے دلون مین ہی پھر اُتاردی اونپر تسکین

اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ اللہ اُن مومنین سے راضی ہوگیا کہ جنھون نے بیعت کی اونکے دلون کا اخلاص بھی اللہ جانتا تھا اونپر اللہ نے تسکین بھی نازل کی۔

بسوے بیعت دعوت نمایم و برخاست و پشت مبارک بدرخت داد و تکیہ کرد و صحابہ با آنحضرت بیعت کردند کہ با مشرکان جہاد کنند و نگریزند و بروایت کلینی حضرت یکدست خود را بر دست دیگر زد و برای عثمان بیعت گرفت۔ "

کافی کی کتاب[1] الروضہ مین منقول ہے۔

وبايع رسول الله صلى الله عليه وآله المسلمين	اور بیعت لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانوں سے
وضرب بإحدى يديه على الأخرى لعثمان	اور مارا ایک ہاتھ اپنا اوپر دوسرے کے واسطے عثمان کے

یہ بیعت درحقیقت اس امر کا معاہدہ تھا کہ اس جنگ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ شریک ہو کر مشرکین سے لڑین گے اور منھ نہ پھیرین گے۔ یہ معاہدہ ہر شخص اپنے اختیار سے کرتا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بغیر اجازت عثمانؓ کے عثمانؓ کی طرف سے معاہدہ کیا یہ دلیل اس امر کی ہے کہ عثمان کو مومن کامل سمجھتے تھے اور اونپر پورا اعتماد رکھتے تھے۔ اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ بنایا یہ دلیل اس امر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو عثمانؓ کے ساتھ ایسا اتحاد تھا کہ گویا اپنی ذات کو اونکی ذات کے متحد سمجھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ ہمارا معاہدہ بعینہ عثمانؓ کا معاہدہ ہے اور ہمارا ہاتھ گویا عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عثمانؓ کی طرف سے بیعت کرنے کا اختیار کیا تھا اور جو بیعت بغیر اجازت عثمانؓ کے ہوئی تھی وہ عثمانؓ پر لازم کیون ہوتی۔

حضرات شیعہ آیۃ انفسنا وانفسکم سے استدلال کرکے اتحاد جناب امیر کا

[1] کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۱۔

اقرار کرتے تھے دل مین (معاذ اللہ منہا) تصدیق نہ تھی بلکہ کفر تھا تو اب فرمائیے کہ انہون نے اپنا گھر اور اہل و عیال اور عزیز و اقربا چھوڑ کر اول حبشہ کو پھر مدینہ کو ہجرت کیون کی؟ مشرکین کے ساتھ کیون نہ شریک رہے جو اپنے گھر فراغت سے بیٹھے رہتے قبائل انصار مین سے تو بعض لوگ اسوجہ سے منافق بنے تھے کہ مسلمانون سے ڈرتے تھے قریش کو کیا ضرورت تھی کہ باوجود اعتقاد کفر کے اقرار ایمان کرین اور جلا وطنی کی سختیان اٹھاوین نیز رسولؐ نے ہمیشہ سفر اور حضر مین انکو اپنا رفیق اور مشیر کیون بنایا اور ان سے قرابت کیون کی۔ اس لئے کہ رسول کو انکا باطنی کفر ضرور معلوم ہوگا اور اگر رسولؐ کو معلوم نہ تھا تو آج شیعون کو کیونکر معلوم ہوگیا۔ اور اس صورت مین تو عثمانؓ کے ساتھ رسول کی بیٹیون کا نکاح بھی صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ ظاہر حال پر حکم اسوقت ہوتا ہے جب باطن کی حقیقت یقیناً معلوم نہو اور جس شخص کی باطنی حالت یقیناً معلوم ہو اسکا ظاہر فعل معتبر نہین ہوتا۔ کبھی بعض کفار بطور تمسخر کے مسلمانون کے سامنے اقرار ایمان کرلیا کرتے ہین گر چونکہ اونکے دل کی حالت ہم خوب جانتے ہین اس لئے اونپر احکام ایمان جاری نہین کرتے۔ کافی کی روایتون سے ظاہر ہے کہ ائمہ اپنے دوست دشمن کو پہچان لیتے تھے پس رسول تو بدرجہ اولیٰ پہچان لیتے ہونگے۔ اگر یہی فرض کرو کہ ایسی صورت مین بھی نکاح جائز تھا تو خلاف اولی تو ضرور ہوگا اور پیغمبر کے حق مین تو امر خلاف اولی بھی گناہ کے حکم مین تھا۔

پھر بعد پیغمبر کے وہ اوسی دین پر کیون نہ چلے گئے جو اونکے دل مین تھا حالانکہ (بزعم شیعہ)

جب رسول نے اپنے ہاتھ سے بیعت کر کے عثمانؓ کو اس بیعت والون مین شامل کرلیا
تو تینون فضیلتین عثمان کو بھی حاصل ہو گئین۔

شیعے کہتے ہین کہ عثمانؓ مومن نہ تھے اس لئے اس آیت کی فضیلت مین داخل نہین ہوسکتے
جواب یہ ہی کہ پیغمبر نے مدینہ مین پہنچنے کے بعد کیے بعد دیگرے دو بیٹیون کا ان سے نکاح
کیا۔ سفارت پر مقرر کر کے بہت نازک وقت مین مکہ مین بھیجا جب اونکے قید ہو جانے کی خبر
آئی تو اہل مکہ سے لڑنے کو تیار ہو گئے بیعت کرنے مین خود عثمانؓ کے نائب بنے اور
عثمان پر ایسا بھروسہ کیا کہ بغیر اجازت عثمانؓ کے اونکی طرف سے جان دینے کا معاہدہ
کرلیا۔ ہر شام آسمان سے آواز آتی ہی کہ عثمان اور اونکے ساتھی مراد پانے والے
ہین۔ پھر ایسے شخص کو کون کہہ سکتا ہی کہ وہ مومن نہ تھے۔ اگر وہ مومن نہ ہوتے تو رسول
اونکی طرف سے بیعت کیون کرتے۔ ان سب مناقب سے قطع نظر کر کے ہم پوچھتے ہین
کہ اگر عثمانؓ (معاذ اللہ) مومن نہ تھے تو کیا کافر تھے تو یہ لازم آویگا کہ پیغمبر نے مدینہ
مین پہنچنے کے بعد اپنی دو بیٹیون کا نکاح کافر سے کیا۔ اگر یہ فرض کرو کہ منافق
تھے پس اگر منافق سے یہ مراد ہے کہ اللہ اور رسول کو مانتے تھے مگر مسئلہ امامت علیؓ
کے منکر تھے جیسا کہ شیعہ تمام صحابہ کی نسبت کہتے ہین تو قرآن مین مسئلہ امامت کا
پتا بھی نہین نہ اس معنی مین منافق کا لفظ قرآن مین آیا قطع نظر اسکے واقعہ حدیبیہ تک
وہ نص بھی نازل نہین ہوئی تھی جسکو شیعہ نص امامت کہتے ہین اوسوقت تک تو فقط توحید
اور رسالت اور قرآن کو ماننا ایمان تھا اور اگر منافق سے یہ مراد ہی کہ عثمانؓ ظاہر مین ایمان کا

اون مین صلح کرادو اور اگران دونون مومن گروہون سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے سرکشی کرے تواس سے اُسوقت تک لڑو جب تک کہ وہ اللہ کی طرف آجاوے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ سرکش گروہ بھی مومنین سے خارج نہین کیونکہ دونون گروہون کو اللہ نے مومن کہاہے اسکے بعد اللہ نے اسکی تاکید کی کہ یہ حکم اُن مومنین کے لئیے ہے جو آپس مین لڑتے ہون اور فرمایا کہ سب مومنین بھائی ہین تم اپنے بھائیون مین صلح کرادو۔

اب اس آیت سے متعلق جو امام معصوم کا قول ہے اوس پر غور کیجیے۔ کلینی نے کتاب الروضہ مین ایک حدیث طویل روایت کی ہے کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بعض آیتون کے معنی پوچھے ہین اور امام نے اونکی تفسیر بیان کی ہے منجملہ اونکے یہ بھی ہے۔

قلت وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰیہما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل قال الفئتان انما جاء تاویل ہذہ الآیۃ یوم البصرۃ وہم اہل ہذہ الآیۃ وہم الذین بغوا علی امیر المومنین علیہ السلام فکان الواجب علیہ قتالہم فی ما انزل اللہ۔

ابوبصیر کہتا ہے کہ مین نے آیت وان طائفتان من المومنین الخ کو پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دونو گروہ بیشک اسکے معنی جنگ بصرہ کے دن ظاہر ہوگئے اور وہی لوگ اس آیت کے اہل تھے اور اُنھون نے ہی امیر المومنین علیہ السلام پر بغاوت کی تھی پس امیر المومنین پر اس آیت کے بموجب اونسے لڑنا واجب تھا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ طلحہ اور زبیر وغیرہ اہل جمل جو بصرہ مین جناب امیر علیہ السلام سے لڑے تھے مصداق اس آیت کے تھے پس اگرچہ باغی تھے مگر

تمام عرب مخالفت حکم خدا و رسول مین اونکے ساتھ تھا چنانچہ اونکی وجہ سے نص امامت کے سب منکر ہو گئے۔ باین ہمہ انھین خلفا نے اپنی کوشش سے روئے زمین کے اکثر حصہ کو مومن بنا دیا۔ حضرات شیعہ کے سوا اور کون کہہ سکتا ہی کہ جنھون نے تمام جہان کو مومن بنایا وہ خود مومن نہ تھے۔

اقوال امیہ سے ثابت ہوتا ہی کہ طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہ اصحاب جمل جو بصرہ مین جناب امیر سے لڑے تھے وہ بھی مومن تھے پس خلفاء ثلثہ بدرجۂ اولی مومن ہونگے اس لئے کہ ان تینون نے جناب امیر سے قتال نہین کیا اسکے بیان سے پہلے قرآن کی ایک آیت پر غور کر لیجیے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور اگر دو گروہ مومنین کے آپس مین لڑین تو ان دونو مین صلح کرا دو۔ پھر اگر سرکشی کرے ایک اون دونون مین سے دوسرے پر تو باغی گروہ سے لڑو اسوقت تک کہ اللہ کی حکم کی طرف آجاوے تو اگر رجوع ہو جاوے تو ان مین عدل کے ساتھ اصلاح کردو اور انصاف کرو اللہ منصفون کو پسند کرتا ہی بیشک مومنین بھائی ہین تو اصلاح کرا دو اپنے بھائیون مین اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم ہو۔

اللہ نے لڑنے والے دونون گروہون کو مومن کہا اور سب مسلمانون کو یہ حکم کیا کہ

جس آیت سے شیعون نے خلفا پر اس قصور کا الزام لگایا تھا اُسی سے اونکا مومن ہونا ثابت ہوگیا۔ قرآن مین اس قسم کی بہت سی آیتین ہین کہ خلفا پر کوئی الزام لگانے کے لئے اونکا مصداق زبردستی خلفا کو ٹھہراتے ہین اور اوضین سے اونکا ایمان ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح جن روایتون سے خلفا پر طعن کرتے ہین اونین بھی اکثر ایسی ہین کہ خلفا کے مناقب بھی اونھین مین موجود ہین مثلاً غزوۂ خیبر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن ابو بکرؓ کو اور دوسرے دن عمرؓ کو سردار بنایا اول یہی دونون منتخب ہوتے اونکے بعد تیسرے دن علیؓ کو علم ملا پس یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ جن لوگون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوج کی سرداری کے لئے علیؓ پر بھی مقدم کرین وہ پورے مومن بھی نہ ہون۔ کیا دو دن تک ایسے لوگون کو مومنین کی فوج کا سردار بنایا تھا جنکے دل مین کفر تھا (معاذ اللہ منہا) رسول اللہ نے بیشک انکو اسی مرتبہ کے لایق سمجھا تھا جبھی تو اس کام کے لئے علیؓ سے پہلے منتخب کیا تھا۔

فتح نہ ان خلفا کے اختیار مین تھی نہ رسولؐ کے نہ علیؓ کے بلکہ یہ امر اُسوقت پر موقوف تھا جو اللہ نے اس کام کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور اگر اسباب ظاہر پر نظر کیجاوے تب بھی انصاف یہ ہی کہ اول دو دن کی لڑائیون نے کافرون کو ایسا ضعیف کردیا تھا کہ تیسرے دن مغلوب ہوگئے۔ اگر پہلے یا دوسرے دن علیؓ جاتے تو وہ بھی بغیر فتح کے واپس ہوتے اور اگر تیسرے دن ابو بکرؓ یا عمرؓ جاتے تو وہ بھی فتح پاتے۔

مومن بھی تھے اس لئے کہ اس آیت مین حکم اونھین لڑنے والون کا ہی کہ دونون گروہ مومن ہون اور جب وہ لوگ مومن تھے جنھون نے جناب امیر سے مقاتلہ کیا تھا تو وہ لوگ مومن کیون نہ ہونگے جنھون نے قتال نہین کیا۔

شیعون کی یہ عادت ہی کہ جن آیتون مین صحابہ کے مناقب ہین اونسے خلفای ثلثہ کو یہ کہکر خارج کرتے ہین کہ وہ مومن نہ تھے اور اگر کوئی قصور صحابہ کا قرآن مین مذکور ہے تو اُسکو خواہ مخواہ خلفای ثلثہ کے ذمہ لگاتے ہین مگر اُسی سے اونکا مومن ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہی چنانچہ سورۂ انفال مین جہان غزوۂ بدر کا ذکر ہی اللہ نے فرمایا کہ

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ	جیسے کہ نکالا تجھکو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کے ساتھ اور مومنین سے ایک گروہ والے ناگوار جانتے تھے۔

ف یعنی بعض مومن ایسے بھی تھے کہ غزوۂ بدر مین شریک ہونا اونکے نفس پر شاق تھا اہل سنت کے نزدیک خلفای ثلثہ اس گروہ مین ہرگز شامل نہ تھے بلکہ اُنکے مخالف تھے مگر شیعون نے بہت سی روایتین تصنیف کرلی ہین کہ یہ حالت انھین خلفا کی تھی۔ حیات[1] القلوب مین ملّائے مجلسی اس[2] آیت اور اسکے بعد کی آیت کا ترجمہ نقل کرکے فرماتے ہین۔

"موافق روایات سابق معلوم ست کہ این کنایات با ابوبکر و عمرست کہ کارہ بودند جہاد را"

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۲۹ [2] اس آیت کا ترجمہ حیات القلوب مین یہ ہی۔ چنانچہ بیرون آوردترا پروردگار تو بحق و راستی و بدرستی کہ گروہی از مومنان ہرآینہ کارہ بودند بہ بیرون رفتن ۱۲

اور اسکی وجہ سے یہ تبدل ہو تب البتہ طعن کی گنجایش تھی۔

ابو بکر کے تبدل مین ایک نکتہ یہ بھی تھا کہ اسی سورۃ مین آیہ غار بھی ہے جس مین ابو بکر کی مدح ہے بس اس سورۃ کی ابتدائی آیتین اونکی مدح کی تمہید مین تھین اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اونکی مدح کی تمہید کوئی دوسرا بیان کرے۔

جب غزوہ حدیبیہ کے وقت مکہ مین ضعفاے مسلمین کے پاس سفارت بھیجنے کی ضرورت پڑی جسکا ذکر ابھی ہو چکا ہے اُسوقت اول عمرؓ کا انتخاب ہوا اُنھون نے عثمانؓ کا مشورہ دیا تو عثمان بھیجے گئے اس مشکل کام کے وقت علی کا ذکر بھی نہ آیا۔

بعض روایات شیعہ مین یہ بھی ہے کہ یہ سفارت خاص مشرکین کی جانب تھی۔ حیات القلوب[1] کی جلد سوم مین ہے۔

این آیہ اشارہ ہست بہ بیعت رضوان کہ در عمرہ حدیبیہ واقع شدہ و حضرت رسول بقصد عمرہ رفتہ بود و کفار قریش مانع شدند حضرت را از داخل شدن مکہ و حضرت رسول عثمان را برسالت بنزد ایشان فرستاد و مذکور شد کہ ایشان اورا حبس کردند حضرت اصحاب خود را در زیر درخت خارے یا درخت سدری جمع کردہ از ایشان بیعت گرفت کہ با کافران قریش جنگ کنند و نگریزند پس این آیت نازل شد۔"

تطبیق ان دونون روایتون مین یون ہو سکتی ہے کہ یہ سفارت دونون کی طرف ہوگی مگر ہر ایک کو پیغام جدا جدا ہوگا اب فرمائیے کہ کیا ایسے کام پر وہ شخص مقرر ہوا تھا جو منافق تھا

دوسرا اعتراض شیعون کا یہ ہے کہ آیت رضوان مین جس رضامندی کی خبر ہے

[1] حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۱۴۳۔

اگر نظر انصاف سے دیکھو تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جتنے مشکل اور نازک کام تھے اونپر خلفا ہی مقرر ہوتے تھے چنانچہ معیت سفر ہجرت اور رفاقت غار کے لئے رسولؐ نے علیؓ کو چھوڑ کر ابو بکر کو منتخب کیا ہر مردے وہر کارے۔

یہ غار مین محبوب الٰہی کی سپر تھے
وہ بستر آرام پہ بے خوف و خطر تھے

مجالس المومنین[1] مین عبد الجلیل قزوینی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

" وبہمہ حال رفتن محمد و بردن ابو بکر بے فرمان خدا نبودہ "

کیا یہی انصاف ہے کہ جن ابو بکر کو رسول نے ایسے نازک وقت مین ساتھ لیا وہ مومن بھی نہ تھے

تبلیغ سورۂ برأت[2] کے لئے سب سے پہلے ابو بکر ہی منتخب ہوئے تھے نہ علیؓ کیا رسول ایسے عظیم الشان کام کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرتے جو مومن بھی نہ ہو (معاذ اللہ) بلکہ علی کو چھوڑا اور انکو منتخب کیا۔ یہ دلیل اس امر کی ہے کہ اس کام مین انکی لیاقت اعلیٰ بھی تھی مگر اسکو بعد جب یہ مصلحت بطور خود یا بذریعہ وحی معلوم ہوئی کہ عہد یا فسخ عہد کا پیغام یا خود پہنچا دے یا کسی رشتہ دار کو بھیجے تب بمجبوری یہ کام ابو بکر سے نکالکر علیؓ کے سپرد کیا اور اس تبدل سے ابو بکر کی اس لیاقت مین کچھ فرق نہین آیا جسکی وجہ سے انکا اول انتخاب ہوا تھا ورنہ رسولؐ کی خطا کا اقرار کرنا پڑے گا کہ پہلے ایسے شخص کو منتخب کیا تھا کہ جو مومن کامل نہ تھا (معاذ اللہ منہا)

اگر اس تقرر کے بعد ابو بکرؓ سے کوئی قصور ہوا ہوتا اور اسکی وجہ سے یہ تبدل ہوتا

---

[1] مجالس [illegible] عبد الجلیل فاضل [illegible] سے مناقب مجالس المومنین مین مذکور ہین [illegible]

[2] اس سورۃ مین یہ بیان تھا کہ جن مشرکین سے [illegible] چار مہینے [illegible] اس کے عہد او نکو امن نہ ہوگی اسی لئے یہ سورۃ موسم حج [illegible] ۔ اگر اس سورۃ کو ابو بکر سناتے تو شاید

ٹوٹنے کی کیا صورت۔ عثمان کی طرف سے رسول نے اپنے ہاتھ سے بیعت کی تھی کیا رسول کے ہاتھ میں اتنی برکت بھی نہ ہوگی کہ وہ بیعت قایم رہے۔

جن لوگون پر اللہ نے سکینہ نازل کیا وہ ضرور مومن کامل ہین اور بیعت کا توڑنا مومن کامل کی شان نہین پس ان صحابہ پر بیعت توڑنے کا الزام محض افترا ہی۔

شیعہ کہتے ہین اللہ نے یہ جو فرمایا کہ فَمَنْ نَکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ یعنی جو کوئی عہد توڑے گا تو اُسکا وبال اُسکی جان پر آویگا اس سے معلوم ہوا کہ بعض بیعت کرنے والے اس بیعت کو ضرور توڑین گے۔

جواب اس سے پہلے یہ آیت ہی اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ جو تجھسے بیعت کرتے ہین اللہ سے بیعت کرتے ہین اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھون پر ہی۔ قرآن کے لفظون سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ یہ ذکر بیعت رضوان کا ہی جو درخت کے نیچے ہوئی تھی بلکہ عام بیعت کا ذکر ہی اور اسکے ساتھ بیعت توڑنے کا گناہ اور پورا کرنے کا ثواب بیان ہوا ہے۔

البتہ بعض مفسرین کا قول ہی کہ یہ آیت بھی بیعت رضوان کے بیان مین ہی اور اس صورت مین استدلال الفاظ قرآن سے نہ ہوا بعض کے اقوال سے ہوا۔

اب اگر ہم تسلیم کرلین کہ یہ آیت بھی بیعت رضوان کے متعلق نازل ہوئی تو لفظ اُسکے صاف بتا رہے ہین کہ یہ حکم عام بیعت کا ہے پس اللہ نے اس بیعت کے متعلق اول عام حکم بیان کیا اور اُسکے بعد آیت رضوان مین وہ حکم بیان کیا جو اس بیعت سے مختص تھا

خاص اس فعل سے رضا تھی نہ رضاے دائمی۔

جواب یہ ہے کہ اللہ کی رضامندی کو اجر اخروی لازم ہے اور اگر آخرت مین اجر نہ ملا تو اللہ کی رضامندی کا نتیجہ کیا ہوا۔

جن لوگون کا انجام برا ہونے والا ہے اونکا کوئی نیک کام مقبول نہین ہوتا اور یہ بیعت ایسی مقبول ہوئی کہ قران مین اُس سے رضامندی کی خبر دی۔

اللہ عالم الغیب ہے اُن لوگون سے کبھی راضی نہین ہوتا جن سے آخر کو ناراض ہونیوالا ہے اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اُن کے دلون کا حال جان لیا اور اونپر سکینہ نازل کیا اس سے ثابت ہوا کہ اُن لوگون کا ایمان عند اللہ ثابت اور کامل تھا اگر یہی فرض کرلو کہ وہ مومن تو تھے مگر مومن کامل نہ تھے تو اللہ نے تنزیل سکینہ سے اونکا ایمان کامل کردیا اور جس کا ایمان ثابت اور کامل ہوجاتا ہے وہ پھر کفر کی طرف منتقل نہین ہوتا۔

اصول کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔

فمن امن باللہ ثم ثبت له الایمان عند اللہ لم ینقله اللہ عزوجل من الایمان الی الکفر	پس جو کوئی ایمان لایا اللہ پر پھر ثابت ہوا اُسکے لیے ایمان اللہ کے نزدیک نہین نقل کرتا اُسکو اللہ عزوجل ایمان سے کفر کی طرف۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اونھون نے یہ بیعت توڑی اس لئے اس بیعت کی فضیلت سے خارج ہوگئے۔

جواب یہ ہے۔ کہ جس جنگ کے لئے یہ بیعت ہوئی تھی وہ جنگ ہی نہین ہوئی پھر بیعت

ف اس آیۃ مین اللہ فرماتا ہی کہ ہمنے تمھاری مدد بہت سے مقامون مین کی حنین مین اسوقت مدد کی جب کہ تم کو اپنی کثرت پر ناز ہوا تھا مگر تمھاری کثرت کچھ کام نہ آئی اور تمھاری یہ حالت ہوگئی کہ زمین تمپر تنگ ہوگئی اور تم نے پیٹھ پھیری۔

دیکھو جنھون نے پیٹھ پھیری تھی اونکی اللہ نے مدد کی یعنے بھاگنے سے بچالیا اور انھون نے پھر پلٹ کر لڑائی فتح کی تعجب ہی کہ اللہ تو اونکی مدد کرے اور بھاگنے سے بچالے اور حضرات شیعہ یہ فرماوین کہ بھاگے اور بیعت رضوان توڑ دی۔

اللہ نے اونھین لوگون سے جن سے یہ کہا تھا کہ تمنے جب پیٹھ پھیری تھی اسوقت ہم نے تمھاری مدد کی تھی یہ بھی فرمایا کہ ہمنے بہت سے مقامون مین تمھاری مدد کی تھی۔ اب غور فرمائے کہ اللہ نے تو اونکی بہت سی غزوات مین مدد کی اور شیعے اونکو ہر جگہ بھاگ جانے کا الزام لگاوین۔

غزوۂ احد مین جو بعض صحابہ سے لغزش[1] ہوئی تھی اللہ نے اُس مین معافی کا اتنا بڑا اہتمام کیا تھا کہ قرآن مین اُس معافی کی خبر نازل کی اس سے مقصود یہی تھا کہ آیندہ صحابہ رسول پر کسی کو طعن کا موقع نہ رہے۔

غزوۂ بدر کے واقعات جو قرآن مین مذکور ہین اگر سورۂ انفال کو سامنے رکھکر اونپر غور کرو تو بہت اچھی طرح حق واضح ہوجاوے۔

[1] درحقیقت یہ فرار ناجائز نہ تھا اس لئے کہ ان صحابہ نے یہ سُن لیا تھا کہ محمد قتل ہوگئے اور یہ ... گئے کہ تمام لشکر اسلام ختم ہوچکا اوسوقت اونکی رائے یہ ہوئی کہ بیان ٹھیرنا اپنے اختیار سے ہلاک ہونا ہی لہذا جنگ یہ سمجھی کہ مدینہ مین جلد پہنچین اور دوبارہ سامان جہاد کرین مگر چونکہ اتنا امر بھی ایکقسم کی غلطی تھی اللہ نے اس سے بھی اونکو پاک کردیا۔ ۱۲

علاوہ اسکے فمن نکث الخ بطور شرط و جزا کے ہی اور وہ وقوع کو بلکہ امکان وقوعی کو بھی مستلزم نہین مثلا اللہ نے فرمایا کہ اے پیغمبر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال حبط ہو جاتے ہین۔ حالانکہ پیغمبر سے شرک ممکن نہ تھا۔ اسی طرح اللہ نے یہ فرمادیا کہ اگر کوئی بعیت توڑیگا تو عذاب پاویگا حالانکہ اہل بعیت رضوان سے بعیت توڑنا ممکن نہ تھا ہم یہ نہین کہتے کہ صحابہ معصوم ہوگئے تھے بلکہ یہ کہتے ہین کہ ان سے اللہ راضی ہوگیا تھا جسکے اجر مین وہ جنت پاوینگے بالفرض اگر بمقتضاے بشریت کوئی خطا اونسے ہوئی ہو تو اللہ نے توبہ کی توفیق دی ہوگی یا معاف کردیا ہوگا۔ بہرحال اونکی نیکیان غالب ہونگی اور اللہ کو یہ بھی اختیار ہے کہ کسی مومن کے ایک عمل سے راضی ہوجائے اور اسکے بعد اسکے گناہ اگرچہ بے انتہا ہون اپنے فضل سے بخشدے لیکفر عنہم سیئاتہم بھی انھیں صحابہ کے حق مین وارد ہے۔

صحابہ کا وہ مرتبہ تھا کہ اگر کبھی خطا کی طرف اونکا میل ہوتا تھا تو اللہ اونکو سنبھالتا تھا غزوہ حنین مین بعض صحابہ کے پانون اوکھڑ گئے تھے کہ اللہ نے اونکی مدد کی چنانچہ اسکا ذکر قرآن مین سورہ براۃ مین مذکور ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْــًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ	بیشک اللہ نے تمہاری مدد کی بہت سے مقامون مین اور حنین کے دن جبکہ پسند آئی تھی تم کو اپنی کثرت تو فائدہ نہ دیا تمکو کچھ بھی اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود وسعت کے تو تم پھر گئے پیٹھ پھیر کر۔

کہ یہ علما امامت یعنی بذریعہ نجوم جفر وغیرہ اپنی موت کا وقت اور تمام حوادث تقدیری معلوم تھے اور قبل از وقت کچھ خوف نہ تھا۔ یا جیسے کہ ہشام اور صاحب الطاق نے جو اجلہ اصحاب امام ... تھے امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد مذہب اہلبیت کو چھوڑکر اول مرجیہ پھر قدریہ پھر زیدیہ پھر معتزلہ پھر خارجی ہوجانے کا ارادہ[1] کیا تھا یا جیسے کہ حضرت سلمان کو یہ شبہ ہوا تھا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھ کر مخالفون کو غارت کیون نہین کر دیتے یا جیسے کہ حضرت ابوذر سلمان کی اولٹی ہانڈی کا کرشمہ دیکھکر ہیبت زدہ ہو کر بھاگے۔

پس صحابہ رسول پر بھی اگر بمقتضائے بشریت یہ حالت طاری ہوگئی تو طعن کا کیا موقع ہے اب غور کرو کہ انھین صحابہ کو جنکی یہ حالت ہوگئی تھی اللہ نے مومن کہا اور اونکے خیالات کی اصلاح کے لیے کیا کیا سامان کئے اون کو سلادیا تاکہ آرام پالین اور ہیبت دور ہو مینھ برسا دیا کہ ریتہ جم جاوے اور زمین چلنے کی قابل ہو جاوے اونکی ہمت بڑھانے کے لیے فرشتے نازل کئے پھر اللہ نے کافرون کو باوجود کثرت کے اونکی نگاہون مین تھوڑا کر دیا اگر یہ نہوتا تو وہ بزدلی کرتے اور جھگڑتے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اور لیکن اللہ نے سلامت رکھا۔ یہ تمام حالات سورۂ انفال کی آیتون سے ظاہر ہوتے ہین۔

اب غور کیجئے کہ اللہ کی تو اون پر ایسی عنایت تھی کہ جو خیالات بمقتضای بشریت اونکے دلون مین پیدا ہوتے تھے اونسے محفوظ رکھنے کے لئے کیا کیا سامان کئے اور بزدلی اور اختلاف سے اونکو سلامت رکھا اب شیعون نے اونھین صحابہ کو ایسا مورد طعن بنایا

[1] اصول کافی صفحہ ۲۲۱

صحابہ کو اللہ نے اگرچہ بہت بڑا مرتبہ دیا تھا مگر پھر بشر تھے اور جو امور مقتضای بشریت
ہین وہ اونپر بھی عارض ہوتے تھے بعض صحابہ کے نفس پر مقتضاے بشریت کا فرون
سے لڑنا ناگوار تھا اور اپنی قلت اور کافرونکی کثرت دیکھکر اونکی یہ حالت ہوگئی تھی جیسے
کوئی موت کی طرف کھینچا جاوے اگرچہ حق اونپر ظاہر ہوچکا تھا مگر پھر بھی وہ پیغمبر سے
بحث کرتے تھے اور یہ لڑائی اونکو دشوار معلوم ہوتی تھی۔ اگرچہ یہ حالت تھی مگر باآنہمہ
پیغمبر سے جدا نہین ہوئے ساتھ رہے گو دل مین کیسا ہی خوف تھا مگر اونھون نے
یہ نہین کیا کہ پیغمبر کا ساتھ چھوڑ دین۔ اب اگر کسی کو وہم ہو کہ ایسی ہیبت اونپر کیون تھی
تو ہم کہہ چکے ہین کہ مقتضاے بشریت تھی جیسے رسول نے جب یہ سنا کہ اون کے
نواسے کو اونکی امت شہید کرے گی تو اوسکی بشارت جو خدا کی طرف سے جبرئیل لیکر
آئے تھے بار بار رد کردی اور یہی جناب سیدہ نے کیا۔ اور جب مشکل سے جناب سیدہ
راضی ہوئین تو اسکے بعد بھی رضامندی کا وعدہ توڑ دیا اور حمل حسین پھر ناگوار ہوگیا
یا جیسے جناب امیر نے جب جبرئیل سے یہ سنا کہ اونکا سر زخمی ہوگا اور خون سے داڑھی
سرخ ہوجاوے گی تو ایسی ہیبت چھائی کہ غش[۱] کھا کر منہ کے بل گر پڑے حالانکہ یہ
معاملہ برسون کے بعد ہونے والا تھا۔ یا جیسے کہ ائمہ پر ایسی ہیبت چھائی ہوئی تھی
کہ جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے اور اپنے اصحاب مین اختلاف ڈالتے تھے لوگون کے
سامنے کچھ کہتے تھے پیچھے کچھ کہتے تھے اپنی امامت سے بھی انکار کرتے تھے اور
امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید کے سامنے غلامی کا اقرار کیا حالانکہ ان ائمہ

[۱] اصول کافی صفحہ ۲۲۱—

فرار ہکے۔ بغیر فتح واپس آنے کو ہزیمت سے تعبیر کیا اور بعض لوگون نے جو بزدلی کا الزام عمرؓ پر لگایا تھا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا معلوم ہوا۔

بیان مذکورہ بالا سے بخوبی واضح ہوگیا کہ صحابہ نے کبھی بیعت نہین توڑی اللہ اونکی مدد کرتا تھا

چوتھا اعتراض شیعون کا یہ ہے کہ براء بن عازبؓ سے کسی نے کہا تھا کہ تمہین مبارک ہو کہ تم صحابی ہو اور صاحب بیعت رضوان ہو تو اونھون نے جواب مین کہا کہ تمھین کیا معلوم ہو کہ رسول کے بعد ہمنے کیا کیا گناہ کئے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اس بیعت کو باعث مغفرت نہین سمجھتے تھے۔

جواب یہ ہو۔ کہ یہ کہنا اونکا بمقتضاے خوف الٰہی تھا جو مقربین خصوصًا انبیا کے دلون مین زیادہ ہوتا ہو۔ رسولؐ خود بھی اپنی مغفرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔

اصول[1] کافی مین امام باقر علیہ السلام سے روایت ہو کہ امام حسن علیہ السلام بوقت وفات روتے تھے اونسے کہا گیا کہ تمھارے مناقب بہت ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے بہت مراتب بیان کرگئے ہین تم کیون روتے ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔

انما ابکی لخصلتین لھول المطلع وفراق الاحبہ	مین دو باتون کے لئے روتا ہون جو حالت آنیوالی اوسکی ہیبت اور دوستون کی جدائی

عثمانؓ کی طرف سے جو رسول نے بیعت کی اسکا جواب حضرات شیعہ یون دیتے ہین کہ یہ بیعت اس لئے کی تھی کہ عثمان کا گناہ بڑھے اور بیعت توڑنے کا وبال بھی اونکے نامۂ اعمال مین لکھا جاتے۔

---

[1] اصول کافی صفحہ ۲۹۳۔

یہ کیسا غلط ہے۔ اسے حضرات شیعہ قرآن کو مقدم رکھو اور جو روایتین قرآن کے خلاف ہون خواہ کسی فریق کی ہون اون کو جھونٹا سمجھ لو۔

خیبر تین دن مین فتح ہوا پہلے دو دن جو فتح نہوا اسکا نام شیعون نے بھاگنا رکھا ہی کافرون سے لڑکر جو صحابہ پھر اپنے مقام مین واپس آتے تھے اسکی معنی فرار تجویز کئے مین یہ اتنا نہین سمجھتے کہ پہلے دو دن کی جنگ نے کافرون کی قوت توڑ دی جبھی تو تیسرے دن فتح ہوئی اور جب فتح انسان کے اختیار مین نہین تو بغیر فتح واپس آنا کوئی عیب نہین ہو سکتا امام حسن علیہ السلام نے تو اس سے بڑھ کر کیا کہ خلافت امیر شام کے حوالے کرکے چلے آئے حالانکہ یہ جہاد جناب امیر کے زمانہ سے قایم تھا۔

اس مقام پر علمائے شیعہ ایک روایت بحوالہ کنز العمال کے پیش کیا کرتے ہین جسکے یہ لفظ ہین کہ۔

ہزموا عمر و اصحابہ فجاء یجبنہم و یجبنونہ فساء ذلک رسول اللہ۔	(اہل خیبر نے) شکست دی عمر کو اور اصحاب عمر کو تو آئے عمر کہ بزدلا کہتے تھے اپنے ساتھیون کو اور اونکے ساتھی بزدلا کہتے تھے عمر کو تو یہ ناگوار ہوا رسول اللہ کو۔

یہ روایت کتب صحاح کی نہین۔ راوی اسکے مجہول ہین اس لئے قابل استدلال نہیں۔ تعجب یہ ہی کہ حضرات شیعہ تو اپنی اصح الکتب یعنی کافی کی بہت سی حدیثون کو بمقابلہ اہل سنت جھونٹا کہتے ہین اور سنیون کے الزام کے لئے ایسی ضعیف حدیثین پیش کرتے ہین بفرض تسلیم فرار اس روایت سے بھی ثابت نہین ہوتا۔ ہزیمت کے معنی شکست کے ہین نہ

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم
الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین ط سوال
صاحب الوحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیر کا دھونا ارشاد فرمایا ہی جیسا کہ قاعدہ
نحو سے مفہوم ہوتا ہی یا پیر کا بجائے مسح کرنا۔ اور کوئی حدیث صحیح صحاح اہل سنت
وجماعت سے بجائے پیر کا دھونے کے مسح کرنا ثابت ہوئی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ماہرین شریعت غراء احمدیہ و متبحرین ملت بیضا محمدیہ علیہ الف الصلوٰۃ والتحیۃ پر
مخفی و محتجب نہیں ہی کہ حضور صاحب الوحی والقرآن یعنی محمد رسول اللہ صلعم سے جنپر
یہ آیت شریفہ بلکہ سائر قرآن مجید نازل ہوئی ہی کبھی کسی وقت سفر و حضر میں
مسح پیر کا بروایت صحیحہ ثابت نہیں ہوا ہی بلکہ جتنی حکایتیں حال وضو میں رسول مقبول
صلعم کے وارد ہیں سنت مطہرہ میں ثابت ہوئی ہیں اونسے پیر کا دھونا ہی ثابت
ہوتا ہی مجتہد یمانی امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں — لم یثبت عن النبی صلعم
المسح للرجلین قط بل الثابت عنہ فی جمیع الروایات انہ کان یغسل رجلیہ

مگر یہ کیسی ناانصافی کی بات ہی رسول رحمۃ للعالمین تھے وہ کسی کے لئے وبال بڑھانے کا سامان کیون کرتے خصوصًا اپنے پیارے داماد کے لئے۔

رسولؐ نے جو بغیر اجازت عثمان کے بیعت کا تھی وہ عثمان پر لازم کیون ہوگی پھر بیعت ٹوٹنے کی کیا صورت تھی۔ عثمانؓ نے یا اور کسی صحابی نے ہرگز یہ بیعت نہین توڑی پھر وبال کیسا۔

ایک شیعہ مصنف نے یہ بھی لکھا کہ شاید یہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا افسوس کے لئے ہوگا کہ عثمان قید یا قتل ہوگئے یا اس بیعت مین شریک نہ ہوسکے۔

لیکن اتنا غور کرنا چاہئے تھا کہ اس صورت مین (لعثمان) ہوتا نہ کہ (علی عثمان) ہوتا اسی لئے تمام علمای شیعہ اسکا ترجمہ بیعت سمجھتے ہین۔ حیات القلوب کی عبارت ہم نقل کرچکے قطع نظر اسکے افسوس کے لئے ہاتھ ملنا ہوتا ہی نہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ اگر کہین ضرب الید علی الید بمعنی افسوس وارد ہو تو پتا بتائے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہمیشہ بمعنی عہد وپیمان کے ہوتا ہے۔

۲۵ تعجب کہ آجکل کے شیعہ رافضی کے لقب کو برا مانتے ہین حالانکہ یہ مبارک لقب انکو اللہ نے عنایت کیا ہے۔ اللہ کے عنایت کردہ خطاب سے برا ماننا کفران نعمت ہی۔

۲۶ **کافی** کی کتاب الروضہ[1] مین ہی کہ سلیمان نے امام جعفر صادقؑ سے شکایت کی کہ مخالفین نے ہمارا نام بہت سخت رکھا ہے

فقال ابوعبد اللہ علیہ السلام الرافضۃ۔ قال قلت نعم۔ قال لا واللہ ما سموکم بل اللہ سماکم۔	تو فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے رافضی؟ تو مین نے کہا کہ ہان! امام نے فرمایا کہ واللہ یہ نام تمہارا مخالفون نے نہین رکھا بلکہ اللہ نے تمہارا یہ نام رکھا ہی۔

[1] شرح ... صفحہ ...

الحمدللہ کہ جلد اول نصیحۃ الشیعہ ماہ صفر ۱۳۳۱ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۱۳ء مطبع ... آباد مین چھپکر تمام ہوئی

سو اگر آیت قرآنی کو مجمل کہتی ہو اس اعتبار سے کہ اسمین غسل و مسح دونون کا احتمال
ہی تو ایسی صورت مین بقاعدہ اصول غسل ہی واجب ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلعم کی
مداومت جمیع عمر اوپر غسل قدمین کے بیان اس اجمال کے واقع ہوگی اور اگر کہو
کہ یہ آیت مجمل نہین ہے یعنی محتمل غسل و مسح دونونکا نہین ہے تو ہم کہینگے کہ
بیشک وارد ہوا ہی سنت صحیحہ مین امر غسل قدمین کا اور وعید اوسکے تارکین پر
ایسے طور پر کہ جسمین کسیطرح کا خفا نہین ہے - عن ابن عباس ان رسول اللہ صلعم
قال اذا توضأت فخلل اصابع یدیک و رجلیک رواہ احمد و ابن ماجۃ و
الترمذی کذا فی المنتقی - یہ ارشاد آپکا کہ وضو کے وقت انگلیون کا خلال کرو صاف
وصریح مستلزم ہے غسل کو کیونکہ مسح مین خلال نہین ہے بلکہ مسح مین تو یہ کیفیت
ہوتی ہے کہ کہین پانی لگا اور کہین نہین اور ونہین احادیث ہی جو مستلزم غسل قدم مین
یہ ہین - عن ابی ہریرۃ ان النبی صلعم رای رجلا لم یغسل عقبہ فقال ویل للاعقاب
من النار رواہ مسلم - وعن جابر بن عبد اللہ قال رای رسول اللہ صلعم قوما
یتوضؤا و لم یمس اعقابہم الماء فقال ویل للاعقاب من النار رواہ احمد -
وعن عبد اللہ بن حارث قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول ویل للاعقاب و بطون
الاقدام من النار رواہ احمد والدارقطنی کذا فی المنتقی - حدیث ابو ہریرہ کی
صحیحین مین بہی ہے اور ابن ماجہ نی بہی اسکو روایت کی ہی اور حدیث جابر
بن عبد اللہ کو ابن ماجہ نی بہی روایت کیا ہی جسکے راوی سب ثقہ و معتبر ہین اور حدیث
عبد اللہ بن حارث کے نسبت مجمع الزوائد مین لکہا ہی کہ اسکی راوی سب ثقہ او
معتبر ہین مفہوم حدیث ابو ہریرہ کے یہ ہی کہ رسول اللہ صلعم نی ایک شخص کو

یعنی نبی صلعم سے ہرگز مسح قدم کا ثابت نہیں ہوا بلکہ جمیع روایات میں پیر کا دھونا ہی
ثابت ہوا ہی اور احادیث مرویہ جو حکایت حال وضو میں رسول مقبول صلعم سے آئی
ہیں وہ چار رتبہ حدیثیں نہیں ہیں بلکہ متواتر ہیں جو بسبب تواتر کے ہم پلہ قرآن مجید
کی ہو گئی ہیں امام شوکانی ۲ فرماتی ہیں - فقد تواترت الاحادیث عن الصحابۃ فی حکایۃ
وضوئہ صلعم وکلہا مصرحۃ بالغسل ولم یات فی شیء منہا المسح - یعنی رسول
اللہ صلعم کی حالت وضو کی بابت میں صحابہ سے احادیث متواتر آئی ہیں اور سب میں
تصریح غسل قدم کا ہی اور کسی روایت میں ذکر مسح کا نہیں ہے بلکہ حبیب خدا محمد
مصطفے صلعم نے بہر کے مسح کرنے والوں پر بڑے دھمکے وعید کی فرمائی ہی اور انکو بشارت
نار ویل کی سنائی ہی - اخرج البخاری و مسلم - عن عبد اللہ ابن عمر قال تخلف عنا رسول
اللہ صلعم فی سفر فادرکنا وقد ارھقنا العصر فجعلنا نتوضا ونمسح علی ارجلنا قال فنادی
باعلی صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلاثا - یعنی رسول اللہ صلعم ایک سفر
میں ہم سے پیچھے رہ گئے پس ہم لوگ وضو کرنے لگے اور قدموں پر مسح کرنا شروع کیا پس
رسول اللہ صلعم نے اپنی بلند آواز سے پکارا دو مرتبہ یا تین مرتبہ کہ ویل ہی ایڑیوں کو آگ سے
(ویل ایک میدان ہی جہنم میں جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابی سعید خدری رض
سے مرفوعاً روایت کیا ہی) اور اس باب میں احادیث وافرہ ایک جماعت کثیر صحابہ کے
مروی ہیں چنانچہ مسلم نے حضرت عائشہ رض سے اور امام احمد نے معیقیب رض سے اور ابن
ماجہ نے خالد بن ولید رض اور یزید بن ابی سفیان رض اور شرحبیل بن حسنہ رض اور عمرو بن
عاص رض سے اور ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن عمر رض اور ابو امامہ رض سے اور مسلم نے عمر رض
سے اور امام احمد نے ابو ذر غفاری رض اور خالد بن معدان رض نے روایت کی ہے اور اس
مضمون کی تائید میں اور بہی احادیث کثیرہ صحیحہ ہیں جو صریحاً دال ہیں کہ قدم کا دہونا فرض
و واجب ہی اور مسح کرنیوالے مستحق ویل و خرابی کے ہیں چنانچہ مشتے نمونہ خروار
بیان کچھ ذکر کرتا ہوں اور مستدل آیت قرآنیہ شیعہ انکے غلط فہمی کو ظاہر کرتا ہوں +

چنانچہ اوس شخص نے وضو ٹوٹ لیا پھر نماز پڑھی ۔ اخرجہ الدارقطنی ۔ وعن جابر بن
عبداللہ امرنا رسول اللہ صلعم اذا توضانا للصلوٰۃ ان نغسل ارجلنا ۔ یعنی جابر رض
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے مجھکو حکم دیا کہ جب ہم وضو کریں نماز کے لئے تو پیر کو دھوویں
۔ اگر مسح کرنا جایز ہوتا اور مطلب قرآن مجید کا یہی ہوتا تو حضور صلعم
غسل کا حکم نہ فرماتے کیونکہ آپ اپنی امت کے ہمیشہ آسانی چاہتے تھے اور مسح میں
باعتبار غسل کے آسانی ہے اور اونہیں احادیث سے جو دال ہیں فرضیت غسل قدم پر
یہ ہیں ۔ انہ صلعم توضا یوما فغسل وجہہ ویدیہ ومسح راسہ وغسل قدمیہ فقال
ہذا وضوء لا یقبل اللہ تعالی الصلوٰۃ الا بہ اخرجہ الطبرانی من حدیث معاویۃ بن
قرۃ عن ابیہ عن جدہ والدارقطنی من حدیث ابن عمر وابی ہریرۃ وزید بن ثابت
وابن ماجہ من حدیث ابن عمر بن عاص وابی بن کعب وابن السکن من حدیث
انس وابن حاتم من حدیث عائشہ ۔ یعنی رسول اللہ صلعم نے ایکروز وضو کیا تو اپنے
وضو میں مونہہ اور ہاتھہ کو دھویا اور سر کے مسح کیا اور قدم کو دھویا بعد اوسکے
آپنے فرمایا کہ یہہ ایسا وضو ہے کہ اللہ تعالی نہیں قبول کرتا نماز کسیکے مگر ایسے
وضو سے اس حدیث کو طبرانی نے معاویہ بن قرہ سے اور دارقطنی نے ابن عمر رض اور
ابوہریرہ اور زید بن ثابت سے اور ابن ماجہ نے ابن عمر رض بن عاص اور ابی بن کعب سے
اور ابن سکن محدث نے انس رض سے اور ابن حاتم نے عائشہ رض سے روایت کیا ہے
اور اونہیں احادیث سے جو فرضیت غسل قدم پر دلیل ہیں یہہ ہیں ۔ عن عمرو بن
شعیب عن ابیہ عن جدہ قال جاء اعرابی الی رسول اللہ صلعم یسالہ عن الوضوء
فاراہ ثلاثا ثلاثا وفیہ غسل القدمین وقال ہذا الوضوء فمن زاد علی ہذا

دیکھا کہ اوسکی ایڑی اینی نہیں دھویا تو آپنی فرمایا ویل ہی ایڑیوں کو ناگ سے
اور مفہوم حدیث جابر ابن عبد اللہ کے یہہ ہی کہ رسول اللہ صلعم نے ایک قوم کو دیکھا
کہ اونہوں نی وضو کیا مگر اونکی ایڑیاں خشک ہیں تو آپنے فرمایا ویل ہی ایڑیوں
کو آگ سے اور مفہوم حدیث عبد اللہ بن حارث کی یہہ ہی کہ وہ فرماتی ہیں کہ
مینی رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتی تہی کہ ویل ہی ایڑیوں اور بطون
اقدام یعنی تلووں کو نار سے - اگر مسح کرنا مشروع ہوتا و جائز ہوتا تو رسول اللہ صلعم
سی یہہ وعید شدید اور دہمکی سخت کیوں ہوا در ہوتی کیونکہ مسح کا پانی ہر جگہہ
نہیں پہونچتا ہی خاصکر مواضع خفیہ میں جیسے ایڑیاں اور بطون اقدام میں
ماسحین صرف ظہر قدم پر مسح کفایت سمجہتی ہیں بطن قدم کے خبر بہی
نہیں لیتی حالانکہ رسول اللہ صلعم او تلووں کے لئی کہ جنکا بطن قدم خشک رہجاوی
ویل و عذاب کی بشارت سناتی ہیں مسح کی مجوزین اگر بیان میں موہنہ ڈالکر ذرا
سوچیں اور خواب غفلت سی بیدار ہو جاویں اور انہیں احادیث سے جو مستلزم
غسل قدم ہیں یہہ ہیں - عن انس بن مالک ان رجلا جاء الی النبی صلعم وقد توضا
وترک علی ظہر قدمہ مثل موضع الظفر فقال رسول اللہ صلعم ارجع فاحسن وضوءک
رواہ احمد وابوداؤد والدارقطنی وفی روایتہ لما رای فی عقبہ جافا یلوح فامرہ
باعادۃ الوضوء وعند مسلم وابی داؤد عن جابر قال اخبرنی عمر بن خطاب ان
رجلا توضا فترک موضع ظفر علی قدمہ فابصرہ النبی صلعم فقال لہ ارجع
فاحسن وضوءک فخرج فتوضا ثم صلی - خلاصہ مضمون ان حدیثوں کا یہہ ہے
کہ رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اوسکی قدم پر برابر ناخون کی خشک ہے اور
وہ چمک رہا ہی تو آپنے فرمایا تو لوٹ جا اور پہر کر وضو کر اور اچہی طرح وضو کر

ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں انگلیوں اوسکے سے ساتھ پانی کیا پہر مسح کرتا ہی سرکی تو
گناہ ہین اوسکی سرکی اطراف بال کے اوسکے ساتھ پانی کی نکل جاتی ہیں [illegible] پہر
دہوتا ہی دونو قدم کو ٹخنی تک تو گناہ ہین دونو پیرکی نکل جاتی ہیں ساتھ پانی کی
او انگلیوں سے اوسکی اسکو مسلم نے روایت کیا ہی اور امام احمد کی روایت مین ہی
کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے پہر جب مسح کرتا ہی سرکی اپنی جیسا کہ اوسکو خدانے حکم
کیا پہر جب پیرکو دہوتا ہی دونو ٹخنوں تک جیسا کہ اوسکو خدانے حکم کیا ہی اور باقی
روایت مثل مسلم کی تہی + اس روایت مین صاف رسول اللہ صلعم نے جب یک شخص کو
تعلیم وضو کیا تو پیر کا دہونا ہی بتلایا اور یہہ بہی کہدیا کہ پیرکو دہو جیسا کہ خدا کا
حکم ہی معلوم ہوا کہ خدا کا حکم جو آیت قرآنی فاغسلوا مین وارجلکم واقع ہی
اگرچہ بظاہر معطوف وامسحوا پر ہی مگر حقیقت مین اوسکا عطف فاغسلوا پر ہی
لان بیان الکتاب یوخذ من السنۃ - [illegible] ارشاد رسول مقبول کی معلوم ہوگیا کہ
قدم کا دہونا بحکم قرآنی فرض ہی یا نہ مسح تو سب جہگڑا اٹہ گیا - اذا جاء نہر اللہ
بطل نہر معقل - اور ایسے حدیث کی موید وہ روایت بہی ہی جو آپنے یک اعرابی کو
فرمایا تہا - توضأ کما امرک اللہ پہر اوسکو آپنی عند التعلیم وضو پیر کا دہونا ہی
بتلایا وفی ہذا القدر کفایۃ لمن لہ ہدایۃ - امام نووی شرح مسلم مین فرماتی ہیں
اختلف الناس علی مذاہب فذہب جمیع الفقہاء من اہل الفتوی فی الاعصار
والامصار الی ان الواجب غسل القدمین مع الکعبین ولا یجزی مسحہما ولا یجب المسح
مع الغسل ولم یثبت خلاف ہذا عن احد یعتد بہ فی الاجماع انتہی

او نقص فقد اساء وتعدی وظلم رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ
وابن خزیمۃ واحمد — حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث طرق صحیحہ سے
آئی ہے اور فتح الباری میں تصریح کر دیا ہے کہ اس حدیث کو ابن خزیمہ وغیرہ
محدثین نے صحیح کہا ہے + اور یہ ظاہر ہے کہ مسح میں بہ نسبت غسل کے نقصان ہے
اور آپ نے فرما دیا کہ جو اس سے کم کرے یا زیادہ کرے وہ ظالم اور متعدی اور گنہگار ہے
معلوم ہوا کہ مسح کرنیوالا بزبان رسول اللہ صلعم کے ظالم و گنہگار ہے اور منجملہ اوسکے جو
غسل قدمین کے فرضیت پر دلیل روشن ہے اور مبین مراد آیت کریمہ فاغسلوا [illegible]
کی ہے یہ حدیث ہے — عن عمرو بن عبسۃ قال قلت یا رسول اللہ حدثنی عن الوضوء
قال ما منکم من رجل یقرب وضوءہ فیتمضمض ویستنشق فینتثر الا خرت
خطایا فیہ وخیاشیمہ مع الماء ثم اذا غسل وجہہ کما امرہ اللہ الا خرت خطایا
وجہہ من اطراف لحیتہ مع الماء ثم یغسل یدیہ الی المرفقین الا خرت خطایا یدیہ
من انا ملہ مع الماء ثم یمسح براسہ الا خرت خطایا راسہ من اطراف شعرہ
مع الماء ثم یغسل قدمیہ الی الکعبین الا خرت خطایا رجلیہ من انا ملہ مع الماء
اخرجہ مسلم ورواہ احمد وقال فیہ ثم یمسح راسہ کما امرہ اللہ ثم یغسل قدمیہ الی
الکعبین کما امرہ اللہ — یعنی عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم
مجکو وضو تعلیم فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ جب کوئی تم سے وضو کے قریب ہوتا ہے پس
پس مضمضہ کرتا ہے اور ناک میں پانی ڈالتا ہے پس صاف کرتا ہے اسکو تو بے
گناہیں اوسکے مونہہ اور ناک کے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں پھر جب مونہہ دھوتا ہے
جیسا کہ اوسکو خدا نے حکم دیا ہے تو گناہیں اوسکی اطراف ڈاڑھی سے ساتھہ پانی
کے نکل جاتی ہیں پھر دھوتا ہے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تو گناہیں اوسکے

ظالم

تو پھر مسلمانی کا دعوی ہی کیا ضرور ہی اور غسل و مسح کی حاجت ہی کیا پہلے
سر بیس نمازیں کا بکھیڑا اوٹہا دو پھر تو بازی تمہاری ہاتھ میں ہی اگر
یہ احادیث قابل تسلیم نہیں تو قران کے تسلیم پر آپکو کسنی مجبور کیا اوسکو
بھی وہا بتلاؤ اور دریا برد کرو کیونکہ جنہونے قران کہا ہی اونہیں
احادیث کو بھی بیان کیا دونو کا صدور منکم واحد سے ہی جس صحابہ نے
یہ بیان کیا کہ وہ قران کلام رب العالمین ہی میں رسول سے سنا اونہیں
صحابہ نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ نے ایسا ویسا فرمایا ہی ایک کی تسلیم
اور ایک سے انکار ترجیح بلا مرجح ہی رب العالمین کا ارشاد نسبت رسول کے
کچھ سن تو فرماتا ہی۔ ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی یعنی میرا
رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا وہ تو وہی بولتا ہی جو میں اوسکو وحی کے
ذریعہ سے اوسکی پاس بھیجتا ہوں اب تو حدیث رسول مقبول بھی قسیم قران ہو گئی
دوسرا فرمان سنئو۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی رسول کی فرمان

عامل

برداری میری فرمان برداری ہی اس بنا پر عامل قران میں مطیع اللہ اور عامل
قران ٹہرا اور ماسمین عاطین عاصی رسول نافرمان خدا اس بنا پر مانسمین

عاصی

اقدام نہ خدا کی حکم بردار ہوئی نہ رسول کی نہ قران پر اونکا عمل ہوا نہ حدیث
پر۔ مصرع نخدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئی نہ ادھر کی ہوئی + جب پنجگی
وقتونکی فرضیت و وجوبیت احادیث و امر رسول اللہ صلعم سے ثابت ہوگئی
والامر منہ امر من اللہ تعالی لان اللہ تعالی قال ما اتاکم الرسول فخذوہ
وما نہاکم عنہ فانتہوا تو آیت قرانیہ فاغسلوا الخ کے معنی و مطلب کو جو کچھ

قال عبد الرحمن بن ابی لیلی اجمع اصحاب رسول اللہ صلعم
علی غسل القدمین رواہ سعید بن منصور انتہی۔ غسل القدمین کا ایسا مسئلہ
ہی کہ جسپر ساری اصحاب رسول اللہ صلعم نی بہی اجماع کیا ہی اور اسکا
خلاف کسیسی ثابت و معہود نہیں ہی مسح کرنیوالی کیسی نبی اوب ہین کہ
رسول اللہ صاحب القرآن اور جمیع اصحاب کو جنکی زبان مین قران کا نزول ہوا
سب کو غلطی پیہ خیال کرتی ہین لاحول ولا قوۃ الا باللہ اب بہہ سب احادیث
متذکرہ بالا و مرقوم الصدر باعلی صوت علی رؤس الاشہاد منادی ہین کہ قدم
کا دہونا فرض عین ہی اور ہرگز ہرگز قطع درست و صحیح نہین ہی اور مسح کرنیوالی کی نماز
ہی صحیح و درست نہین ہوتی اور مسح کرنیوالا مستحق وعید شدید ویل و عذاب نار کا
ہی اور وہ شخص طریقہ مرضیہ سنیہ سی کوسون دور ہی اور مخالف طریقہ محمدیہ اور
مناقض جماعۃ صحابہ و جمہور علماء متقدمین و متاخرین ہی ایسا شخص بیشک
حکم مین آیت من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی و یتبع غیر سبیل المومنین
نولہ ما تولی و نصلہ جہنم و ساءت مصیرا کی داخل ہی ایسی صریح و واضح و بین
حدیثون کو جو صاف فرضیت غسل قدم پر دلیل ہین پس پشت ڈالنا اور
چہوڑ دینا اور غیر صریح آیت بلکہ محتمل کو تمسک پکڑنا اور اوسی بنا پر مسح کا
قایل ہونا گویا یہہ کہنا ہی کہ اس آیت کی مطلب کو جو مین نی سمجہا ہی اور اوسکی
معنی پر جو مجکو عبور ہی وہ رسول خدا صاحب الوحی والقران نی نہ سمجہا اور
ایسی بڑی غلطی مین تیئیس برس تک رسول اللہ صلعم کو
اور اوسکی رحیم خدا نی مطلع نکیا تف برین اسلام و مسلمانی اگر یہی خیال ہے

لئی کوئی حد مقرر نہیں ہوئی ہے اور فایدہ اس عطف کا تنبیہ ہی اوپر منع اسراف پانی کی کیونکہ پیر مظنہ ہی اسراف کا علامہ بغوی تفسیر معالم التنزیل مین فرماتی ہین۔ وقالوا خفض اللام فی الارجل علی مجاورة اللفظ لا علی موافقة الحکم کما قال تبارک وتعالی عذاب یوم الیم فالالیم صفة العذاب ولکنہ اخذ اعراب الیوم للمجاورة وکقولہم جحر ضب خرب فالخرب نعت الجحر واخذ اعراب الضب للمجاورة انتہی یعنی مفسرین نی کہا ہی کہ ارجلکم کے لام کو زیر بسبب جوار لفظ روسکم کی ہی اوسکی حکم مین موافق نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی نی فرمایا ہی عذاب یوم الیم بیں الیم صفت عذاب کی ہی لیکن اعراب مین موافق الیوم کی ہی بسبب جوار کی اور جیسا کہ عرب لوگ بولتی ہین جحر ضب خرب ہم خرب صفت جحر کی ہے مگر اعراب مین موافق ضب کی ہے بسبب جوار اوسکی علامہ جار اللہ زمخشری امام فن صرف ونحو نی اپنی تفسیر کشاف مین اس آیت کی تفسیر مین عجب گوہر فشانی کی ہے مگر چشم بینا و گوش شنوا و قلب شہید در کار ہی قال العلامة۔ ان الارجل من الاعضاء المغسولة مظنة اسراف الماء فعطف علی الممسوح تنبیہا علی وجوب الاقتصار فی صب الماء فان المسح والغسل متقاربان فسہل عطف احدہما علی الاخر نحو متقلدا سیفا ورمحا فعدل الی المجاز للایجاز وقرینة المجاز انہ تجلی بالغایة

مفسرین محققین نے لکہا ہے تحریر کیا جاتا ہے اور غافلین جاسجاین کو متنبہ کیا
جاتا ہے + تفسیر جامع البیان مین تحت آیت وارجلکم الی الکعبین کے
مسطور ہے - لفنہ نافع والکسائی وابن عامر وحفص ویعقوب عطفا علی
وجوھکم وجرہ الباقون وعلی الاتصاف ظاھر القرأۃ النصب علی وجوب الغسل
الی ان قال والاحادیث الصحاح تدل علی وجوب الغسل دلالۃ لا محیص عنہا انتہی
یعنی نافع اور کسائی اور ابن عامر اور حفص اور یعقوب ان سب قاریون نے
ارجلکم کو فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اس بنا پر کہ یہ معطوف وجوھکم پر ہے اور باقی
قاریون نے زیر دیا ہے اور انصافاً بصورت فتحہ ارجلکم کے ظاہر قران سے پیر کی دہونے کی
فرضیت نکلتی ہے اور احادیث صحاح کی دلالت کرتی ہین کہ پیر کا دہونا ہی
فرض ہے ایسی دلالت کہ جس سے رہائی ممکن نہین - اور تفسیر تبصیر الرحمان
مین ہے وعمل قرأۃ الجر علی الجوار للسنۃ الثابتۃ وعمل الصحابۃ والتحدید بقولہ
الی الکعبین لان المسح غیر محدود وفائدتہ التنبیہ علی منع الاسراف انتہی یعنی قرأۃ
زیر کی محمول ہے جر جوار پر (یہہ ایک قاعدہ ہے علم نحو کا کہ بسبب قریب ہونے کے اعراب
اوسی قریب کا دیتے ہین مگر حکم مین اوسکی شامل نہین ہوتا) بہ سبب تین دلیلون کے
اولاً بہ سبب احادیث صحاح کے کہ اوس سے فرضیت دہونے کی نکلتی ہے ثانیاً
بسبب عمل صحابہ کی کہ اونہون نے پیر کا دہونا ہی سمجہا نہ مسح ثالثاً پیر کی دہونے
کی جو رب العالمین نے کعبین تک حد مقرر کی ہے کیونکہ شریعت مین مسح کی

وبالجملة فاستمراره صلعم على الغسل وعدم فعله المسح اصلاً الا في المسح على الخفين وصدور الوعيد منه على من لم يغسل وتعليمه لمن علمه انه يغسل

رجليه وقوله هذا وضوء لا يقبل الصلوة الا به يدل على ان القرءة الجر منسوخة او محمولة على وجه من وجوه الاعراب كالجر على الجوار او محمولة على المسح على الخفين الثابت ثبوتا اوضح من شمس النهار حتى قيل انه روى من طريق اربعين من الصحابة وقيل من طريق سبعين منهم وقيل من طريق ثمانين منهم انتهى

حاصل کلام رسول اللہ صلعم کا ہمیشہ کرنا غسل قدم پر اور کبھی مسح نکرنا مگر موزہ پر اور صادر ہونا آپ سے وعید کا پیر کی نہ دہونے والوں پر اور تعلیم وضو میں آپکا یہ فرمانا کہ پیر کو دہو ؤ اور آپکا یہ قول کہ یہ وضو ہے کہ نہیں قبول کیجاتی ہے نماز مگر ایسے وضو سے کہ جسمیں غسل قدم ہو یہ سب وجوہ دال ہیں اس پر کہ قرءۃ جر کی منسوخ ہے یا محمول ہے اوپر ایک وجہ کی وجوہ اعراب سے جیسے جر کا ہونا بسبب جوار کی یا محمول ہے اوپر مسح موزہ کی جو ثابت ہے رسول اللہ صلعم سے روشن تر آفتاب سے یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ چالیس یا ستر یا اسی صحابہ سے مروی ہے + ہذا آخر ما اردناه فالحمد لله علی الاتمام والصلوة والسلام علی عبده خیر الانام حرره العبد المذنب الراجی الی رحمة ربه الرحمان ابو محمد اللہ بخش خان عفا عنه ربه المنان ===

هو الموافق

مجیب اللبیب نے ظلہ نے ماسحیٖ رجلین کی پوری پوری خبر لیا ہے جزاک اللہ

الی الکعبین فان المسح لم تضرب لہ الغایۃ فی الشریعۃ والمراد فاغسلوا ارجلکم
غسلاً خفیفاً واختصر بعطفہ علی الممسوح وفی باب التیمم فامسحوا بوجوھکم وجوب
استیعاب جمیع الوجہ بالتراب فالمسح بالماء فی الارجل کذالک والاحادیث
الصحاح التی تقاربت التواتر علی وجوب الغسل والوعید علی تارکہ انتھی
یعنی پیر اعضاء مغسولہ میں سے ہیں چونکہ مظنہ اسراف کا تھا معطوف عضو
ممسوحہ (یعنی سر کو مسح کرنے) پر ہوا واسطے تنبیہ کی کہ واجب اقتصار ہے
پانی ڈالنے میں بیشک مسح اور غسل متقارب ہیں پس آسان ہوا عطف
ایک کا دوسرے پر جیسے عرب کی لوگ بولتے ہیں متقلداً سیفاً ورمحاً
پس عدول کیا گیا طرف مجاز کی واسطے ایجاز اور اختصار کے اور قرینہ مجاز کا
یہ ہے کہ پیر کی لئے غایۃ متعین کعبین تک ہے کیونکہ مسح کی لئے کوئی غایۃ
اور حد شریعۃ میں متعین نہیں ہوئی اور مراد یہ ہے کہ دھوؤ پیر کو غسل
خفیف اور باب تیمم میں فامسحوا بوجوھکم سے مراد استیعاب ساری
مونہہ کا ہے مٹی سے پس مسح پانی سے پیر میں ایسا ہے یعنی استیعاب
ساری پیر کا ہونا چاہئے اور احادیث صحاح جو قریب متواتر کی ہیں
دال ہیں وجوب غسل قدم پر اور وعید اوسکی تارک پر ــ
مجتہد یمانی امام شوکانی رحمہ اللہ سیل الجرار میں فرماتے ہیں

اور کلینی میں ذکر کیا انکو کلینی اور ابو جعفر طوسی نے یہ احادیث ائمہ
اہل بیت سے کتب صحیحہ شیعو میں مرقوم ہیں اور یہ فرقہ اپنے تیں مسلمان
اور امامیہ کہلاتے ہیں نہ ایسے فرمان ائمہ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
کچھ پاس لحاظ کرتے ہیں اپنی عقیدہ باطل سے پھر نہیں آتے باز رہیں اور حیث
نحوی ایسی عجیب منتظم ہے مختصر طور پر جیسا کہ عارف لغت عرب خوب
جانتے ہیں ادا کیا قال اللہ تعالی الی الکعبین میں الی کا
فائدہ ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہی اور نہ نیت ہاتھ کو دہو کر
مخالف کلام اللہ شریف اپنے گمان میں وضو پورا کر لینگے پس جن
صاحبو کو مزید تحقیق منظور ہو تحفہ اثنا عشریہ اور
مفتاح اور نصیحۃ المومنین اور تحفۃ المومنین اور نصیحۃ الشیاطین
اور نصیحۃ الشیعہ وغیرہ وغیرہ کو ملاحظہ فرماویں فقط
حررہ عباد اللہ پناہ اللہ عفی عنہ جناری

اسکا عقیدہ باطل کا

دوم ہمارے یہاں کی کتابوں میں اگر تین روایتیں ہاشمیوں میں مفتی کی بر ہم سے غسل رجلین میں ہیں —

تحریر ہیں ودیہ ہیں * روی العیاشی عن علی بن ابی حمزة قال سالت

ابا ابراہیم عن القدمین فقال تغسلا غسلا وروی محمد بن نعمان عن

عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ قال اذا نسیت مسح راسک حتی تغسل

رجلیک فامسح راسک ثم غسل رجلیک وروی محمد بن الحسن

الصفار عن زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن امیر المومنین ع

قال جلست اتوضاء فاقبل رسول اللہ صلعم فلما غسلت قدمی

قال یا علی خلل بین الاصابع کذا فی الکلینی و ابو جعفر طوسی ترجمہ

روایت کی عیاشی نے علی بن ابی حمزہ سے کہا اوسنے پوچھا میں نے

ابو ابراہیم سے مسئلہ دونوں پانوں کا تو کہا دھو تو اون دونوں کو ۱۲

اور روایت کی محمد بن نعمان نے ابو بصیر سے اوسنے ابو عبد اللہ سے کہ فرمایا

جب بھول جاوے تو مسح اپنے سر کا یہاں تک کہ دھووے دونوں پانوں

تو مسح کر سر کا بعد دھو دونوں پانوں اپنے ۱۲ اور روایت کی محمد بن

حسن صفار نے زید بن علی سے اوسنے اپنے باپ سے اوسنے اوسکے دادا

اوسنے امیر المومنین ع سے فرمایا بیٹھا میں وضو کرتا تھا کہ متوجہ ہوئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس جب دھوئے میں نے دونوں پانوں

اپنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے علی خلال کر —

باضم شقشقہ

عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان نسیت فغسلت
ذراعک قبل وجہک فاعد غسل وجہک ثم اغسل ذراعیک
بعد الوجہ فان بدأت بذراعک الایسر قبل الایمن فاعد
غسل الایمن ثم اغسل الیسار وان نسیت مسح راسک
حتی تغسل رجلیک فامسح راسک ثم اغسل رجلیک

فروع کافی جلد اول کتاب الطہارۃ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۱

کہ یہہ رسالہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑی اور انکے مریدوں

اور ہم خیال لوگوں پر اتمام حجت کے لئے محض نصیحتاً للہ شائع کیا گیا ہے اور غرض

اس سے کہ عام لوگوں پر حق واضح ہو جائے اس رسالہ کے ساتھ پچاس

روپیہ کے انعام کا اشتہار بھی دیا گیا ہے جو اسی ٹائٹل پیج کے دوسرے

صفحہ پر مندرج ہے اور یہہ

رسالہ موسوم بہ

تحفۂ گولڑویہ

ہو کر

مطبع ضیاء الاسلام قادیاں ضلع گورداسپور میں باہتمام

حکیم حافظ فضل الدین صاحب بھیروی مالک مطبع چھپکر

یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔

جلد ۷۰۰

قیمت ۱ر محصول ۲ر

وی پی ۱ر کل ۱۳ر